وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

ترجمہ رسالہ

فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام

مصنّفہ

العارف المحقق والفاضل المدقق الامام الہمام قدوۃ المشائخ العظام زبدۃ العلماء الاعلام امام محمد غزالی قدس سرہ

الموسوم بہ

فتح المعالی فی ترجمۃ صحف الغزالی

مترجمہ

راجی الرحمۃ ربہ الاحد۔ ہادی خلق مولٰنا مولوی حافظ حضرت فیض احمد صاحب

وفقہ اللہ التزود لغد

امام ثانی مسجد ملک عنبری واقع نواب پورہ۔ بلدہ خجستہ بنیاد

اورنگ آباد۔ قلمرو حکومت آصفیہ دکن۔ صانہ اللہ عن الشرور والفتن

بحسب فرمائش

کے حاجی محمد محی الدین حنفی القادری معسکر بنگلور

مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ

بار اوّل | قیمت ایک روپیہ عہ | تعداد ۳۰۰

ملنے کا پتہ کے حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب نمبر ۳۹۹ متصل مسجد ابراہیم خان صاحب لشکر گاہ بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وسلام علی المرسلین ہ والحمد للہ رب العالمین

"خذ ما صفا ودع ما کدر" کے اصول کو مدنظر رکھ کے اگر سلطی نظر سے دیکھا جائے۔ تو سر سید احمد خان صاحب مرحوم نے مسلمانان ہند کے ساتھ جو ہمدردانہ برتاؤ فرمایا ہے منجملہ اُن کے ایک احسان یہ بھی ہے کہ اُنھوں نے ایک نایاب رسالہ موسوم بہ **فضائل الامام من رسائل حجۃ الاسلام** یعنی مکتوبات حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کو انطباعی دنیا میں موجود فرمایا۔ چنانچہ اُس کی **لوح** پر جو اُن کی عبارت درج ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

"مکاتبات حضرت امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ کہ بعد وفات جناب ممدوح برادر خرد شان امام احمد الغزالی جمع فرمودہ۔ کانت فی یدی نسخۃ واحدۃ و صححتہا بقدر الطاقۃ والامکان فان وجدت فی بعض المقام غلطا۔ فذلک من قصر باعی فاصفح عنہ وانا العبد المفتقر الی اللہ الصمد **السید احمد**"

"یعنی مکتوبات حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ جن کو آپ کی وفات کے بعد آپ کے برادر عزیز امام احمد غزالی نے جمع فرمایا۔ جس کا ایک (قلمی) نسخہ میرے پاس تھا اور میں نے اپنی امکانی طاقت سے اُس کی صحت کی۔ اِس پر بھی اگر تم کہیں غلطی پاؤ۔ تو اُس کو اُس خاطی کی کوتاہی سمجھ کر معاف کردو۔ اور میں خدا بے نیاز کا بندہ سید احمد ہوں"

عرصہ ہوا۔ کہ میرے معزز عنایت فرما جناب شاہزادہ مرزا محمد اختر صاحب+ دہلوی نے اپنے سفر ہند میں لاہور سے اِس کی ایک جلد (مع دیگر کتب کے) تحفۃً

+ ناظرین کرام کو مرزا صاحب موصوف سے تعارف اور شناسا کرانے کے لیے یہ تمنا و جرئہ مختصر طور پر اتنا لکھ دینا کافی ہے۔ کہ آپ جناب میرزا احمد اختر صاحب مرحوم کے فرزند کلاں ہیں۔ فاضل مرحوم کی علمی شہرت محتاج بیان نہیں۔ جو عالم شہزادہ صاحب تصانیف کثیرہ ہونے کے علاوہ صاحب محمد دارا بخت میران شاہ ولی عہد حضرت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر سلطان دہلوی

ارسال فرمائی تھی۔ جس کو میں نے حسب عادت سرسری مطالعہ کے بعد رکھ چھوڑی تھی۔

اب حال میں اس کا ایک اور نسخہ جناب حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب لشکر بنگلور نے اس خواہش کے ساتھ مجھے ارسال فرمایا۔ کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے۔ پہلے تو مجھے اپنی علمی کم مائگی۔ اور بے بضاعتی کا عذر دامنگیر تھا۔ اس پر اپنے متعلقہ کاروبار سے عدیم الفرصتی۔ اور ماسوا اس کے سلسلہ عدالت کا لگاتار تانتا۔ یہ ایسے اہم عذرات تھے۔ کہ میں ان مجبوریوں کی وجہ سے حاجی صاحب موصوف کو انکار کا جواب دیدیتا۔ مگر جناب ممدوح کے احسانات

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تاجدار دہلی کے خاص اکبر تھے۔ جن کا انتقال بروز ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ کو واقع ہوا۔

فصیح بے بدیل جناب حافظ جلیل احمد صاحب جلیل شاعر پایہ تخت حضور پر نور بندگان عالی نظام دکن نے آپکی وفات کے متعلق جو نظم لکھی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

تاج شہزادہ والا گوہر | کر گئے عالم فانی سے سفر | تھے وہ تخت جگر دار آہ
اور دادا کی بہادر شہ نام | بو ظفر مالک تخت و افسر | جن کے پر دادا شہ عالم تھے

لکھدو یہ مصرع تاریخ جلیل | آہ اسے پاک دل احمد اختر
۱۳۳۸ھ

چونکہ ہماری ریاست ابد پائدار آصفیہ دکن قدیم الایام سے شاہزادگان دہلی کے نام معقول وظایف اجرا فرماتی چلی آرہی ہے۔ اسی سنت سنیہ کی تبعیت و تقلید پر ہمارے آقائے نامدار۔ بادشاہ کامگار۔ اعلیٰ حضرت۔ قدر قدرت۔ فتح جنگ مظفر الملک آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خان بہادر دام اقبالہم و اجلالہم نے بمصداق اس کے کہ "پسر نام جوی و پدر نامدار" میرزا محمد اختر صاحب موصوف کے نام بھی تقریباً تین سال سے سو روپے ماہانہ کا بیش قرار وظیفہ جاری فرمادیا ہے۔ خدا انکو مبارک و ہمایون

"دور عثمانیہ"

کو مدتوں قائم و برقرار رکھے۔ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔ بالنون و الصاد

احقر

حافظ افضل احمد ورنگ آبادی عفی عنہ

کثیرہ نے مجھے اس کی اجازت ندی۔ بنا ءً علیہ امتثالاً للامر اس بھاری بوجھ کے اٹھانے کی ہمت کرتا ہون۔ حالانکہ میرے دوش اس کے متحمل نہین ہین۔ اور اس ترجمہ کو فتح المعالی (فی ترجمۃ) تصحیف الغزالی کے نام سے موسوم کرکے بارگاہِ احدیت مین اس کی تکمیل و مقبولیت کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہون!!

اِس کو حُسنِ اتفاق کہیے۔ یا فالِ نیک! کہ حاجی صاحب موصوف کے اس کتاب کے بھیجنے۔ اور اس خواہش کے ظاہر کرنے کے چار پانچ روز قبل میرے بھانجے میان محمد اکبر علی خان (مولوی کامیاب) مدعمرہٗ و زاد علمہ نے علامہ شبلی کی "الغزالی" (جو انھین حال ہی مین من جانب سرکار نظام خلد اللہ ملکہ و دولتہٗ بطور انعام عطا فرمائی گئی ہے) بغرضِ مطالعہ میرے پاس بھیجی تھی۔ جس مین علامہ ممدوح نے اکثر مقامات پر ان مکاتبات سے بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ اس کے واقعات اُس سے۔ اور اُس کے اِس سے ملتے جلتے ہین۔ گویا دونون کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اِس لیے مین نے توضیح مطالب کے لیئے حاشیۂ فٹ نوٹون مین موقع بموقع حسب ضرورت الغزالی سے مدد لی ہے۔ جس کو ناظرین خود ملاحظہ فرمائین گے۔

غرضکہ السعی منی والاتمام من اللہ عزوجل!

سہ

ننازم بسرمایۂ فضل خویش	بدریوزہ آوردہ ام دست پیش
شنیدم کہ در روز امید و بیم	بدان را بہ نیکان ببخشد کریم
تو نیز ار بدی بینیم در سخن	بخلق جہان آفرین کار کن
چو بانگ دہل ہولم از دور بود	بغیبت درم عیب مستور بود

چو خرما بہ شیرینی اندودہ پوست
چو بازش کنی استخوانے دروست

۱۲- ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ہجریہ مقدسہ
احقر فیض احمد اورنگ آبادی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ علی النبی محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

ہم خداسے جنت کی درخواست اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہین۔ بے حد وانتہا شکر۔ اور ایسا شکر جو صدیقین کے مطلب کی انتہا۔ اور طالبان مقصد کی غایت۔ اور تمامی متحیران معرفت کا مسالک ہے۔ صرف اُسی خداے واحد کے لیے ہے۔ جو ازلی اور ابدی ہے۔ وہ ایسا خدا ہے۔ کہ اُس کی تعریف تمام کتابون کی آرایش۔ اور اہل جنت کا آخری دعویٰ ہے۔ وہ ایسا خدا ہے۔ کہ رافت ورحمت اور تقرب کا حصول اُس کے فضل وکرم سے ہی۔ اور گنہگارون پر آلام واسقام کا وقوع اُس کے عدل وانصاف سے ہے۔ تمام مخلوقات کی باگ اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے۔ اور سالکان راہ معرفت کا انجام کار محض اُسکی عنایت پر موقوف ہے۔

صاحب شریعت صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی بزرگی اور منقبت اُس کی برگزیدگی ومحبت سے وابستہ ہے اور آپ کی شفاعت کی بدولت گنہگارون کی رہائی بھی اُسی ذات واحد کی کمال مہربانی سے ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدل۔ اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی حیا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شجاعت۔ یہ سب امور بھی اُسی ذات بے نیاز

کی حکمت اور مشیت سے ظہور پذیر ہوئے ہین - بہر حال حق تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے - اور جو اُس کی خواہش ہوتی ہے - اُسکا حکم فرماتا ہے -

جب عنایت الٰہی امام عصر اور مقتدائے دہر امام الائمہ، حجۃ الاسلام محمد ابو الحامد غزالی (رحمۃ اللہ) کے حق مین ظاہر ہوئی - اور اس سبب سے آپ کا قلب مبارک انوار الٰہی کا محل بن گیا - پس بمصداق آیہ کریمہ :-

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ

"کیا وہ شخص جس کا سینہ خدا نے قبول اسلام کے لیے کھول دیا ہے - اور وہ اپنے پروردگار کی مشعل ہدایت آگے رکھتا اور اُسی کی روشنی پر چلتا ہے - اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو گمراہی کی تاریکی مین پڑا ہے"

+ علامہ شبلی اپنی کتاب الغزالی کی ابتدا یون فرماتے ہین :-

"امام غزالی

محمد نام - حجۃ الاسلام لقب - غزالی عرف - سلسلہ نسب یہ ہے - محمد بن محمد بن احمد - خراسان کے اضلاع مین ایک ضلع کا نام طوس ہے - اُس مین دو شہر ہین - طابران اور نوقان - امام صاحب سنہ ۴۵۰ھ مین طابران مین پیدا ہوئے - اُن کے باپ رشتہ فروش تھے اور اس مناسبت سے اُن کا خاندان غزالی کہلاتا تھا - کیونکہ غزل کے معنی کاتنے کے ہین عربی زبان مین جو نسبت کا قاعدہ ہے - اُس کی رو سے غزال کافی تھا - لیکن خوارزم اور جرجان وغیرہ مین نسبت کا یہی طریقہ ہے - چنانچہ عطار کو عطاری اور قصار (دھوبی) کو قصاری کہتے ہین الخ"

مترجم عفی عنہ

آپ کا سینۂ بے کینہ آبِ حکمت کا سرچشمہ - اور اسرارِ شریعت کا خزانہ ہے - اور آپ کے "الفاظ" جواہر بے نظیر' اور دریتیم کے صدف ہونے کے علاوہ اُن کی شیرینی ماء زلال پر بھی فوقیت رکھتی ہے - اور اُن الفاظ کے معانی مثنوی اہلی شیرازی + کے مضامین سے بھی زیادہ باریک و دل پذیر ہین ؎

درنظر چون لفظ او الزام کردے خصم را — گر بدے گردون' نہادے گردن آن الزام را

یعنی :- ظاہری طور پر جب آپ کا "لفظ" معترض پر الزام لگاتا - تو وہ (علمی قوت مین) اگر پہاڑ کی طرح بھی ہوتا - تب بھی اپنا سر تسلیم خم ہی کرتا" ؎

معانٍ کالعیون یبین سحرا — والفاظ موردۃ الخدود

یعنی :- آپ کے کلام کی باطنی حالت یہ ہے - کہ وہ مغلق اور لاینحل مسائل کو آسان و سلیس کر تی جاتی ہے - اور اُس کی ظاہری حالت یہ ہے - کہ اُس سے رخسارے گلگون ہوتے ہین - (یعنی سامعین خوش ہو جاتے ہین)

لہذا سبھون نے اپنے درد کی شفا آپ کے کلام نصیحت فرجام مین پائی - اور آپ کی تصانیف سے اپنے امراضِ باطنی کی ادویہ ڈھونڈنے لگے -

---

+ سحر حلال کا ترجمہ مناسبت کے لحاظ سے یہان پہ کردیا گیا ہے . کیونکہ اہلی شیرازی نے اپنی ایک مثنوی کا نام سحر حلال رکھا ہے - حالانکہ اہلی شیرازی کا زمانہ بہت بعد کا ہے - اِن کی وفات ۹۴۲ھ مین ہوئی (پادشاہِ شعرا بود اہلی) مادۂ تاریخ ہے - اور اگر دیباچہ زیر ترجمہ امام احمد غزالی کا نہ ہو - بلکہ سر سید مرحوم ہی نے اس کا اضافہ فرمایا ہو - تب تو بلا اختلاف یہ ترجمہ صحیح ہو جائیگا - اور لغۃً "سحر حلال" کا ترجمہ شعر اور کلام فصیح ہے جو جادو کی طرح دلون مین اثر کرجائے ۱۲ مترجم عفی عنہ

اور "تریاقِ اکبر" کی تفصیل جو سموم قاتلہ کو ناپید کرنے والی ہے (جیسے کفر و شرک، حسد و بخل، ریا و عجب۔ اور دوسرے اخلاقِ رذیلہ) یہ سب آپ کے رموز و اشارات۔ اور الفاظ و معانی سے ہمون نے حاصل کیے۔

اور "کبریتِ احمر" جو کہ کیمیائے سعادت ہے۔ اُس کا پتہ ہمون نے آپ کی تصانیف مین لگایا۔ اور **کیمیاے سعادت** کا مغز اور معانی کا خلاصہ ہمون کو آپ کے "**مکاتیب**" مین ملا۔ جن کو آپ نے وقتاً فوقتاً تحریر فرمایا۔ اور ہر موقع و محل کے لحاظ سے اُن مین تنبیہ فرمائی۔

فی الجملہ کیفیت اور حالت یہ تھی۔ کہ سالکانِ راہ۔ اور طالبانِ شفا۔ اور روحانی امراض کے مبتلا۔ اور اربابِ حاجت آپ کے **مکاتیب** اور **وصایا** کی جستجو مین بے انتہا کوشش اور مبالغہ کرتے تھے۔ تاکہ اُن بے بہا تحریرات کو اپنا دستور العمل بناکر اس پر کاربند ہون۔ اور اُن کے ذریعے سعادتِ ابدی حاصل کرین۔ اور نفسانی خواہشون سے خلاصی پائین۔ اور اُن کو اپنی ظاہری آنکھون کا سرمہ اور چشمِ بصیرت کا نور بنائین۔

چنانچہ آپ کے یہ مکتوبات اور نصیحت نامجات جو پریشان اور تتر بتر تھے اُن کو مین نے سالکانِ راہ کی کفایتِ کار، اور حاجت روائی، اور اسلامی اخوت کے حق کی تکمیل کی غرض سے۔ اور اُس صدر سعید کے کلام سے تبرک ڈھونڈنے کے حصول اور قرابت و صلہ رحم کی رسی کو تھامنے کے لئے۔ جو کچھ مکاتیب وغیرہ مجھے بہت ہوے۔ اُن کو بہ تفصیل ذیل پانچ ابواب کی سلک مین گوندھ کر افضال الٰہی سے اس امر کا متوقع ہون کہ وہ اسبابِ خیر کو ہمارے لیے رفیق۔ اور ابوابِ سعادت کو ہمارے موافق بنائے۔ تاکہ یہ مجموعہ بآسانی اتمام کو پہونچے!!

چنانچہ اُن ابواب کی تفصیل یہ ہے :۔

باب اول :۔ اِس مین وہ مکتوبات ہین۔ جو خلفاء و سلاطین وقت کی خدمات مین بھیجے گئے۔

باب دوم :۔ اِس مین وہ مکاتیب ہین۔ جو وزراء عصر کو لکھے گئے۔

باب سوم :۔ اِس مین وہ خطوط ہین۔ جو امراء و دانشمندون کو تحریر کیے گئے۔

باب چہارم :۔ اِس مین وہ رسائل ہین۔ جو ائمہ اور فقہاء عصر کے نام جاری ہوے

باب پنجم :۔ چند فصلون پر مشتمل ہے۔ جن مین متفرق نصائح دل پذیر مندرج ہین۔

بابِ اوّل

اِس مین وہ مکتوبات ہین۔ جو خلفا و سلاطینِ وقت کی خدمات مین بھیجے گئے۔

تمہید

واضح ہو کہ صدر سعید حجۃ الاسلام (اکرمہ اللہ برضوانہ) نے اوائل عمر اور اپنی ترقی کار کی ابتدا مین۔ جبکہ نیشاپور مین طالب علمی کرتے تھے۔ اپنی تعلیق* مین سے چند مختصر اصول علٰحدہ منتخب کرکے اُن کو "المنخول فی تعلیق الاصول"[2] کے نام سے موسوم فرمایا۔ اور اِس کتاب کے آخر مین تقریبًا دس ورق مذہب احناف کی برائیون کے متعلق از قسم طہارت و نماز۔ اور غصب و سرقہ۔ اور قصاص وغیرہ سے جو اُن کی دانست مین لائق اعتراض تھین۔ جمع کر دین[3]۔ جب اصحاب رائے کی ایک

---

* اثناء درس مین تلامذہ اپنے اساتذہ کی تقریر کو بطور یادداشت جو قلم بند کر لیا کرتے ہین اُس کو تعلیق کہتے ہین ۱۲

۳ اِس موقع پر علامہ شبلی کی الغزالی کا صفحہ (۳۰) مع متن اور فٹ نوٹ قابل ملاحظہ ہے ۱۲

جماعت نے اِن اوراق کا مطالعہ کیا۔ تو بتقاضائے فطرت اُن کو اشتعال پیدا ہوا چنانچہ حنفی گروہ کے ساتھ شافعیہ اور مالکیہ زمرہ کے بھی بہت سارے لوگ شامل ہو گئے۔ اور حجۃ الاسلام پر بہت سارے الزام قائم کر کے سلطان اسلام (یعنی **سنجر بن ملک شاہ سلجوقی**+) کے دربار مین حاضر ہوے۔ اور عرض کیا۔ کہ حجۃ الاسلام۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان مین طعن و تشنیع کرتے ہین۔ اور آپ کے متعلق اُنہون نے برائیون کا ایک انبار جمع کر رکھا ہے۔ اور نفس اسلام کے متعلق بھی اُن کو سوءِ ظن ہے۔ بلکہ نیچریانہ اور ملحدانہ خیالات رکھتے ہین۔ اور اُن کی تمام کتابین انھین واہی خیالات کی تائید سے بھری پڑی ہین۔ اور اُنہون نے مکرو اباطیل کو اسرارِ شریعت کے ساتھ مخلوط کر دیا۔ اور مجوسیون کی طرح حق تعالیٰ کو نورِ حقیقی کہتے ہین۔ اور اسی مخالف پارٹی نے **مشکوۃ الانوار** کی تھوڑی سی عبارت کو اُلٹ پلٹ کر کے سلطان اسلام کے ملاحظہ مین پیش کیا۔ اور (غالباً شاہی مصاحبون مین سے) ایک مغربی کو بھی اُنہون نے اپنا ہم آواز بنالیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ حجۃ الاسلام نے امام مالک۔ اور قاضی ابوبکر باقلانی پر بھی بہت کچھ لے دے کی ہے۔ اور قاضی صاحب کی معمولی لغزشون پر سختی سے نوٹس لی ہے۔ یہان تک کہ قاضی صاحب بھی حجۃ الاسلام سے کشیدہ اور اُن کے مخالفین کے ہمصفیر ہو کر اُنہون نے جملہ ارکین دولت کو اپنے موافق بنالیا۔ اور جس نے اِن واقعات کو یک طرفہ سُنا۔ وہ بھی انھین کی گانے لگا (مثل مشہور ہے

+ سلجوقی خاندان کو جناب حضرت امام ابوحنیفہ کوفی صوفی رحمہ اللہ کے ساتھ نہایت حسنِ عقیدت تھے۔ آپ کے مزار پر انوار پر اول اِسی خاندان نے گنبد اور روضہ تعمیر کرایا تھا۔ رحمہم اللہ ۱۲ مترجم عفی عنہ

"تنہا پیش قاضی روے راضی آئی" اس مجموعی حملہ کا یہ اثر ہوا۔ کہ سلطانِ عالم برہم ہوگئے۔ اور حجۃ الاسلام سے مواخذہ کرنے پر تل گئے۔ اور بذریعۂ قاصد طلبی کی گئی۔ صدر سعید نے شاہی دربار کی حاضری سے پستی کی۔ اور چند عذرات لکھکر سلطان کے پاس بھیجدیئے۔ چنانچہ وہ نامہ حسب ذیل ہے+۔

نامۂ حجۃ الاسلام بنام ملک اسلام

حق تعالیٰ ملک اسلام کو دنیوی سلطنت کی بدولت پھلا پھولا رکھے! اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت کی بادشاہت بھی عنایت فرمائے! تاکہ روے زمین کی بادشاہت اُس کے مقابلہ مین حقیر اور مختصر ہو جائے۔ کیونکہ کار آمد چیز اخروی بادشاہت ہی ہے۔ اس لیے کہ روے زمین کی سلطنت صرف مشرق سے مغرب ہی تک محدود ہے۔ اور دنیا مین انسان کی عمر اکثر حالات مین سَو سال سے زائد نہین ہے۔ (حالانکہ فی زماننا یہ امید بھی یاس کی حد کو پہونچ چکی ہے) اور یہ تمام روے زمین بمقابلہ اُس بادشاہت کے جو حق تعالیٰ کسی بندہ کو آخرت مین عنایت فرمائیگا۔ ایک مٹی کے ڈھیلے کے برابر ہے۔ اور اس روے زمین کے تمام بلاد و ممالک اُس حقیر ڈھیلے کی گرد و غبار کی حیثیت رکھتے ہین۔ پس سمجھنا چاہیئے۔ کہ ایک ادنیٰ ڈھیلا اور اُس پر کی گرد۔ ان دونون کی کیا قیمت ہوسکتی ہے؟ اور دوامی سلطنت اور جاودانی حکومت کے مقابلہ مین صد سالہ عارضی اور موہوم قیام کی کیا مقدار ہوگی۔ جو خوشی و فرحت کا

+ اس قصہ کو علامہ شبلی نے نہایت لطیف پیرایہ سے تحریر فرمایا ہے۔ دیکھو الغزالی صفحہ ۲۹ تا ۳۴ مطبوعہ حیدرآباد دکن شمسی پریس ۱۲ مترجم عفی عنہ

موجب ہو سکے۔ پس جیسا کہ آپ کا اقبال و دولت، اور خاندانی شرافت بلند پیمانہ پر درخشاں ہے۔ ویسے ہی آپ کو ہمت بھی بلند رکھنی چاہیئے۔ اور حق تعالی سے جاودانی بادشاہت کے سوا قناعت نہ فرمانی چاہیئے۔ ؎

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو +

گو یہ امر اور ون پر مشکل ہے۔ لیکن (ہمارے مخاطب) مشرقی (زمان روا) پر نہایت ہی سہل و آسان ہے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہین کہ:۔

"سلطانِ عادل کی یک روزہ منصفانہ کارروائی ساٹھ سالہ عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے" پس جبکہ حق تعالی نے دولت کے وہ اسباب آپ کو عنایت فرمائے ہین۔ جن کو دوسرے لوگ اپنے لئے ساٹھ سال مین بدقت فراہم کر سکتے ہین۔ اور آپ صرف ایک دن مین۔ تو اقبال و دولت اِس سے زیادہ اور کیا ہوگا !!

اب دنیا کا حال بھی سمجھ لیجئے۔ تاکہ آپ کی نظر مین اس کا بھی اختصار ہو جائے۔ **بزرگان دین نے ایسا فرمایا ہے**:۔ کہ دنیا اگر سنہرے کٹورے کی طرح ہوتی۔ اور باقی نہ رہتی۔ اور آخرت کاسۂ سفالی کے مانند دیرپا ہوتی تو عقلمند اس باقی رہنے والے مٹی کے پیالے کو اُس نابود ہونے والے طلائی جام پر ضرور ترجیح دیتا۔ حالانکہ معاملہ بالکل اِس کے برعکس ہے۔ کیونکہ دنیا کی کیفیت کوزۂ سفالی کی سی ہے جو ذرا سی بے احتیاطی سے چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کی حقیقت زرین

+ یہ شعر اور آیندہ بھی موقع بموقع مترجم نے اپنی جانب سے بڑھا دیئے ہین۔ کتاب زیر ترجمہ مین نہین ہین اِس لیے اُن کا ترجمہ نہین کیا گیا۔ ۱۲۔ منہ

پیالے کی طرح ہے جو ہرگز نہیں ٹوٹ سکتا۔ پس وہ شخص کیسے عقلمند ہو سکتا ہے جو اس فانی دنیا کی خاطر اپنی دنیا کو پیش کرے۔ اور اس کے تمام بے ضرورت عارضی ساز و سامان اپنے ملاحظہ میں رکھے۔

اے جہان پناہ! آج آپ اپنے قلمرو کے ایک ایسے حصہ میں بہ تقریب دورہ تشریف فرما ہیں۔ کہ وہاں ایک گھڑی بھر آپ کا عدل و انصاف کے ساتھ کام فرمانا صد سالہ عبادت کی برابر ہے۔ پس شہر طوس کی رعایا پر رحم فرمایئے۔ کہ ان چار دن سے بہت سی ظلم کی سختیاں جھیلی ہیں۔ اور یہاں کی زراعت پالے کی شدت اور پانی کی قلت سے تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ اور پرانے پرانے درخت جڑ پیڑ سے خشک ہو گئے۔ اور کاشتکاروں کے پاس ہڈی چمڑے اور اپنے بال بچوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہا۔ اور ان کی افسوسناک یہ حالت ہے۔ کہ سردی سے بچنے کے لیئے راتوں کو اپنے بال بچوں سمیت تنوروں میں پڑے رہتے ہیں۔

اے شاہ کامران! آپ ہرگز ایسا حکم صادر نہ فرمائیں۔ کہ ان غربا کا رہا سہا پوست بھی اُتار لیا جائے۔ اگر اس نازک وقت میں ان سے کسی قسم کا سرکاری مطالبہ ہوگا۔ تو یہ بیچارے ہائے واویلا کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اور پہاڑوں میں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ اور کل قیامت میں ان کا پوست آپ کی گردن کا ہار ہوگا!!

عرض حال۔ اے بادشاہ اسلام! اس دعاگو کی (۷۵) سالہ عمر گذر چکی جس میں چالیس سال میں نے دریائے علم میں غواصی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا کلام اہتمام روزگار کی آتھا ہ سے بڑھ نکلا۔ سلطان شہید (یعنی **ملک شاہ سلجوقی**) کے زمانہ خلافت میں میں نے ۳ سال تک صدارت کی

گزران کی - اور اصفہان و بغداد مین اُن کی بہت ساری عنایتین میرے شامل حال رہین + - کئی بار اہم امور سلطنت مین سلطان اور امیر المؤمنین کے مابین سفیر رہا - اور علوم دین مین تقریبًا (۷۰) کتابین تصنیف کین ++ - پس دنیا کے سیر باغ جیسے کہ دیکھنے چاہیئے تھے - دیکھ چکا - اور سیر ہو کر ان سب سے اب بالکل کنارہ کش ہو چکا ہون -

مدتون بیت المقدس اور مکہ معظمہ مین قیام پذیر رہا - اور حضرت ابراہیمؑ کے مزار پر انوار پر مین نے یہ عہد کیا ہے - کہ اب آیندہ مین کبھی کسی سلطانی دربار مین حاضر نہ ہون گا - اور کسی بادشاہ سے (از قسم عطایا و تنخواہ وغیرہ)

+ ملک شاہ اپنے باپ الپ ارسلان کے بعد ۴۶۵ھ مین تخت نشین ہوا اور ۴۸۵ھ مین وفات پائی - اس زمانہ مین حکومت سلجوقیہ انتہائی شباب پر پہونچ گئی تھی - جو یہ تمام رونق نظام الملک کی وزارت کی بدولت تھی - انہین کی حسن تدبیر سے ملک شاہ کو تاج و تخت نصیب ہوا تھا - نظام الملک ایک علم دوست اور علما کا نہایت قدردان شخص تھا - امام الحرمین کے انتقال کے بعد نظامیہ کی صدارت پر اسی نے امام غزالی کو مامور کیا - اس وقت امام صاحب کی عمر (۳۴) سال کی تھی اس عمر مین اس فخر کا حاصل کرنا امام صاحب کے سوا اور کسی کو نہین حاصل ہوا - ۱۲

++ علامہ شبلی نے الغزالی مین آپ کی تصنیفات کی ردیف وار فہرست دی ہے جس کے لحاظ سے آپ کی تصنیفات کی تعداد (۸۰) تک پہونچتی ہے جس مین یاقوت التاویل فی التفسیر کی (۴۰) جلدین بتلائی ہین - (حیات ذات) مین ان کتابون کے علاوہ ایک نام تلبیس ابلیس بھی ہے - ان دنون مطبع فاروقی دہلی مین ایک ضخیم کتاب اسی نام کی مترجم اردو طبع ہوئی ہے - جو علامہ جوزی کی طرف منسوب ہے - جس مین اُنہون نے امام صاحب پر خوب دل کھول کر حملے کیے ہین ۱۲ مترجم عفی عنہ

کچھ نہ لون گا۔ مناظرہ اور مباحثہ نہ کرون گا۔ چنانچہ اسی عہد و پیمان کا بارہ سال سے پابند ہون۔ اور امیر المومنین اور دیگر سلاطین نے دعاگو کو معذور رکھا۔

اب سُنا گیا کہ مجلس عالی سے میری حضوری کے لیے اشارہ فرمایا گیا ہے۔ بتعمیل حکم مشہد رضا مین آچکا ہون۔ مگر عہد خلیلی کی محافظت کی غرض سے لشکرگاہ (یعنی شاہی دربار) مین نہین آسکتا۔ اور اِس مشہدِ مقدس مین عرض کرتا ہون۔ کہ اے فرزند شفیع! آپ میری سفارش فرمائین۔ تا حق تعالیٰ ملک اسلام کو دنیوی سلطنت مین اپنے آبا و اجداد سے بھی بلند مرتبہ فرمائے۔ اور آخرت مین حضرت سلیمان علیہ السلام کے مرتبہ کو پہونچائے۔ کہ وہ بادشاہ بھی تھے۔ اور پیغمبر بھی۔ اور آپ کو ایسی توفیق دے کہ آپ میرے اُس ابراہیمی عہد کی حرمت کو محفوظ رکھین۔ اور ایسے شخص کے دل کو جس نے کہ خلائق سے اپنا مُنھ پھیر لیا ہے۔ اور خدا کی طرف متوجہ ہوچکا ہے۔ پریشان نہ کرین۔

لہٰذا مین نے اپنی دانست مین اسی کو قرینِ مصلحت اور پسندیدہ سمجھا کہ اصالتہً مجلس عالی مین حاضر ہونے کے بجاے۔ اس عریضہ کو ارسالِ خدمت کرون۔ کیونکہ اصالتہً حاضری ایک بیہودہ سی رسم ہے۔ اور اس عریضہ کی ترتیب راستبازی کا پہلو لیے ہوے ہے۔ پس اگر میری یہ جرأت پسندیدہ نظر سے ملاحظہ فرمائی گئی۔ تو میرے خوشا نصیب!! اور اگر اِس کے برخلاف حکم صادر ہوگا۔ تو مین عہد شکنی کی ذمہ داری سے بری ہو جاؤن گا۔ کیونکہ اضطراری حالت مین سلطانی فرمان کی تعمیل لازم ہو جاتی ہے۔ اور ضرور مجھے اُس کی پابندی کرنی ہو گی۔

حق تعالیٰ جہان پناہ کی زبان اور دل پر لیسے امر کا القا کرے - کہ فردائے قیامت اُس سے شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے - اور آج نفس اسلام کو اُس کی وجہ سے کسی قسم کا ضعف اور انحطاط نہ پہونچے - (انتہیٰ کلامہ الشریف)

اس نامہ کے پہونچنے کے بعد ملک اسلام کے خیالات کی کایا پلٹ - اور معاندین اور امام صاحب کے ارشد تلامذہ کی باہمی گفتگو حسب ذیل ہے -

جب درباریون نے امام صاحب کا یہ مرکا تیہ سلطان اسلام کے ملاحظہ مین گزرانا - تو وہ اپنے بیجا خیالات سے باز آکر فرمانے لگے - کہ اب تو اس کی ضرورت ہے - کہ مین امام صاحب سے ملاقات کرون - اور جبکہ وہ مشہد مقدس مین موجود ہین - اور شاہی کیمپ کے راستہ مین نہ تو لمبی گھاس وغیرہ حارج ہے - اور نہ زیادہ مسافت ہی واقع ہے - پس اُن کا یہان تشریف لانا وقت طلب نہین ہے - اُن کو ہر حال مین یہان حاضر ہونا چاہیئے - تاکہ مین خود اُنھین دیکھون - اور اُن کا بیان سُنون - اور صفائی کے لیے اُن کے اعتقادات کو سمجھکر حاسدین او متعصبین کو زجر و توبیخ کرسکون -

اسی اثنا مین متعصب جماعت کے چند زبردست علما شاہی دربار کے قریب تک جمع ہو چکے تھے - اور کہہ رہے تھے - کہ امام صاحب کو مجبور کرنا چاہیئے - تاکہ وہ یہان حاضر ہون - اور ہم اُن سے مناظرہ کرین - اور اُن کی تقریر سنین - اور وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکین - لیکن سلطان تک اُن کی رسائی نہ ہونے دینا چاہیئے ورنہ وہ گھڑی بھر مین اپنی ذاتی وجاہت

اور چکنی چپڑی باتون سے سلطان کو لٹو بنالین گے۔

اسی حیص وبیص مین ائمہ طوس کی ایک جماعت شاہی دربار مین پہونچی اور گفت وشنید کے بعد حجۃ الاسلام کے مخالفین حکماً حاضر کیے گئے۔ ائمہ طوس نے اُن سے کہا۔ کہ ہم حجۃ الاسلام کے ادنیٰ شاگرد ہین۔ اُن کی تصانیف وغیرہ مین آپ کو جو کچھ شبہہ اور اشکال ہو۔ ہم سے اظہار فرمایئے۔ تاکہ آپ کی تشفی کردی جائے۔ اگر اتفاق سے ہم لاجواب ہوجائین گے۔ تب ہم امام صاحب سے اُسمین استمزاج کرکے اُس اشکال کو رفع کردین گے۔ لیکن تم اس منصب ورتبہ کے ہرگز نہین ہو۔ کہ امام صاحب سے مناظرہ کرسکو۔ جبکہ تم اُن کے شاگردون سے لگّا نہین کھاسکتے۔ پس جب متعصبین نے یہ باتین سنین تو ہکّے بکّے سے ہوگئے۔ اور دوبارہ پیشگاہ سلطانی مین حاضر ہوکر کہنے لگے کہ حجۃ الاسلام بڑے ذی قیح اور آبرودار بزرگ ہین۔ اور اُن کی وجاہت اُسی وقت ظاہر ہوگی۔ جبکہ وہ ہم سے مناظرہ کرین۔

تب ختم حجت کے لیے سلطان نے (اپنے وزیر) **معین الملک** سے فرمایا۔ کہ حتمی طور پر امام صاحب کو مجبور کرنا چاہیئے تاکہ وہ شاہی تخت کے سامنے حاضر ہون۔ اور ہم بھی اُن کی دھوان دھار تقریر سنین۔ پس اُس وقت اگر مناظرہ کی حاجت ہوگی توہم اُنھین حکم دین گے۔ ورنہ معافی کی درخواست کرکے بکمال عزت اُن کو واپس کردین گے۔ ناچار نواب معین الملک نے شاہی چوبدار کو امام صاحب کی طلبی کے لیے مشہد مقدس مین بھیجا۔ اور یہ کہلایا۔ کہ لازمی طور پر آپ کو یہان تشریف فرما ہونا چاہیے۔ چنانچہ بامتثال فرمان شاہی آپ لشکرگاہ مین پہونچکر نواب ممدوح کے مکان مین داخل ہوے اور نواب معزنے آپ کو سلطان کی خدمت مین پیش فرمایا۔ سلطان نے جب آپ کو

دیکھا۔ تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ اور تخت کے کنارے بٹھلایا۔ شاہی رعب کی وجہ سے آپ کے جسم مبارک مین کچھ لرزہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک قاری صاحب جو آپ کے ہمراہ تھے۔ اُن کو آپ نے اشارہ فرمایا۔ کہ کچھ شروع کیجئے۔ اُنھون نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑہی:۔

"الیس اللہ بکاف عبدہ"	"کیا خدا اپنے بندہ کے لیے کافی نہین ہے؟"

امام صاحب نے فرمایا ہان! اور معاً وہ خوف بالکل آپ سے جاتا رہا۔ اور آپ نے پُرزور تقریر شروع کی۔ اور یہ مضمون آپ نے سلطان کے مواجہ مین بیان فرمایا:۔

وہ تقریر جو امام حجۃ الاسلام نے ملک اسلام کے سامنے فرمائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے۔ اور سیدنا محمد جو اُس کے رسول ہین اُن پر۔ اور اُن کی آل طاہر، اور تمام خدام پر رحمت کاملہ نازل ہو۔ اور آخرت کا عمدہ حصہ پرہیزگارون ہی کے لیے ہے۔ اور فرداے قیامت ظالمون کے سوا۔ اور کسی پر زیادتی نہ ہو گی۔

ہمارے ملک الاسلام سلامت باکرامت رہین!!

شاہی دربار مین علماے اسلام کا دستور اور طریقہ یہی رہا ہے۔ کہ وہ اپنی ابتدائی تقریر کو چار حصون پر تقسیم کیا کرتے ہین۔ دعا، ثنا، نصیحت، ترقی درجات لیکن میرا مسلک و مذہب یہ ہے۔ کہ شب تاریک مین بحالت تنہائی بادشاہ وقت کے حق مین نہایت ہی پوشیدہ طور پر دعا کرنا زیادہ بہتر ہے۔

کیونکہ جو مدح وثنا رکہ علانیہ کی جاے گی - اُس مین کچھ نہ کچھ ضرور ریا کا میل رہیگا - اور حق تعالی کی جناب مین جس عمل مین کہ خلوص نہ ہو - وہ نامقبول ہے - لیکن اس پر جلال شاہی دربار کی تعریف کی مثال آفتاب کی سی ہے کہ وہ اپنی تعریف سے بالکل مستغنی ہے - یہی وجہ ہے کہ اُسکی بلندی اور روشنی کو آنکھ سے نہین دیکھ سکتے - بلکہ صرف اُنگلی سے اشارہ کردیا کرتے ہین اور قاعدہ ہے کہ جب کسی کا حُسن انتہائی ترقی کے زینہ پر پہونچ جاتا ہے - تو مشاطہ اور دلالہ کی کساد بازاری ہوجاتی ہے - اور اُس کا دکھلانے والا ہاتھ بیکار سا رہ جاتا ہے - یون سمجھیے - کہ کسی کی تعریف کرنے سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے - کہ اُس کے کاروبار کو رونق اور جلا دی جاوے - یا جو اچھی باتین اور خوبیان ممدوح مین نہ ہون - اُن کا وجود اُس کے متعلق ثابت کیا جاوے - کہ آپ ایسے - اور ویسے - لیکن ہم ایسے دربار کی تعریف مین کیسے مبالغہ کرسکتے ہین - کہ دنیا مین جس قدر بڑائیان، اور بلند پایان، اور اعلی مدارج جس کسی کو کہ حاصل ہین - وہ اِسی دربار پر انوار کا صدقہ ہے - پس اگر ضرورت ہے - تو صرف دو اہم امور کی - ایک "**نصیحت**" دوسرے "**عرض حاجت**" پس "**نصیحت**" وہ وسیع ملک ہے - جس کا فرمانِ عنایت نشان علماء اسلام بیشگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا نہین لکھ سکتے - چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہین - کہ :-

ترکت فیکم واعظین صامتًا وناطقًا الصامت الموت - والناطق القراٰن ۃ	"اے لوگو! مین تم مین دو واعظ چھوڑتا ہون جن مین ایک تو بالکل خاموش ہے اور دوسرا بولتا چالتا - واعظ خاموش موت ہے - اور واعظ گویا قرآن مجید ہے"

پس اے دربار والو! تم غور کرو - کہ واعظ خاموش اپنی زبان حال سے کیا کہہ رہا ہے - اور واعظ گویا اپنی زبان مقال سے کیا فرما رہا ہے؟

یاد رکھو! مرگ خاموش کہہ رہی ہے - مین تمہاری گھات مین ہون - اپنی کمین گاہ سے یکایک حملہ کر بیٹھون گی - اور کسی کو خبر کرنے کے لیے پہلے سے نہ بھیجون گی - اگر تم میری کارگزاری دیکھنا چاہتے ہو - تو مین تم سے کچھ نہین کہہ سکتی کہ تمھارے ساتھ میرا کیا سلوک ہوگا (جو کچھ ہونا ہے وقت ہی پر دیکھا جا ئیگا)

پس بادشاہون کو چاہیئے - کہ اگلے بادشاہون کی طرح غفلت مین نہ پڑے رہین - اور امیرون کو چاہیے - کہ امرائے سابقہ کے جیسی بیہودگی نہ اختیار کرین۔ **سُلطان ملک شاہ** اور **الپ ارسلان** اور **طغرل بیگ** رحمہم اللہ اپنی قبرون مین بزبان حال فریاد کر رہے ہین - کہ اے پادشاہ! اے ہماری آنکھون کی ٹھنڈک! اے فرزند عزیز! ہوشیار! خبردار!! اگر تمہین اس کا علم ہو جائے - کہ ہم کس حالت پر پہونچائے گئے ہین - اور کیسے دہشتناک واقعات کا ہمین سامنا ہو رہا ہے - تو تم اس حال مین - کہ ایک شخص تمھاری رعایا مین ننگا بھوکا رہے - ایک رات بھی پیٹ بھر کھانا نہ کھا سکوگے - اور اپنی خواہش کے موافق ایک کپڑا بھی نہ پہن سکوگے - تم ایک خزانہ نہ رکھ سکوگے - مگر قیامت کے دن وہ تمہارے سامنے پیش کیا جائیگا اور تمہاری بد اعمالیان تمہین دکھلائی جائینگی - قرآن کی نصیحت یہ ہے:-

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۵ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۵

"تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی - وہ اُس نیکی کو بچشم خود دیکھ لے گا - اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ اُس بُرائی کو بچشم خود دیکھ لے گا"!

حدیث شریف مین ہے۔ کہ دن رات کے (۲۴) گھنٹے ہین ۔ قیامت کے دن (۲۴) گھنٹون کی کارگزاریان ہر ایک بندے کے آگے پیش کی جائینگی ۔ جو گھنٹے ۔ کہ اُس بندہ کی طاعت و عبادت کے ہون گے ۔ وہ نہایت بیش بہا اور منور خزانہ کی شکل مین دکھلائین گے ۔ جسے دیکھکر وہ شخص اس قدر خوش ہوگا ۔ کہ آٹھون بہشتین اُس کے سامنے ہیچ ہو جائینگی ۔ کیونکہ اس کی بدولت اُس کو حق تعالیٰ کی خوشنودی کی بشارت ہوگی ۔ اس کے بعد دوسرا کم درجہ کا خزانہ پیش کیا جائیگا ۔ جو کہ اُس کی غفلت اور نیند اور جائز امور مین مصروفیت کی گھڑیون سے متعلق ہوگا ۔ جسے دیکھکر بے انتہا حسرت و ندامت ہوگی ۔ اور وہ شخص کہے گا ۔ افسوس! میرے یہہ گھنٹے بھی پہلے گھنٹون کی طرح کیون نہ ہوے ۔ اس کے بعد وہ ساعتین سامنے لائی جائینگی جن کو دنیا مین بداعمالیون کے ساتھ اُس نے برباد کیا تھا ۔ جنھین دیکھنے کے ساتھ اتنا خوف و ہراس اُس پر طاری ہوگا ۔ کہ بے ساختہ اس کی زبان سے نکل پڑے گا ۔ "کیا اچھا ہوتا! جو مین دنیا مین پیدا ہی نہ ہوتا !!

اے جہان پناہ! آپ نے دنیا کی دولت، اور لشکر اور خزانے بہت سارے جمع فرمائے ہین ۔ اسی طرح آخرت کے لیے بھی وہان کی مدت قیام کے لحاظ سے ساز و سامان فراہم کیجئے ۔ دنیا کا عارضی قیام تو ظاہر ہی ہے ۔ کہ کتنا ہے؟ ممکن ہے کہ ایک دن کے لئے ہو ۔ یا دم بھر سے زیادہ نہ رہا ہو ۔ لیکن آخرت کے قیام کی کوئی انتہا ہی نہین ہے ۔ اگر زمین و آسمان کے مجموعی (۱۴) طبقون کو غلہ باجرا سے بھر دین ۔ اور ایک پرندہ سے یہ کہا جائے ۔ کہ وہ ایک ایک ہزار سال کے بعد صرف ایک دانہ سے زیادہ نہ کھایا کرے ۔ تب بھی ایک وقت ایسا آئیگا ۔ کہ یہ کثیر غلہ ختم ہو جائیگا ۔

لیکن وہ زمانہ جو اَبَدِ ہی کہلاتا ہے۔ اُس کا اختتام ممکن ہی نہین پس خزانہ کو مدت کے لحاظ سے مہیا رکھنا چاہیئے۔

اور یہ بھی سمجھ لیجیے کہ کوئی ایسا بندہ نہین ہے۔ جس کو دوزخ پر سے ایک ساعت تک لیے گذرنے کا اتفاق نہ واقع ہو۔ وہ ضرور راستہ مین پڑیگی اور آخرت کی ایک ساعت دنیا کے سات ہزار سال کے برابر ہے۔ اور پھر یہ گھڑی بھر کی دوزخ پر کی گذر اُس کے لیے ہی جس کا کہ ایمان سلامت رہا ہے اور اس کے لیئے بھی آپ تیار و آمادہ رہین۔ کہ **ایمان** ایک درخت ہے جو اطاعت و فرمان برداری کے پانی سے نشو ونما پاتا ہے۔ اور اُس کی جڑ عدل ہے۔ اور یاد الٰہی کی مداومت سے وہ مضبوطی پکڑتا ہے۔ اور جب اس اہتمام سے اُس کی پرورش نہین کی جاتی۔ تو افسوس! کہ ایسا ایمان موت کی سکرات کے وقت گر پڑتا ہے۔ کیونکہ اُسے جڑ ہی نہین ہوتی۔

ایک اور "**وصیت**" بھی مجھ سے قبول فرمایئے۔ کہ کلمۂ طیبۂ لا الٰہ الا اللہ کو آپ ہمیشہ ورد زبان رکھین۔ اور وہ بھی اس طرح کہ کوئی سُن نہ سکے۔ عام اس سے کہ آپ سیر و شکار مین مصروف رہین۔ یا تخت پر جلوہ فرما ہون یا خلوۃ خاص مین تشریف رکھتے ہون۔ ایک ساعت بھی اس ورد سے خالی نہ رہین کیونکہ ایمان کی مضبوطی اسی کی بدولت ہے۔

اور اے شاہِ باوقار! ممکن ہے کہ آپ عذاب آخرت سے مخلصی پالین۔ لیکن قیامت کے سوال سے رہائی نہین پا سکتے (کیونکہ نحوائے حدیث نبویؐ یہ ہے کہ)

كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته	"تم سب چرواہے (یعنی حاکم) ہو۔ اور تم سب اپنی اپنی رعایا سے قیامت کے دن پوچھے جاؤ گے"

اگر کل قیامت کے دن آپ کو حوالات مین دیدین - اور یہ سوال ہو - کہ ہم نے ایک ملک مین اپنے بندون پر - اور لا الٰہ الا اللہ کے کہنے والون پر تمھین حاکم بنایا تھا - اور ما سوا اِس کے کچھ گھوڑے - خچر - اور مویشی وغیرہ بھی دیے تھے - تم نے اپنا دلی میلان اِن جانورون ہی مین لگا رکھا حتیٰ کہ جو جنگل زیادہ سبز و شاداب ہوتا تھا - وہ اِن کا چراگاہ بنایا جاتا تھا - اور ہمارے بندون کی خبر گیری سے تم غافل رہتے تھے - کیون تم نے ہماری بارگاہ کے عزیزون کو اپنے گھوڑے خچرون سے ذلیل درجہ مین رکھا ؟ باوجودیکہ ہم فرما چکے تھے - کہ ہماری بے نیاز بارگاہ مین مومن کی عزت کعبہ سے بھی زائد ہے فرمایئے کہ اِس سوال کا جواب آپ کے پاس کیا ہے + ؟

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت مین چال تھا - کہ ایک مرتبہ اندھیری رات مین کسی غریب کا اونٹ گم ہو گیا - تو آپ ننگے سر

+ امام صاحب کے اِس مخاطبہ کو تو صدیان گذر چکین - حالانکہ اُس زمانہ مین خدام شریعہ اور اللہ والے لوگ بڑی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے - اور شاہی اور امرای مراعات بہت کچھ اُن کے شامل حال رہا کرتی تھین - فی زماننا اسلامی سلطنتون اور جاگیرات وغیرہ مین علما و صلحا جس نظر سے دیکھے جا رہے ہین - وہ نہایت ہی عبرت خیز ہے - سائیس اور کوچبین اور موٹر ڈرایورون کی تنخواہون سے اگر امامان و مؤذنانِ مساجد وغیرہ کی تنخواہون کا مقابلہ کیا جاسے - تو زمین و آسمان کا فرق اور پورب پچھم کا تفاوت نظر آئے گا - فاعتبروا یا اولی الابصار ؏

کون سنتا ہے فغان درویش + قہر درویش بجانے درویش ۱۲ مترجم عفی عنہ

اُس کی تلاش مین دوڑتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ :-

لو ترک جربا علی سیفة الفرات ولم یطلاء بالدھن لمسئول عنها یوم القیامة

"اگر کوئی دریائے فرات کے کنارے اپنا خارشتی اونٹ (لاپروائی سے) چھوڑدیگا اور اُس کو تیل کی مالش نہین کرے گا۔ تو کل قیامت کے دن مجھ سے اُس کی پرسش ہوگی"

چنانچہ آپ کے انتقال سے بارہ سال بعد کسی صحابی نے بدین حال آپ کو خواب مین دیکھا۔ کہ آپ کسی اہم کام سے فارغ ہو کر بعد غسل سفید پاکیزہ لباس زیب تن فرما رہے ہین۔ انھون نے پوچھا۔ کہ یا امیرالمومنین! حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ کہ یہ تو بتاؤ۔ دنیا چھوڑے ہوے مجھے کتنا عرصہ گزرا۔ اُن صحابی نے کہا۔ کہ بارہ سال۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ کہ اب تک مین حساب و کتاب مین پھنسا ہوا تھا۔ اگر حق تعالیٰ کریم و رحیم نہ ہوتا۔ تو میرے مقدمات کی روداد بگڑ چلی تھی۔ آہ!! +

جب اُس عادل ترین خلق رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔ تو آپ اپنے احوال کو اُس پر سے قیاس فرمالین کہ کیا ہے؟

فی الجملہ طبقۂ ملوک پر پند و نصائح کا راستہ بہت وسیع و کشادہ ہے۔ لیکن مین بادشاہ اسلام پر اِس کو مختصر کرکے ایک تختے (یعنی بورڈ) پر لکھکر آپ کے سامنے رکھدیتا ہون۔ آپ اُس کو کبھی کبھی ضرور ملاحظہ فرمالیا کرین۔ آپ اپنے پدر بزرگوار (ملک شاہ) کے سنجیدہ طریقہ کو اختیار فرمایئے۔ اگر

+ کیمیاء سعادت رکن دوم اصل دہم مین یہ روایت زیادہ صراحت سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی سے نقل کی گئی ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ

آپ کے ارکانِ دولت وغیرہ آپ سے یہ عرض کرین۔ کہ آپ کے والد ماجد فلان کاشتکار سے دس روپے لیا کرتے تھے۔ اب کچھ ڈیفر کرنی چاہیے۔ تو آپ اُن سے فرمائین کہ ایسی زیادتی مین کیسے کردن۔ کیا میرے والد ماجد خدا سے ڈرتے تھے۔ اور مجھے اُس کا خوف نہین ہے؟ وہ عقلمند تھے اور اپنی نیک نامی، اور رعایا کی خوشنودی کو دوست رکھتے تھے۔ کیا مجھ مین ان امور کی صلاحیت نہین ہے؟

اگر آپ کے وزراء و مصاحبین یہ درخواست کرین۔ کہ فلان یہودی (یا نیچری۔ قادیانی۔ وہابی۔ بدعتی۔ وغیرہ) کو اپنے قلمرو سے نکال باہر کیجیے۔ تو اُن کو جواب دیجیے۔ کہ یہ لوگ میرے والد نامدار کے زمانہ حکومت مین یہان تھے یا نہین؟ پس جس دستور و قانون کو کہ وہ قایم فرما گئے ہین۔ کیا مین اُس کو باطل و منسوخ کردون؟ ؎

بزرگش نخوانند اہلِ خرد ۔۔۔ کہ نامِ بزرگان بزشتی برد

اور یہ کلیہ یاد رکھیے۔ کہ جو فرزند اپنے باپ کے قواعد و قوانین مقررہ کا پابند نہ ہوگا۔ وہ عدل و انصاف مین کبھی پورا نہین اترے گا۔ اور اُس کا آخری ٹھکانا جنت نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ پانسو سالہ راہ سے بوئے بہشت کیون نہ سونگھا کرے۔

اے شاہ گیتی پناہ! حق تعالیٰ کی نعمتون کا شکر ادا فرمایئے۔ کہ نعمتین چار ہین (۱) ایمان (۲) عمدہ عقائد (۳) حسنِ صورت (۴) افعالِ حسن ان مین سے صرف چوتھی نعمت یعنی "نکوکاری" آپ کے اختیار مین ہے اور اول الذکر تینون نعمتین خدا کی دین ہین۔ جب حق تعالیٰ نے آپ سے ان ہرسہ نعمتون کو دریغ نہین فرمایا۔ تو آپ بھی اس چوتھی نعمت "بھلائی کی

کو اپنے سے دریغ نہ رکھین - کہ اُن نعمِ ثلثہ پر ناشکری کی زبان دراز ہو -

اور اے امراے نو دولت! جو تم فی الوقت اس شاہی دربار مین باادب کھڑے ہو - اگر تمھاری یہ خواہش ہو - کہ موجودہ دولت ایک دیرپا اور بابرکت دولت بن جائے - تو تم کو چاہیے - کہ اس دولت کے ذریعے ازلی دولت کا امتیاز پیدا کرو - تمھارے صرف یہی ایک بادشاہ نہین ہین - بلکہ دو سلاطین ہین - ایک شاہ خراسان - اور دوسرا شہنشاہ زمین و آسمان - کل قیامت کے دن تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے - اور

عدالتِ الٰہیہ کے کٹھرے مین

تم سے یہ سوال ہوگا - کہ حق نعمت تم نے کیسا ادا کیا؟ بادشاہون کے دل حق تعالیٰ کے خزانے ہین - کیونکہ دنیا مین جو کچھ جزا و سزا کا ظہور ہوتا ہے وہ بادشاہون کے دلون ہی کے ذریعہ سے نفاذ پاتا ہے - حق تعالیٰ فرمائے گا - کہ مین نے اپنے خزانے تمھارے حوالے کیے تھے - اور تمھاری زبانون کو اُن خزائن کی کنجیان بنا دی تھین - پس اُن خزانون کی امانتون کی تم نے حفاظت کی؟ یا خیانت و بددیانتی کا ارتکاب کیا؟

دیکھو! تم مین سے جو کوئی ایک مظلوم و ستم رسیدہ کا حال بادشاہ سے مخفی رکھے گا - اُس کا شمار خائنون اور بددیانتون مین ہوگا - اچھی طرح کان کھول کر سُن لو! اس موجودہ دولت کو بڑی ہوئی چیز صرف شدہ خیال کرو - اور کل قیامت کی شرمندگی و خجلت کو اپنے پر قائم و لازم سمجھو!!

اب ہم اپنے اغراض کا اظہار کرتے ہین - جو صرف

دو ہیں۔ اور اُن میں سے بھی ایک عام اور ایک خاص

غرض عام یہ ہے:- کہ طوس کے لوگ اپنی قسمت کے ظلم سے بالکل پریشان اور از خود رفتہ ہو گئے ہیں۔ جس قدر زراعت تھی۔ سردی اور قلت آب سے تباہ و برباد ہو چکی۔ سو سو برس کے پرانے پرانے درخت خشک ہو گئے۔ لہذا ان لوگوں پر رحم کیجیے۔ تاکہ حق تعالی کا فضل و کرم آپ کے شامل حال رہے۔

افسوس! مسلمانوں کی گردنیں بھوک کی مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جا رہی ہیں۔ کیا اچھا ہو! اگر آپ کے گھوڑوں کی گردنیں زریں جھولوں کے وزن سے نہ ٹوٹیں۔ اور وہ سنہری طوق وغیرہ رعایا کی امداد میں صرف کیے جائیں:۔

غرض خاص یہ ہے:- کہ میں بارہ سال سے خانہ نشین، خلوت گزین اور خلائق سے مُنہ پھیر چکا ہوں۔ نواب **فخر الملک** نے مجھے مجبور کیا۔ کہ نیشاپور میں آنا چاہیے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ موجودہ زمانہ میرے کلام کی برداشت نہیں کرے گا۔ جو شخص اس زمانہ میں سچی بات کہتا ہے۔ در و دیوار اس کی دشمنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں+۔ اور میں نے

+ علامہ شبلی نے الغزالی میں امام صاحب کی مخالفت کا ایک مستقل عنوان قائم کر کے یہ لکھا ہے کہ:- "جیسے آپ کی مقبولیت کے بہت سارے اسباب تھے۔ انہی کی دوش بدوش مخالفت کے بھی کچھ کم اسباب نہ تھے۔ فقہا نے فتویٰ دیدیا تھا۔ کہ آپ کی تصنیفات اور خاصکر احیاء العلوم کا مطالعہ کرنا گناہ ہے۔ اسپین کے علماء نے آپ کی تصانیف بادشاہ وقت کے ملاحظہ میں

دنیا کو اہل دنیا کے حوالے کر دیا ہے۔ تب فخر الملک نے فرمایا۔ کہ ہمارے
بادشاہ سلامت عادل اور انصاف پسند ہیں۔ اور میں اُن کے سامنے تمھاری
مدد کے لیے کھڑا رہوں گا۔ آج یہاں تک نوبت پہونچی۔ کہ میرے متعلق بکثرت
چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اگر میں اِن واقعات کو خواب میں دیکھتا۔ تو کہتا
کہ یہ تو پریشان سے خیالات ہیں۔ لیکن جو مضامین کہ علوم عقلیہ سے
تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کسی کو اُن پر اعتراض ہے۔ تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں
ہے۔ کیونکہ میری تصانیف میں ایسے دقیق اور نازک مضامین بکثرت ملینگے
جن پر کلی عقلیں نہیں پہونچ سکتیں۔ لیکن ہمیشہ سے میرا یہ مسلک رہا ہے۔ کہ ہر
سائل کو اُس کی سمجھ کے موافق تشفی کر کے اِس ذمہ داری سے اپنے تئین
سُبکدوش کر لیا کرتا ہوں۔ جو یہ امر مجھ پر نہایت ہی آسان ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) پیش کر کے یہ راے دی کہ یہ سب جلا دینے کے قابل ہیں۔ چنانچہ
سنہ ۵۰۳ھ میں بمقام مریہ کلہم جلا دی گئیں۔ ابوبکر بن العربی۔ مازری طرطوشی۔ قاضی عیاض
(مصنف شفا) ابن المنیر۔ محدث ابن صلاح۔ یوسف دمشقی۔ بدر زرکشی۔ برہان بقاعی
ابن تیمیہ۔ ابن قیم۔ ابو الولید طرطوشی۔ آپ کے مشہور مخالفین میں سے ہیں۔ علامہ جوزی
نے احیاء کی غلطیوں پر ایک مستقل کتاب موسوم بہ "اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء" لکھی ہے۔
بہر حال آپ امام تھے۔ پیغمبر نہ تھے۔ پیغمبر کے سوا کسی کو عصمت کا رتبہ نہیں حاصل ہو سکتا۔

کہ یار در بکنج سلامت نشست	کہ پیغمبر از خبث دشمن نرست
خدا را کہ مانند و انباز و جفت	ندارد شنیدی کہ ترسا چہ گفت
رہائی نیابد کس از دست کس	گرفتار را چارہ صبرست و بس

مترجم عفی عنہ

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر حملے کرنا جو میری نسبت لوگ مشہور کر رہے ہین - اس بہتان کو مین برداشت نہین کرسکتا۔ بخدائے لایزال+ میرا اعتقاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت معانی فقہ کے نکات مین خواص ترین امت مصطفویہ کا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جس کسی نے اِس عقیدہ کے خلاف مجھ سے یا میری کسی تصنیف سے کوئی استدلال یا استنباط کیا ہے - وہ اِس دعوے مین جھوٹا ہے - اور میرا عقیدہ وہی ہے جس کو مین نے اپنی کتاب "احیاء" مین سیرتِ علماء کے اول حصہ مین بالتفصیل لکھا ہے -

الغرض :- مطلب یہ ہے - کہ یہ حالات آپ پر ظاہر ہو جائین - اور غرض اصلی یہ ہے - کہ مجھے نیشاپور، اور طوس، اور دیگر بلاد کے تدریسی اشغال سے معاف رکھین تاکہ مین اپنی سلامتی کے گوشہ مین خاموش رہون - کہ اب یہ زمانہ میرے کلام و تقریر وغیرہ کا محل نہین ہے ؛

جوابِ مَلکِ اسلام

جب امام صاحب نے اپنی تقریر ختم کی - تو پادشاہ اسلام نے جواب مین فرمایا - کہ ہم کو پہلے ہی سے ایسا اہتمام کرنا چاہیئے تھا - کہ تمام علمائے خراسان وعراق یہان جمع ہوتے - اور آپکی اِس سنجیدہ تقریر کو سنکر آپکے معتقدات کو سمجھتے - اب التماس یہ ہے - کہ آپ اپنی اس تقریر کو اپنے قلم سے لکھدین -

+ امام صاحب نے اِس مقام پر بہت لمبی چوڑی قسم کھائی ہے - جس کے اصلی الفاظ یہ ہین :-
"بالطالب الغالب المدرک المہلک الضار النافع الذی لا الٰہ الا ہو" ۱۲ مترجم عفی عنہ

تاکہ ہمارا معتمد علیہ اُسکو ہمین سُنائے - اور ہم اُسکی ایک ایک کاپی تمام اطراف و
اکناف مین بھیجدین - اور آپکی اِس تشریف آوری کی خبر تمام جہان مین پھیل
جائے - تاکہ لوگ ہمارے اعتقاد کو جو ہمین علماے کرام کے ساتھ ہے
بخوبی سمجھ لین - لیکن تدریس کے عہدۂ جلیلہ سے آپکو معاف کرنا ناممکن
ہے - فخر الملک جو ہمارا ملازم تھا - وہ آپ کو نیشاپور لے گیا - اور ہم آپکے
لیے ایک دار العلوم (یونیورسٹی) قایم کرتے ہین - تاکہ تمام اسلامی علما
ہرسال بتواریخ مقررہ آپ کی خدمت مین حاضر ہون - اور جو جو علمی نکات
اور باریکیان اُنکی سمجھ سے باہر ہون - آپسے سیکھین اور سمجھین - اور جب
کسی کسی نازک مسئلہ مین آپسے مخالفت ہو - وہ صورت سُوال + بنا ہوا آپ کی
مجلس مین حاضر ہو اور آپ اُس کے اِشکال کو رفع فرمائین -

جب بادشاہ اسلام نے آپسے اپنی اس مذکورہ تقریر کے لکھدینے
کی درخواست کی تو آپ دربار سے شہر مین واپس تشریف لائے - طوس
والون نے نہایت تپاک سے آپ کا استقبال کیا - اُس روز ایک بھاری
جشن ترتیب دیا گیا - زر و جواہر آپ پر نثار کئے - حجۃ الاسلام نے اپنی
اس تقریر کو اپنے قلم سے تحریر فرما کر بادشاہ کی خدمت مین بھیجدیا - فرمان
صادر ہوا کہ وقت مقررہ پر سُنائی جائے - اِسکے بعد بادشاہ سلامت
شکار کو تشریف لے گئے - اور بعد فراغ دن کے آخر حصہ مین شکار مین سے
کچھ تحفہ امام صاحب کو ارسال فرمایا - آپنے اِس شاہی عنایت کے شکریہ

+ اصل عبارت یہ ہے "چو اگر کسے را با تو خلاف شد دست و دندان کنان پیش تو آید" دندان کنان
کا ترجمہ صورت سُوال کیا گیا ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ

مین ایک کتاب نصیحۃ الملوک کے نام سے تصنیف کر کے جہان پناہ کی خدمت مین بھیجی - یہ کتاب انواع و اقسام کی پند و نصایح سے مملو - اور عدل و انصاف کی ترغیب و تحریص مین نہایت بے نظیر اور لاجواب ہے -

حجۃ الاسلام نے اپنے قلم سے کسی کتاب کے آخر مین لکھا تھا - کہ اس جزو مین ایک فصل ملک اسلام کی نصیحت کے متعلق ہے - اور اس تحریر کا اتفاق ۴۹۹ھ مین غزالی سے باصرار کرایا گیا - چونکہ بارہ سال سے مین نے عزلت اختیار کر لی تھی - اور دادو یہ خمول کو اپنے پر لازم کر لیا تھا - بتعمیل فرمان شاہی یہ باتین لکھدی گئین -

باوجودیکہ حجۃ الاسلام نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ شاہی عنایات سے سرفراز ہو کر شہر طوس مین مراجعت فرما ہوے - اور مخالفین نے شاہی دربار مین جب ان کا وہ احترام دیکھا تھا - تو حد درجہ خجالت زدہ اور شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو کر روپوش ہو چکے تھے - اسپر بھی انھین چین نہ آیا - اور ایک مفسدین کی جماعت پھر آمادۂ پیکار ہوئی - اور جبکہ آپ خانقاہ طوس مین تشریف فرما تھے - کج بحثی کے لیے آدھمکی - اور کہنے لگے - کہ چند سوالات ہین - اگر آپ اجازت دین تو عرض کیے جائین - آپنے فرمایا کہ شوق سے انھون نے کہا آپ کس مذہب کے پیرو ہین ؟ جواب ملا کہ :-
معقولات مین میرا مذہب دلیل ہے - اور پھر وہ دلیل جسکو عقل قبول کرے -
منقولات مین " " قرآن ہے - اور ائمہ مین سے مین کسی کی تقلید نہین کرتا - نہ شافعی سے مجھے کوئی تعلق ہے نہ (امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) ہے سے کوئی واسطہ - اس کلام کے سننے سے مخالفین پر سکوت

طاری ہوگیا۔ اور سب کے سب اُٹھ کر چلتے بنے۔ اور امام صاحب کی تصانیف مین سے چند امور جو اُن کے نزدیک لایق اعتراض تھے۔ لکھکر آپ پاس بھیجے۔ آپنے فوراً ہی اُن کے جوابات لکھکر واپس فرمائے۔ چنانچہ

(وہ مسائل یہ ہین:۔)

مشکوٰۃ الانوار اور کیمیائے سعادت مین جو یہ باتین لکھی ہوئی ہین۔ کہ لاالٰہ الا اللہ توحید عوام ہے۔ اور لا ھو الا ھو توحید خواص ہے۔ اور خدا نور حقیقی ہے۔ اور انسان کی روح اس عالم مین غریب ہے۔ اور وہ عالم علوی سے ہے۔ اور اُسکا اشتیاق اُسی عالم سے ہے۔ بادی النظر مین یہ باتین نیچریون اور نصاریٰ کی سی معلوم ہوتی ہین پس ان اقوال کا آپکے پاس کیا جواب ہے؟ اور اسی قسم کی اور باتین بھی ان کتابون مین درج ہین۔ جنکی تفصیل کی حاجت ہے۔ تاکہ مخالفین کے اعتراضات دفع۔ اور ان کلمات کے مطالب ظاہر ہو جائین۔ آپنے (جواب مین لکھا کہ:۔)

تمہید

باللہ التوفیق۔ واضح ہو۔ کہ امور مشکلہ کے متعلق سوال کرنا۔ گویا طبیب کے سامنے اپنی اندرونی بیماری اور مرض کا اظہار کرنا ہے۔ اور جواب دینا گویا بیمار کی تندرستی کے لیئے کوشش کرنا ہے۔ اور جاہلون کی مثال بعینہ بیمارون کی سی ہے۔ کہ اُن کے دلون مین جہالت کا مرض ہے۔ اور علما کی

مثال اطبا کی طرح ہے - اور عالم ناقص (یعنے کٹھ ملا) طبابت کے لائق نہیں ہوسکتا - اور عالم کامل ہر جگہ طبابت نہین کرسکتا - لیکن صرف اُسی جگہہ جہان اُسے شفا کی امید نظر آوے - مگر جب مرض پرانا ہوجائے - اور مریض بھی احمق ہو - تو ایسے موقع مین طبیب کی اُستادی یہی ہے - کہ وہ کسی پیرایہ سے یون کہدے - کہ یہ بیمار صحت یاب نہ ہوگا - اور ایسے مریض کے علاج مین مصروف ہونا نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ کا مصداق ہے -

اب یہ بھی سمجھ لو - کہ جہالت کے بیمار چار قسم کے ہین - جنمین سے صرف ایک قسم کا مریض شفایاب ہوسکتا ہے - اور بقیہ تین قسم کے لاعلاج -

اول - وہ کہ جسکا اعتراض حسد کی روسے ہو - اور حسد ایک مزمنہ مرض ہے - جو کسی طرح علاج پذیر نہین ہوسکتا - پس حاسد کے اعتراض کا جواب کیسا ہی سنجیدہ اور معقول کیون نہ ہو - ضرور اُسکے غیظ وغضب کا موجب ہوگا - اور تن بدن سے اُسکے آگ لگے گی پس ایسے موقع مین "جواب جاہلان خموشی بہ" کے اصول کو مدنظر رکھنا چاہیئے - ؎

کل العداوت قد یرجی اماتتھا الا عداوۃ من عاداک من حسد

یعنی "جتنی دشمنیان اور عداوتین ہین - وہ سب رفع ہوسکتی ہین - لیکن حاسد کی دشمنی کا ازالہ نہین ہوسکتا" ؎

توانم این کہ نیازارم اندرون کسے حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست

پس اس مریض کی تدبیر یہی ہے - کہ وہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے - اور اُس سے اپنا پہلو بچا لیا جائے (حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-)

فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغھم	اے پیغمبر! جو شخص ہماری یاد سے روگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اُسکو کسی اور

بات سے غرض و مطلب نہ ہو۔ تو تم ایسے شخص کی ذرا بھی پروا نہ کرو کیونکہ اُنکی عقل کی رسائی یہان تک ہے۔"	من العلم.

حاسد جو کچھ کہتا ہے۔ گویا اپنے سرمایہ اور اندوختہ مین آگ لگاتا ہے۔
حدیث شریف کا مضمون ہے کہ،

حسد بھلائیون کا ایسا ستیا ناس کرتا ہی جیسے آگ لکڑی کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔	الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب

پس ایسا شخص درگذر کے قابل ہے۔ اِس سے قضیہ جھگڑا نہ کیا جائے۔
دوسرا بیمار وہ ہے۔ جسکی بیماری مخالفت اور بے وقوفی کی وجہ سے ہو یہ بھی علاج کے قابل نہین ہے۔ حضرت عیسیٰؑ مردہ کو زندہ فرماتے تھے۔ لیکن احمق کے معالجہ سے عاجز تھے۔ اور یہ وہ شخص ہے۔ جس نے معقولی علوم مین اپنی عمر کا کوئی حصہ صرف نہین کیا۔ اور پھر کسی معقولی جید عالم پر اعتراض کر بیٹھا اور استنانہ سمجھا۔ کہ جو اعتراض کہ ایک ان پڑھ کے خیال مین آتا ہے۔ کیا وہ اعتراض کسی عالم کے ذہن مین نہ آیا ہوگا؟ یہ بات قابل غور ہے۔ کہ ایک عالم نہین جانتا۔ اور ایک جاہل سمجھے ہوئے ہے۔ یاد رکھو! کہ سارے فقہاء اور اُدباء اور مفسرین و محدثین اور دیگر اقسام کے علوم مین مشغول ہونے والے لوگ۔ یہ سب کے سب علوم عقلی مین عامی کی طرح ہین۔ علی ہذا متکلمین کا گروہ بھی اِسی قبیل سے ہی۔ کہ سرسری طور سے وہ علم کلام کو پڑھ لیتے ہین۔ اور غور و خوض سے اُس مین کام نہین لیتے۔ جب اِن مذکورہ علماء کا اعتراض لایق التفات نہین ہے۔ تو عام کندہ ناتراشون کا جواب کیسے دیا جا سکتا ہے۔
قرآن شریف مین حضرات موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ اسی امر کی طرف تنبیہ کر رہا ہے۔ کہ تینون کی کشتی مین اگر کوئی احمق سوراخ کرنے لگے۔ تو مرد دانا

قابل مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی ماہر فن ایسا کام کرنے لگے۔ تو وہ ہرگز لایق اعتراض نہین ہوسکتا۔ اور جب یتیمون کے مال کی محافظت کرنا ہر شخص جانتا ہی جسکو عالم بھی جانتا ہے۔ پھر وہ کیون اُس کی خلاف ورزی کرتا ہی؟ یہی وہ باریک وجہ ہے۔ جسکی مصلحت عالم کامل ہی سمجھتا ہے۔ معمولی عقل والے اس تہ کو نہین پہونچ سکتے۔ اور شور کرنے لگ جاتے ہین۔ اِس کو یون سمجھو۔ کہ خدا کی معرفت۔ اُسکی ربوبیت کی شناخت۔ زمین و آسمان کے تصرفات کا سمجھنا جولاہگی کے فن سے کم نہین ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص دنیا بھر کے علوم و فنون کا ماہر ہو۔ لیکن جولاہگی کے فن سے ناآشنا ہو۔ تو اُسکا یہ منصب نہین ہوسکتا۔ کہ وہ کسی جولاہے پر اعتراض کرے۔ یا اگر کسی نے اِس فن مین بھی کچھ مہارت حاصل کی ہو۔ تو اُسکو بھی یہ حق نہین ہے۔ کہ اُستاد فن پر اعتراض کرے۔ بلکہ جب اُسکو اِس فن مین کوئی کوتاہی دکھی محسوس ہو۔ تو اُس کو اپنی ہی سمجھ کا قصور سمجھے۔ جب اِس بیمار عقل مین اتنی بھی تمیز نہ ہو۔ تو اِس سے اعراض کرنا چاہیئے۔ اور اسکی جواب دہی مین بھی مشغول نہ ہونا چاہیئے۔

تیسرا بیمار عقل وہ ہے۔ جو طالب ہدایت ہے۔ اور جس بات کو کہ وہ نہین سمجھتا ہے۔ اُسکو بھی اپنی عقل کا فتور خیال کرکے اعتراض نہین کرتا۔ بلکہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور معلومات حاصل کرنے کے لیئے سوال کرتا ہے۔ لیکن کند ذہن اور غبی ہے۔ علوم کی باریکیون کے سمجھنے مین اُس کی عقل مدد نہین دیتی۔ ایسے شخص کو بھی جواب نہین دینا چاہیئے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ ہم گروہ انبیا اسکے پابند کیے گئے ہین کہ ہم

اُمرنا ان نکلم الناس علٰی قدر عقولھم ۱۲ | لوگون سے اُن کی عقل کے موافق بات چیت کرین ۔

اس کا یہ مطلب نہین ۔ کہ ایسے لوگون سے سیدہی بات بھی نہ کیجائے ۔ بلکہ مقصود یہ ہے ۔ کہ ان سے ایسی گفتگو کی جائے ۔ جسکو وہ سمجہ سکین ۔ اور جس امر کے سمجھنے کی اُن مین طاقت نہ ہو ۔ اُس کے متعلق اُن کو سختی سے روک دیا جائے ۔ کہ اس گہرے پانی مین جانا تمھارا کام نہین ہے ۔ (جس قدر تمھین سمجھا دیا گیا ہے ۔ اُسی کے پابند رہو) ع

کار بوزینہ نیست بخاری ۂ کیونکہ جب اُن کو باریک باتین بتائی جائینگی جنکو وہ نہین سمجھ سکتے ۔ تو اُس کا نتیجہ انکار و تکذیب کے سوا اور کچھ نہ ہوگا ۔

قرآن مین ۔

وَاِذْ لَمْ یَھْتَدُوْا بِہٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ ھٰذَا اِفْکٌ قَدِیْمٌ | اور جب قرآن کے ذریعے سے اِن کو ہدایت نہ ہوئی ۔ تو اب اِس کے سوا اور کیا کہین گے کہ یہ تو ایک قدیمی جھوٹ ہے ۱۲

اور ۔

بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ وَلَمَّا یَاْتِھِمْ تَاْوِیْلُہٗ ۔ | سو یہ لوگ اِس پہلو سے گریز کرکے لگے اس چیز کو جھٹلانے جسکے ۔ سمجھنے پر اُن کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اُسکی تصدیق کا موقع ہی اُنکو پیش نہین آیا ۱۲

کا اشارہ اسی قوم کی طرف ہے ۔

چوتھا بیان وہ ہے ۔ جو طالب ہدایت ہونے کے علاوہ عقلمند اور تیز فہم بھی ہے ۔ اور ما سوا اِس کے غصے اور نفسانی خواہشون اور حُبِّ مال و

جاہ کا مغلوب بھی نہین ہے۔ البتہ یہی ایک شخص لایق علاج ہے۔ اور مسائل مذکورہ کا جواب اِسی ایک شخص کے لیے اُسکی عقل کے موافق دیاجاتا ہے۔ پس اگر تم کسی کو دیکھو۔ کہ اِن جوابات سے اُسکی تشفی نہ ہو۔ تو تعجب مت کرو۔ کیونکہ وہ اُنھین اقسام ثلٰثۂ مذکورہ مین کا ایک فرد ہے۔ اور بہت سارے لوگ اُنھین مذکورہ طبقات کے ہین۔ اور یہ چوتھی قسم کا شخص نہایت عزیزالوجود اور کمیاب ہے

(جواباتِ مسائلِ مذکورہ)

اب تم نے جو یہ پوچھا۔ کہ لا الٰہ الا اللہ توحید عوام۔ اور لا ھو الا ھو توحید خواص کے کیا معنی ہین؟ سُنو! اِس مین دو اعتراض ہین۔ ایک یہ کہ جب کلمۂ لا الٰہ الا اللہ مین طعنہ کیا جاتا ہے۔ جس مین اِس کے نقصان کا اشارہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ لوگون کی سعادت کا یہی سبب ہے۔ اور تمام مذاہب کا دار و مدار اسی پر ہے۔ دوسرا یہ کہ لا ھو الا ھو متناقض معلوم ہوتا ہے۔ یہ استثنا عین مستثنیٰ منہ ہے۔ ایک چیز مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونون کیسے ہو سکتی ہے؟

پہلا اعتراض جو تم نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے متعلق سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے بلکہ اُسکا مطلب یہ ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کے مجرد معنی عام ہین۔ اور تمام ناقص وکامل اور خاص وعام مسلمان سب اِسمین شریک ہین۔ بلکہ جہود و ترسا بھی یہی کہتے ہین۔ اور تثلیث پرست یہ نہین کہتے کہ خدا تین ہین۔ بلکہ وہ یون کہتے ہین۔ کہ ذاتاً خدا ایک ہے۔ اور صفاتاً تین ہین۔ چنانچہ اُن کے الفاظ یہ ہین۔ واحد بالجوھریۃ ثلٰث بالاقنومۃ باقنوم[+] اور اسکی فہمایش طویل ہے۔

[+] اقنوم بالضم اصل ہر چیز۔ اقانیم جمع۔ و اقانیم ثلٰث باصطلاح ترسایان وجود وحیات و علم است و آن را اب و ابن و روح القدس نیز گویند ۱۲ منتخب اللغات

لیکن "لاھوالاھو" مین لا الٰہ الاھواللہ کے تمام معانی پوشیدہ ہین مگر اسمین بھی زیادتی ہے۔ جو خاص لوگون کے سوا یہ علم کسی اور کے ذہن مین نہین آسکتی۔ اور لاالٰہ الااللہ کے معنی تو عام فہم ہین ؛

فصل :- جب تم نے یہ سمجھ لیا۔ کہ اِس کلام کے معنی توحید کے درجات کا جدا جدا کرنا ہے - اور توحید کا ایک ظاہری مفہوم ہے۔ جسکو سب لوگ سمجھے ہوے ہین - یہ ظاہری مفہوم ایک پوست (چھلکے) کی طرح ہے اور اس کا ایک باطنی مفہوم ہے - اور وہ مغز کے درجہ مین ہے۔ اور اس مغز کا ایک اور مغز ہے - اور اِسکو "جوز" سے تشبیہ دے سکتے ہین۔ کہ اُسکا ایک پوست ہے - اور اُس پوست کے اندر ایک اور پوست ہے - اور پھر اُسکا ایک مغز ہے - اور اُس مغز کا ایک اور مغز ہے - جو اُس کا روغن (تیل) ہے پس اگر تم مدارج توحید مین فرق کرنا چاہو - تو سمجھو - کہ

توحید کا پہلا درجہ - لا الٰہ الا اللہ کو صرف زبانی طور پر بلا دِلی اعتقاد کے کہدینا ہے - جس مین منافق بھی شریک ہین - تاہم اس توحید کی بھی عزت ہے - کہ دنیا کی بھلائی اِس سے حاصل ہو جاتی ہے - یعنی کلمہ گو کا جان و مال محفوظ - اور اُس کے بال بچون کو پناہ دی جاتی ہے -

دوسرا درجہ - مقلدانہ طور پر بلا حقیقی معرفت کے اس کلمہ کا اعتقاد ہے - اور عام مسلمان اس درجہ کو پہونچے ہوئے ہین - اور چونکہ یہ درجہ تحقیقی درجۂ توحید سے قریب تر ہے - لہذا دنیا و آخرت دونون کے لیے مفید ہے - جس صورت مین کہ اِس توحید کے ساتھ انبیاء کرام کی تصدیق بھی شامل ہو - پس یہ لوگ گو عارفین کے درجہ کو نہ پہونچین - تاہم اُس جہان مین نجات والون مین انکا شمار ہوگا -

تیسرا درجہ یہ ہے۔ کہ اِس کلمہ کے معنی کو دلائل و براہین سے سمجھے۔ جیسا کہ حسابی طور پر یہ سمجھتا ہے۔ کہ (۱۳) کا سہ چند (۳۹) ہوتا ہے۔ اِس طرح دلیل کے ساتھ خدا کی وحدانیت کو نہ سمجھے۔ نہ اُسکی طرح جو کہ خود حساب نہین جانتا۔ لیکن کسی سے سُن لیا۔ کہ (۱۳) کا تگنا (۳۹) ہوتا ہے اور اِس کا اعتقاد کر لیا۔ پس توحید کے یہ تین الگ الگ درجے ہین۔

پہلا درجہ مقالی۔ دوسرا عقیدتی تیسرا معرفتی۔ اور ان تینون درجون مین کوئی صاحب حال نہین ہے۔ ارباب حال دوسرے ہین۔ اور اصحاب معارف و اقوال اور ہین۔

چوتھا درجہ وہ ہے۔ کہ معرفت والا بھی صاحبِ حال ہو۔ کہ ایک خدا کے سوا اسکا کوئی اور معبود نہ ہو۔ اور جس پر کہ نفسانی خواہش غالب ہوگی۔ تو اُسکی معبود وہی خواہش ہوگی (نص قرآنی)

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔	اے پیغمبر! بھلا تم نے اُس شخص کے حال پر بھی نظر کی۔ جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ۱۲

کا اشارہ اسی طرف ہے۔ معبود وہی ہے جسکو پوجین۔ اور اُسی کے خیال مین رہین۔ اُسی کے غلام بن جائین۔ یہی وجہ ہے۔ کہ لوگ کہا کرتے ہین۔ فلان "زر بندہ" ہے۔ فلان "شکم بندہ" ہے۔ ع

شکم بندہ نادر پرستد خدا ے ٭ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین۔ کہ

تعس عبد الدرھم تعس عبد الدینار	پیسے کا بندہ ہلاک ہوا۔ روپے کا بندہ برباد ہوا ۱۲

اِن سب کو بندہ اسی لئے فرمایا۔ کہ یہ اسی کے بند (خیال) مین رات دن لگے رہتے ہین۔ اور اسی کی طلب مین انکی عمرین فنا ہوتی ہین۔ پس جسکی نفسانی خواہشین کمزور ہوتی ہین۔ اور وہ دل سے فرمان الٰہی کا مطیع و منقاد ہوتا ہی تو اُسکا کلمہ لا الہ الا اللہ درست ہوتا ہے۔ اور اُسکی توحید کا بھی ایک حال اور ایک قال ہے۔ اگر ایسی حالت نہو۔ تو اِس کلمہ کے مقصود سے محروم رہتا ہے۔ اور اس کلمہ کے کہنے کا حصہ زبان سے ہے۔ اور اِس کے سمجھنے کا حصہ دل سے ہے۔ اگرچہ یہ کلمہ سچا ہے۔ لیکن اِس کا مدعی جھوٹا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ لایزال لا الہ الا اللہ دافعاً عن الخلق عذاب اللہ مالم یوثروا صفقۃ دینا ھم علی صفقۃ دینھم۔ فاذا اثروا ثم قالوا لا الہ الا اللہ قال اللہ تعالٰے لھم کذبتم لستم بھا صادقین ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ خدا کے عذاب کو خلایق سے دفع کرنے والا ہی۔ جب تک کہ وہ دنیا کے عوض مین اپنے دین کو بیچ نہ ڈالین۔ پھر جب اُنھون نے دنیا کے لیے اپنا دین بیچ ڈالا۔ اور پھر یہ کہنے لگے کہ لا الہ الا اللہ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم نے جھوٹ کہا۔ تم اپنے دعوے مین سچے نہین ہو۔

مبادا دلِ آن فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

پس جو شخص کہ یہ کلمہ کہتا ہے۔ اور اُس کا مطلب سمجھتا ہے۔ لیکن اُسکا دل بجان دنیا۔ اور حب مال و جاہ وغیرہ مین اٹکا ہوا ہے۔ اور اپنی خوشی و غمی تمامی حالات مین فرمان الٰہی کا سپرد نہین ہے۔ وہ اس کلمہ کا جھوٹا مدعی ہے۔ بلکہ اُسکی پہلی جھوٹ وہ ہے۔ کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہین۔ کہ تو جھوٹ بکتا ہے۔ اگرچہ تیرے

دل مین خدا کی عظمت و بزرگی ہوتی - تو تو اُس کی اطاعت کرتا - شیطان کی
فرمان برداری نکرتا - خدا ہی کی طلب کرتا - دنیا - اور خواہشات نفسانی کی
حرص نکرتا - اور جب وہ یہ کہتا ہے - کہ انی وجھت وجھی للذی فطر
السموات - تو فرشتے کہتے ہین - جھوٹ مت بک - اگر ظاہری طور پر تو
اپنا مُنھ خدا کی طرف کرتا ہے - تو سمجھ لے - کہ تو اُسکی طرف متوجہ نہین ہوا -
اور اگر دلی توجہ سے تو نے اُسکی طرف مُنھ کیا ہے - تو تیرا دل تو دنیا اور جاہ
ومال - اور حشمت وشہوات کی طرف مائل ہے - پھر جھوٹ کیون کہتا ہے؟
اور جو خدا - کہ تیرا اندرونی بھید جانتا ہے - اور نیز اُسے اِس کا بھی علم ہے -
کہ تیرا دلی میلان کس طرف ہے؟ (پس اُسکو کیون دہوکا دیتا ہے؟)
اور جب وہ یہ کہتا ہے - کہ ایاك نعبدُ - تب بھی فرشتے اُس
کی تکذیب کرتے ہین - کہ تو روپے پیسے کا غلام اور جاہ وحشمت کا بندہ ہے -
پس اُن چیزون ہی کی پرستش کر - عبادت کا یہ طریقہ نہین ہے - کہ تیرا منھ
خدا کی طرف ہو - اور دل دوسری جانب - گو یہ شخص لا الہ الا اللہ کہنے والا
ہے - لیکن اُس کا حال ودرجہ اُس شخص کے برابر ہرگز نہین ہوسکتا -
جس نے اپنے تقوے اور پرہیزگاری کی باگ تمام خواہشات نفسانی
پر لگا کر سب کو تھامے رکھا ہے - اور کبھی فرمان الٰہی کے خلاف کوئی
کام نہین کرتا -

(افسوس! ہمارا طرز عمل کیسا خراب ہورہا ہے - اکثر یہ شعر
ہماری زبان پر جاری رہتا ہے ؎

مے بھی پیتے ہین توبہ کرتے ہین   یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے

ایسی دلیریون کا نتیجہ بہت بُرا ہے - خدا توفیق دے -)

یہ بھی سمجھ لو! کہ خدا کی توحید اور اسکی معرفت مسہل کی طرح ہے۔
کہ اصل مطلب اِس سے قلب کو جہالت اور بداخلاقیون کی تاریک
اخلاط سے پاک و صاف کرتا ہے۔ جب کسی نے مسہل لیا۔ اور اُس سے
اپنا عمل نہین کیا۔ تو اُس سے شفا و تندرستی نہین حاصل ہو سکتی۔ بلکہ
نقصان کا قوی احتمال ہوتا ہے۔ اسی طرح توحید کا مسہل جب دل مین اُترا
اور اُس نے خواہشات نفسانی کو نہین گھٹایا۔ تو یہ مسہل ویسا ہی ہے
جس نے اپنا عمل نہین کیا۔ یہ شخص اُس اہل دل کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟
جس کی توحید نے اُسکو اِن تمام علاقون اور تعلقات سے باہر کر دیا ہے۔
اور اُسکو ایک صفت' اور ایک ہمت' اور ایک معبود' کا بنا دیا۔ گو یہ دونون
لا اله الا الله کہنے والے ہین۔ لیکن ان مین زمین و آسمان کا فرق ہے۔

درجہ پنجم وہ ہے۔ کہ توحید کا مسہل کسی کے دل مین صرف اسی
پر اکتفا نہ کرے۔ کہ اُس کی نفسانی خواہشات کو مغلوب بنا دے۔ بلکہ
پورے طور پر تمام بداخلاقیون کا صفایا کر دے۔ تاکہ کوئی کام باتباع خواہش
اُس سے وقوع مین نہ آئے۔ نہ موافق شرع نہ مخالف شرع۔ بلکہ یک عزم
و یک ہمت ہو جاوے۔ اُسکا سکون و حرکت، گفت و شنید، سب خدا واسطے
ہو جائین۔ پس اگر وہ کھانا کھائے۔ تو اِس لیے نہ کھائے۔ کہ کھانے کا لطف
اور ذائقہ اُسکو حاصل ہو۔ بلکہ ضرورت کے لیے کھائے۔ تاکہ طاعت و عبادت
کی قوت اُسے حاصل ہو۔ اگر قضائے حاجت کے لیے جاوے۔ تو عبادت
مین دلجمعی اور اطمینان حاصل ہونیکی غرض سے۔ تاکہ یہ بے چینی اپنے سے
دور ہو۔ اور کھانا کھانے اور قضائے حاجت مین کوئی فرق نہ کرے۔ بلکہ دونون
ضرورۃً فراغت اور عبادت کی قوت پیدا کرنے کے واسطے ہو۔ اور اُسکا

سونا بھی آرام کے لیے نہو - بلکہ عبادت کی قوت تازہ کرنیکے واسطے ہو اور اُس کا نکاح
شہوت رانی کے لیے نہو - بلکہ تکمیل سنت اور تکثیر امت محمدیہ کی غرض سے ہو تاکہ آنحضرت
اپنی امت کی زیادتی پر فخر فرمایئں - اور اُس کے تمامی حالات اسی طرح کے ہون -
اُس کا بات چیت کرنا - یا دوسرون کی گفتگو سُننا - یا عجائبات عالم کا معائنہ کرنا سب خدا
کے لیے ہو اِس پانچوین درجے اور مذکورہ چوتھے درجہ کی توحید مین بہت بڑا فرق ہے
کیونکہ چوتھے درجہ کی توحید نے انسان کو خواہشات کی دستبرد سے پوری
طور پر باز نہین رکھا - بلکہ خلاف شرع خواہشون سے بچا لیا ہے - لیکن
اس پانچوین درجہ والی توحید نے غیر مشروعی شہوات کے غلبہ سے بالکل
اُسکو باہر کر دیا ہے ؛

درجہ **ششم** وہ ہے - کہ توحید اولاً اُسکو اپنے ہاتھ سے - اور
پھر دنیا بھر کے علائق دعوائق سے بالکلیہ باہر کر دے - بلکہ آخرت سے بھی
اُس کا قطع تعلق کر دے - چنانچہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاوے - دنیا و
آخرت مین بجز خدا کے اور کسی سے اُس کو سروکار نرہے - اپنی ہستی سے بیخبر -
اور غیر حق سے فراموش - سب سے غائب - اور سارے جہان اُس سے
مستور - نہ وہ رہے - نہ عالم - اللہ بس باقی ہوس - اُس کا حال

قل اللہ ثم ذرھم	یعنی کہہ اللہ - پھر ان کو پڑے جھک مارنے دے ۱۲

کا سا ہو جائے -

کل شیٔ ھالک الا وجھہ	یعنی اُس کی ذات کے سوا سب چیزین فنا ہونے والی ہین -

اُس کے وقت کا سرمایہ بن جائے - اہل دل کے نزدیک **فنا فی التوحید** کا

یہی مقام ہے۔ کہ حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے۔ سب اُس کے سامنے فنا ہے۔ اسپر نظر کرتے۔ کہ اگر وہ اپنی فنا کی طرف التفات کرے۔ تو اِس توجہ مین بھی حق تعالیٰ ہی کی جانب مشغول رہے۔ اور جس مین اِس مضمون کے سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو۔ تو وہ سمجھ لے کہ اُسکی عبادت بیکار ہے۔ اور توحید کا کمال خود یہی ہے۔ جو اوپر مذکور ہوا ؛ ع

موحد چہ در پائے ریزی زرش ۔۔۔ چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش ؛
امید و ہراسش نباشد ز کس ۔۔۔ برین ست بنیادِ توحید و بس ؛

اور یہ جو ارشاد نبوی ہے۔ کہ :۔ "بندہ کا خدا سے زیادہ تقرب عبادات نافلہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے (عام اِس سے کہ وہ مالی ہو یا بدنی) تا آنکہ حق تعالیٰ اُسکو اپنا مقبول و برگزیدہ بنا لیتا ہے۔ پھر جب وہ خدا کا دوست ہو جاتا ہے۔ تو جو کچھ وہ سنتا ہے۔ خدا ہی کی بارگاہ سے سنتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھتا ہے۔ خدا ہی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اُسکی گویائی خدا کی گویائی ہو جاتی ہے"+ پس پانچوین درجہ کی توحید والا شخص اپنے کو سبھالے ہوئے ہے۔ خود ہی کہتا ہے اور سنتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ لیکن اپنے لیے نہین۔ بلکہ خدا کے واسطے۔ اور یہ چھٹے درجہ کی توحید والا نہ اپنے آپ مین رہتا ہے۔ اور نہ خود دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے۔ نہ کہتا ہے۔ لیکن حق ہی کے ذریعہ سے کہتا ہے۔ اور اُسی کے واسطے سے سنتا۔ اور اُسی کو دیکھتا ہے۔ جہان کہین کہ دیکھتا ہے۔ اور پانچوین درجہ کا موحد سب چیزین دیکھتا ہے مگر خدا کو بھی اُن کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور یون کہتا ہے "ما رایت شیئا"

+ رواہ البخاری مع الزیادۃ ۱۲ مترجم عفی عنہٗ

الا و رایت اللہ عزوجل" اور نمبر ۲ کا موحد خدا کے سوا کسی کو نہین دیکھتا
اور یون گویا ہے "ما ادری الا اللہ - ولیس فی الوجود غیر اللہ"
موحد نمبر ۵ کہتا ہے - کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے - اور موحد نمبر ۱ کہتا ہے
کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہین ہے - پس نمبر ۵ کی توحید نمبر ۱ کی توحید سے کم
ہے - کیونکہ موحد نمبر ۵ معبود کے جزو کی نفی کر رہا ہے اور موحد نمبر ۱ موجود کے
جزو کی نفی پر تلا ہوا ہے - اور موجودیت کی نفی - معبودیت کی نفی سے بڑھی
ہوئی ہے - پس جیسے توحید کے درجے اِس مرد کامل کی توحید مین پوشیدہ
ہین - اور بتدریج اُس کو حاصل ہوتے ہین - اسی طرح توحید کاملہ دوسرون
کی توحید کے ساتھ جیسا کہ توحید کا طریقہ ہے - اِس کو حاصل ہے - پس
نمبر ۱ تا (۵) تک کے موحد اِس خاص الخاص کے مقابلہ مین عامی شمار ہونگے
لہٰذا کمال توحید اِسی پچھلے درجے مین ہے - اور اِس درجہ کے موحدین
پر اِس حالت کے غلبہ سے مدہوشی کا شبہہ پیدا ہوتا ہے - اور اِسی
مدہوشی مین دو قسم کی غلطیان عموماً ہوتی ہین - ایک تو یہ گمان کرنے لگ جاتا
ہے - کہ مجھے اتحاد حاصل ہو چکا - اور مین ہی خدا ہون - اور دونون ایک
ہو گئے - (غالباً حسین بن منصور حلاج کو یہی مغالطہ ہوا - مترجم) دوسرا
یہ سمجھنے لگتا ہے - کہ گو اتحاد محال ہے - لیکن اتحاد حاصل ہو چکا - اور یہی اتحاد
حلول "کا مترادف ہے - پس اس اتحاد کے خیال والے لوگ عالم استغراق
مین کبھی انا الحق کہنے لگ جاتے ہین - اور کبھی سبحانی ما اعظم شانی
(وغیرہ از قسم شطحیات) اور جب اِس مدہوشی سے چونکتے ہین تو اپنی غلطی کو
سمجھ جاتے ہین - کہ حلول تو عرض کو جوہر مین - یا جسم کو جسم مجوف کے باطن مین
ہوا کرتا ہے - اور یہ دونون امر حق تعالیٰ کی نسبت محالات سے ہین - اور دوسری غلطی

اتحاد نزدونا ممکن ہے - اگرچہ دونون محدث (نوپیدا) کیون نہ ہون - اس لیے
کہ اتحاد کی شکل تین حال سے خالی نہین ہوتی - یا تو دونون موجود ہون گے
پس متحد نہین رہے - یا دونون معدوم - پس دونون ندارد - یا ایک موجود اور
دوسرا معدوم - پس اتحاد غائب -

لہذا قول اول توحید یہی ہے - کہ سوا ایک ذات کے کوئی موجود نہین ہے
دوم - کہ سوا ایک کے کوئی معبود نہین ہے - گو یہ بھی درست ہے - لیکن یہ
مقولہ پہلے قول سے وابستہ - اور اُس سے جڑا ہوا ہے - ؎

خیالِ کج مپز این جا دبشناس
ہر آن کو در خدا گم شد خدا نیست

اب اگر اعتراضاً یہ سوال کیا جائے - کہ جب ذاتِ واحد کے سوا
کوئی موجود ہی نہین ہے - تو یہ امر ایک ناممکن اور خارج از عقل سا معلوم ہوتا
ہے - کیونکہ آسمان و زمین اور سیارے اور ملایک و شیاطین وغیرہ یہ سب
موجود ہین - پس کیا معنی کہ سوا ایک کے کوئی موجود ہی نہین ؟

اس کا جواب بھی سنو اور سمجھو ! اگر عید کے روز بادشاہ عیدگاہ
کا ارادہ کرے - اور اپنے تمام ملازمین اور چوبدارون وغیرہ کو اپنے ہی
جیسا لباس اور ساز و سامان گھوڑے وغیرہ عنایت کرے - پس ایک غیر
شخص کسی اور اجنبی شخص سے یہ کہے - کہ یہ سب لوگ آسودہ اور مرفہ الحال
ہین - تو اس اجنبی شخص کے نزدیک اُس غیر شخص کا بیان لایق تسلیم ہوگا - لیکن
تیسرا شخص جو کہ واقف کار ہے - وہ اسکو باور نہین کرے گا - اور جواب دے گا
کہ بادشاہ نے ظاہر مین عید کے لیے اپنے خدم و حشم کو عاریتاً یہ سب ساز و سامان

دیا ہے۔ نمازِ عید سے فارغ ہونے کے بعد یہ سب آرائشی سامان داخل سرکار ہو جائیگا۔ پس بادشاہ کے سوا اُسکے نوکر چاکر آسودہ نہین ہین۔ اور حقیقۃً یہی تیسرا شخص سچا سمجھا جائیگا۔ کیونکہ عاریت کی نسبت مستعیر کے ساتھ مجازی (فرضی) تھی۔ اور فی الواقع مستعیر وہی فقیر ہے۔ جو کہ تھا۔ اور مال مستعار سے آسودہ ہونا مستعیر سے منقطع نہین ہوا۔

اب سمجھو اکہ کل چیزون کا وجود عاریتی ہے۔ اور کوئی چیز اپنی ذات و اختیار سے موجود نہین ہے۔ بلکہ سب کا وجود خدا کی طرف سے ہے۔ اور خدا کا وجود ذاتی ہے۔ کسی اور جگہ سے نہین آیا۔ پس حقیقۃً "ہست" وہی ایک ذات ہے۔ اور اُس کے سوا جتنی چیزین ہین سب "ہست نما" ہین۔ لہذا جس نے کام کی اصلیت کو سمجھا۔ کل شئ ھالك الا وجهه کا راز ازلاً و ابداً اُس پر ہویدا ہو گیا۔ اور وہ بھی ایسا نہین۔ کہ یہ شخص کسی خاص وقت مین سب کو فانی سمجھتا ہو۔ بلکہ تمام چیزون کو ہمہ اوقات اُنکی اصلیت سے معدوم شمار کرتا ہے۔ اور خود اس شخص کی ہستی بھی اپنی ذات سے نہین ہے۔ بلکہ ذات حق سے ہے۔ اس لحاظ سے یہ تمام موجودات مجازی ہین نہ حقیقی۔ پس یہ قول۔ کہ (موجود نہین ہے) جزواً درست ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ "لا ھو الا ھو" صحیح ہو جائیگا۔ کیونکہ "ھو" کا اشارہ موجود کی طرف ہے۔ پس جو موجود کہ جزواً موجود ہے۔ وہ گویا غیر موجود ہے۔ جزوی وجود اُس کے حق مین درست نہین ہے۔ اور اس جزو کا اشارہ اُسکی طرف نا موافق سا ہے۔ پس "لا الٰہ الا ھو" کے یہ معنی ہین۔ اگر کوئی نہ سمجھے۔ تو معذور ہے۔ اور بات تو یہ ہے۔ کہ یہ باریک توجیہات معمولی افہام سے کوسون دور ہین ؛

(احقر مترجم کہتا ہے۔ کہ امام غزالی رح کے بعد عارف شیرازی رح نے

اس مضمون کو نہایت خوش اسلوبی سے ایجازاً یون ادا فرمایا ہے ؎

رہِ عقل جز پیچ در پیچ نیست | بر عارفان جز خدا ہیچ نیست
توان گفت این با حقائق شناس | ولے خُردہ گیرند اہل قیاس
کہ پس آسمان و زمین چیستند | بنی آدم و دام و دد کیستند

پسندیدہ پرسیدی اے ہوشمند
بگویم گر آید جوابت پسند

کہ ہامون و دریا و کوہ و فلک | پری و آدمی زاد و دیو و ملک
ہمہ ہرچہ ہستند ازان کمتر ند | کہ با ہستیش نام ہستی برند
عظیم ست پیش تو دریا بموج | بلند ست گردون گردان باوج
ولے اہلِ صورت کجا پے برند | کہ اربابِ معنے+ بملکے درند
کہ گر آفتاب ست یک ذرہ نیست | وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

چو سلطان عزت عَلَم برکشد
جہان سر بجیبِ عدم درکشد

مسئلہ عالم نے جو یہ پوچھا۔ کہ (قولِ صوفیہ) اللہ ھوالنور کیا ہے؟ حالانکہ نور تو وہ ہے۔ جسکو روشنی اور شعاع (کرن) ہوا کرتی ہے۔

جواب۔ اسکے معنی بھی ہم نے اپنی کتاب مین ظاہر کردیے ہین۔ اگر کوئی تھوڑی سی فکر کریگا۔ تو یہ راز اُسپر منکشف ہو جائیگا۔ اگر اسی شعاعی نور کے سوا دوسرا کوئی اور نور محسوس نہ ہوتا۔ تو حق تعالیٰ قرآن شریف اور رسول کریمؐ کو "نور" نہ فرماتا۔ "وانزلنا الیکم نوراً مبینا" کے کچھ معنی

+ یعنی مصداقِ عالم مذکورہ بالا ۱۲ منہ

نہ ہوتے۔ " اللہ نور السموات والارض" نہ فرمایا جاتا۔ پس تم سمجھ لو کہ "نور" ایک ایسی چیز سے مراد ہے۔ جو نظر مین نہین آتی۔ اور دوسری چیزون کی تبعیت مین اُسکو دیکھتے ہین۔ اور یہ ظاہری آنکھ کے ساتھ نسبت سے ہے۔ جسکو "بصر" کہتے ہین۔ اور دل کی ایک آنکھ ہے۔ اور اُس آنکھ کیلیے بھی ایک نور ہے۔ جو اُسی سے منسوب ہے۔ اور نور کی طرح وہ بھی باضافت چشم ظاہر مبصر ہے۔ اور اسی سبب سے عقل، اور قرآن، اور رسول، کو نور کہتے ہین۔

واضح ہو۔ کہ اس نور کو دل کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہین۔ اور دوسری چیزون کا اُسکے ذریعہ سے معائنہ کرسکتے ہین۔ اور وہ اپنے کو بھی نہین دیکھتا۔ پس اسم نور اُسکے ساتھ زیادہ بہتر ہے۔ اسلیئے کہ ظاہری آنکھ کی روشنی یعنی قوت ابصار نور کو کہتے ہین۔ جس سے دنیا کی چیزین دکھلائی دیتی ہین حالانکہ یہ بصارت اپنے تئین نہین دیکھتی۔ علیٰ ہذا عقل بھی اپنے آپ کو نہین دیکھتی۔ اور دوسری چیزون کو دیکھتی ہے۔ پس چشم ظاہر کی شعاع وروشنی دوسری ہے۔ اور چشم باطن کی بینائی اور۔ قرآن نور ہے۔ اور رسول بھی نور ہے۔ مگر باضافت چشم باطن۔ پس عقل کو نور کہنا کیسے درست ہوگا؟ اس پر نظر کرتے کہ وہ اشیاء دنیا کے دیکھنے کا آلہ ہے۔ جبکہ عقل اور "دید" کا تعلق اُسی ذات واحد سے ہے۔ اور تمام ظاہری و باطنی آنکھین اُسی کی دی ہوئی نعمتین ہین۔ اور جسقدر نور و ظہور اور دیدار کہ عالم مین ہے۔ سب اُسی سے ہے۔ پس یہ اسم (نور) اُسپر سب سے زیادہ صادق اور چسپان ہے۔ اور جبکہ اسکے معنی درست ہوچکے۔ اور یہ لفظ قرآن وحدیث مین آچکا ہے۔ پس کوئی اعتراض کا موقع نہین رہا۔ جسکی شرح ہم سے

"مشکوٰۃ الانوار" میں پوری طور پر کردی ہے - اگر اس لفظ پر اعتراض ہے تو یہ لفظ قرآن میں موجود ہے - اللہ نور السموات والارض - اور حدیث شریف میں ہے - کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب شب معراج کے دن میں لوگوں نے پوچھا - کہ آپ نے حق تعالیٰ کو دیکھا؟ تو ارشاد فرمایا - کہ "نور انی اریٰہ" اور اگر اسکے معنی پر اعتراض ہے - تو جبکہ اسکی تفسیر و تشریح کردی گئی اور اب اس میں کسی قسم کا شک نہیں رہا - پھر باوجود سمجھ لینے کے اعتراض کرنا ایک جاہلانہ حرکت ہے ؛

مسئلہ - تم نے جو یہ پوچھا - کہ اس قول کے کیا معنی ہیں - کہ روح آدم غریب ہے اور اس کا شوق عالم علوی کی طرف ہے - حالانکہ لوگ کہا کرتے ہیں - کہ یہ نصاریٰ اور نیچریوں کا قول ہے ..

جواب - معلوم کرلو - کہ لا الہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ نصاریٰ کا کلمہ ہے - لیکن حق ہے باطل نہیں ہے - اگر ایک جھوٹا شخص کوئی سچی بات کہے - تو وہ جھوٹی نہیں ہوتی - اور پرلے درجہ کی حماقت تو یہ ہے - کہ کوئی شخص یہ گمان کر بیٹھے - کہ جس نے ایک بار جھوٹ کہا - دوبارہ جو کچھ کہیگا - جھوٹ ہی کہیگا - اگر یہ واقعہ صحیح مان لیا جاوے - تو بدعتی اور مشرک اسپر قادر ہیں - کہ جو کچھ حق ہے اس کا اقرار نہ کریں - مگر صرف اسی ایک چیز کا جسکو کہ وہ جانتے ہیں - تو کیا ان کی اس تکذیب سے تمام سچے امور غلط باور کیے جاوینگے؟ ہرگز نہیں - اس لیے عقلمندوں کا اصول وہ ہے - جس کو امیر المومنین علی رض نے فرمایا - کہ

لا تعرف الحق بالرجال اعرف	تم لوگوں سے حق بات کی شناخت مت کرو بلکہ امر حق کی اصلیت کو پہچانو - تب سچے

الحق تعرف اھلہ ،،	لوگون کو بھی پہچان جاوگے ::

پس یہ قول کہ اس جہان مین انسان کی روح غریب (مسافر) ہے۔ اور اسکی اصلیت بہشت سے ہے۔ اور ملاء اعلیٰ سے اسکا تعلق۔ اور اسکا مستقر اُس عالم سے ہے جسکو بہشت اور عالم علوی کہتے ہین۔ اور تمام قرآن واحادیث اسپر دلیل ہین۔ پس اگر فلسفی اور نصرانی بھی اسکا اقرار کرین۔ تو اُن کا یہ قول باطل نہین ہوگا۔ کیونکہ آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ لیکن چشم بصیرت سے جس نے حقیقت روح انسانی کو پہچانا۔ تو اُس نے سمجھ لیا۔ کہ روح کی خاصیت معرفت الٰہی ہے۔ اور وہی اُسکی غذا۔ اور جو کہ اس جہان کی خاصیت ہے وہ اُسکی ذات سے غریب اور عارضی ہے ممکن ہے کہ ہو۔ اور اُسکے ساتھ موفت الٰہی اور حضرت ربوبیت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ اور وہ اُس سے زندہ اور باقی اور آسودہ رہے۔ اور اس کی تحقیق وتشریح ہم نے احیاء اور کیمیا مین کردی ہے۔ جسکو شوق ہو سمجھے۔ اور اُن کتب مین غور کرے۔ اور جو کہ معاندانہ اور عیب جوئی کی نظر سے دیکھے گا۔ تو جب وہ کتابین اُسکی تشفی نہین کرینگی۔ تب اس مختصر سے اُسکی کیا تسکین ہوگی۔ اور حسد وعناد سے اُسکی زبان کبھی کوتاہ نہ ہوگی پس اُسکی فہمایش کرنا بے سود ہے۔ اور اگر کسی کو اس علم کی حقیقت کی طلب ہے اور کتب بینی سے اُسکی سیری نہین ہوتی۔ اور اسکے سمجھنے کی صلاحیت نہین رکھتا۔ تو اُسکو ہمارے پاس آنا اور پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ

فالعلم ما یوخذ من افواہ الرجال ۔	علم لوگون کے منھ سے ہی حاصل ہوتا ہے ۔

مین نے اپنی پانچ کتابون مین کوئی ایسا دعوی نہین کیا ہے جسکو

دلائل قاطعہ سے ثابت ہو کر سکون - مگر اُسی سے جو سمجھدار ہو - اور حسد و عناد کے امراض سے خالی ہو - ایسے شخص سے نہین جسکے حق مین (قرآن مین) یہ وارد ہوا ہے کہ :-

انا جعلنا علیٰ قلوبھم اکنۃً ان یفقھوہ و فی اذانھم وقراً و ان تدعھم الی الھدیٰ فلن یھتدوا اذاً ابداً	ہم ہی نے ان کے دلون پر پردے ڈالدیے ہین - تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکین - اور ان کے کانون مین ایک طرح کی گرانی پیدا کردی ہے کہ حق بات کو سن نہ سکین - اور اے پیغمبر! اگر تم ان لوگون کو راہ راست کی طرف بلاؤ! تاہم یہ کبھی روبراہ ہونے والے نہین ہین

تم نے یہ بھی درخواست کی ہے کہ اس قسم کے اور جتنے پیچیدہ اقوال ہین - اُن کی بھی صراحت کردی جائے - تاکہ وہ عام فہم ہوجا ئین - تو سمجھ لو - کہ ہماری کسی کتاب مین کوئی ایسی مغلق عبارت نہین ہے - جسکی شرح نہ کی گئی ہو - مگر سمجھدار کے لیے - اور جسکو سمجھ نہین ہے - اُسکا علاج بجز اسکے اور کچھ نہین - کہ آئے اور سیکھے - اور بالمشافہ ہماری تقریر سُنے - رہ گئے جہلا - اُن کے اعتراض کی تو کوئی حد و غایت ہی نہین ہے - کہ کہان سے اُٹھتا ہے (اور کہان بیٹھتا ہے) پھر اُسکا جواب کیسے دیا جاسکتا ہے ؟ (سوال از آسمان و جواب از ریسمان کی سی مثل ہے) کیونکہ دلون کی بیماریون اور نادانیون کے اسباب مختلف ہین - جو محدود نہین ہوسکتے - پس اُن سے دلچسپی نہین لینا چاہیے - کیونکہ اگر کوئی کلام اعتراض سے بچ رہتا - تو قرآن شریف ہی اسکا زیادہ مستحق تھا - کہ وہ اس صدمہ سے محفوظ رہتا - جب جہال (اور کج فہم) قرآن پر ورید ہ دہنی سے باز نہ رہ سکے - حتی کہ بڑا عظیم اعتراضات

قرآن کے بارہ مین رد رہ کے ان کے دلون سے اٹھتے رہتے ہین ۔ جو ناقابل اصلاح ہین ۔ پس دوسرے کلامون پر لا اعتراضی کی خواہش کرنا ناممکن ہے ۔ (غور سے دیکھا جائے ۔ تو صحیح اصول یہہ ہے :۔) ؎

ومن یك ذا فمٍ مرٍّ مریضٍ یجد مرًّا بہ الماء الزلالا

یعنی :۔ جس مریض کے منھ کا مزہ ہی کڑوا ہو جائے ۔ تو اسکو میٹھا پانی بھی لامحالا کڑوا (کسیلا) ہی معلوم ہوگا ''

مسئلہ ۔ تم نے جو یہ سوال کیا ۔ کہ ربوبیت کے راز کا ظاہر کرنا کفر ہے ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ کیونکہ اگر یہ بھید سچا ہے ۔ تو کفر کا اطلاق اس پر کیسے ہوگا ۔ اور اگر سرے سے یہ جھوٹا ہے تو سِرِّ ربوبیت غلط کیسے ہو سکتا ہے ؟

جواب ۔ سمجھو! کہ ابوطالب مکی رحمۃ نے قوت القلوب مین بعض اکابر سلف سے اس کو نقل کیا ہے ۔ اور مین نے اپنی کسی کتاب مین اس سے زیادہ کچھ نہین لکھا ہے ۔ کہ

بعض عارفین نے فرمایا کہ سرِ ربوبیت کا ظاہر کرنا کفر ہے	قال بعض العارفین افشاء سر الربوبیۃ کفر

اور مطلب اس کا یہ ہے ۔ کہ اسرار ربوبیت مین بہت سارے ایسے امور ہین ۔ جنکو اکثر انسانی عقلین نہین سمجھ سکتین ۔ اور یہی وجہ ہے ۔ کہ اسکے سننے والے اس کی صداقت کو تسلیم نہین کرتے ۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکار کرنے لگتے ہین ۔ اور اس حدیث کا مفہوم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ

ترجمہ سابقاً گذر چکا ۱۲ مترجم عفی عنہ	نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علیٰ قدر عقولھم

یہی ہے - اور ایک مثال اسکی سِرِ قدر ہے - اور ایک سِرِ روح - علمائے راسخ ان دونون امور سے واقف ہین - لیکن ظاہر نہین کرتے - کیونکہ لوگ اسکو سمجھ نہین سکتے - اور اس سبب سے کفر مین مبتلا ہوتے ہین - حدیث شریف مین ہے - کہ

القدر سر الله فلا تفشوه -	قضا و قدر کا مسئلہ خدا کی راز ہے - پس اس کو مت ظاہر کرو !!

اور علما کی ایک جماعۃ کے مذہب کے مطابق اسکی ایک مثال . . . . "تنزیہ از جہت" ہے - اس وجہ سے جب ہم یہ کہینگے - کہ خدا کسی سمت مین بھی نہین ہے - اور نہ عالم سے ملحق ہے نہ جدا - اور نہ عالم مین داخل ہے نہ خارج - اور اس جہان کی چھیون طرفین اُس سے خالی ہین - تو بہت سارے لوگ اس کلام کے سُننے کی طاقت نہین رکھینگے - اور بصورتِ انکار کا فر ہونگے اور کہنے لگین گے - کہ جب خدا ایسا نہین ہے - تو اُس کا وجود ہی نہین ہے کیونکہ جو چیز اس عالم کے اندر ہو نہ باہر - وہ معدوم ہے - یا یہ کہنے لگین گے - کہ یہ تو جیہات ہی غلط ہین - اور قرین قیاس نہین کہ ایسا ہو - اور اس کے بعد "تشبیہ" کے گرداب مین گھومنے لگین گے - پس یہ اسرار الٰہیہ کی تقدیسات مین سے ایک سر ہے - کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم - اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باوصف اس کا علم ہونے کے اس کو صراحۃً علی الاعلان نہین بیان فرمایا - علمائے سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے ۔

اور ایک گروہ کے نزدیک اس کی مثال یہ ہے - کہ ہم جو کچھ اچھے کام کرتے ہین اُس سے حق تعالیٰ خوشنود نہ ہوگا - اور جس قدر ہم کفر و معاصی مین مبتلا ہین گے اُس سے وہ غضبناک بھی نہ ہوگا - بلکہ دونون اُس کے نزدیک برابر ہین -

کیونکہ اُس کو نہ غصہ ہے نہ خوشنودی۔ پھر کیون ہم اپنے پر تکلیف گوارا کرین۔
اس کے بعد کہتے ہین۔ کہ رضا اور غضب کی تاویل بھی کہنے کے لایق نہین ہے
کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ خدا غضبناک نہ ہوگا۔ کہ یہ امر اُس کے تکلیفی نقص کو
ظاہر کرتا ہے۔ اور غصہ اُسی پر جائز ہو سکتا ہے۔ کہ دوسرا اُس کی خواہش
کے خلاف کوئی فعل کر سکے۔ جبکہ اُس کے سوا کوئی فاعل نہین ہے۔
تب وہ غصہ کیون کرے گا۔ اور کس کے ساتھ کریگا۔ اور خوشنودی
ہوتا ہے۔ جبکی مراد حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس کا کوئی غرض نہین ہے۔
جس کا حصول اُس کے عدم حصول سے اُس کے لیے زیادہ بہتر ہو پس
اُس کی خوشنودی محال ہے۔

یاد رکھو!! ایسی باتون کا ظاہر کرنا لوگون کو خدا کی اطاعت و
فرمان برداری سے باز رکھنا ہے۔ اور ان باتون سے لوگ کفر و اباحت
مین جا گرتے ہین۔ اور اس کی بہت ساری مثالین ہین +۔

+ بے شک اس قسم کے مسائل سینون سے سفینون مین نہین لائے جاتے تھے مگر افسوس کہ
اسپر بھی اہل ظواہر کے اعتراض سے امام صاحب نہین بچ سکے۔ علامہ شبلی نے محدث مازری کی
رائے کا ترجمہ جو "الغزالی" مین درج فرمایا ہے اسکا تھوڑا سا اقتباس حسب ذیل ہے۔
یعنے محدث مازری لکھتے ہین کہ: "غزالی جا بجا تصریح کرتے ہین کہ بہت سے مسائل ایسے
ہین جن کو کتاب مین درج نہین کرنا چاہیے۔ لیکن اس کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی
وہ مسائل اگر غلط ہین تو ضرور اس قابل ہین۔ لیکن اگر صحیح ہین جیسا کہ غزالی کا
خیال ہے۔ تو کیون نہ ظاہر کیے جائین" ۱۲

مترجم عفی عنہ

مین نہ قضا و قدر کا راز بیان کرتا ہون - نہ سِترِ روح کا افشا کرتا ہون -
کیونکہ اس سے لوگون کو نقصان پہونچنے کا نہایت صریح اندیشہ ہے -
لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ اجازت
نہین دی - کہ تم اس سے زیادہ کہنے لگو " الروح من امر ربی "
پس اس سے زیادہ کہنے کی اجازت نہین ہے - تاہم مرد مسلم کو یہ سمجھ
لینا چاہیئے - کہ سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت روح سے
واقف تھے - کیونکہ جس نے روح کی حقیقت کو نہین سمجھا - اُس نے
خدا کو نہین پہچانا - یا خدا کو بہت دقت سے پہچان سکے گا +

+ احقر مترجم اس کوچے سے بالکل نا بلد اور کورا ہے - صرف لفظی ترجمہ اپنی سمجھ کے
موافق کر دیا ہے - مفرت اہل دل سے ان امور کے انکشافات کا طالب - خدا جلد ایسا موقع
نصیب فرمائے .. آمین

ہر چہ گفتم زبین سپس گشتم اسیر

بیر حوتم بیر جوتم ' پیسہ ' پیسہ ۱۲ منہ

باب دوم

اس مین وہ مکاتیب ہین - جو وزراء وقت کو لکھے گئے - اور یہ بارہ[۱۲] نامہ جات ہین - جن مین سے پانچ صاحب شہید نواب نظام الدین فخر الملک بہادر کے نام - اور ایک صدر الوزراء احمد بن نظام الملک کے خط کا جواب اور تین شہاب الاسلام کے نام - جبکہ وہ عہدۂ وزارت سے سرفراز نہین ہوے تھے - اور تین وزیر شہید مجیر الدین کے نام (تغمدہ اللہ بغفرانہ) اور ان نامہ جات مین سے ہر ایک خزائنِ حکمۃ کا گنجینہ اور اسرار شریعت کا چھلکتا ہوا جام ہے ۔ ؏

نامۂ اول

جو نواب نظام الدین فخر الملک† بہادر کو لکھا گیا - اور جو شرعی اور عقلی نکات کے اسرار اور ترہیب وموعظۃ پر مشتمل ہے - حسب ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(بھائی صاحب!) امیر اور حسام و نظام - اور اس قسم کے جتنے الفاظ ہین سب خطابی والقابی - اور رسمی اور بناوٹی ہین - آنحضرت صلی اللہ

---

† یہ نظام الملک کے بڑے فرزند تھے - ۴۷۸ھ مین برکیارق کے وزیر ہوے - بعد ۴۹۰ھ مین سلطان سنجر نے انھین اپنا وزیر بنایا - دس سال تک وزارت کی اور افسوس ۵۰۰ھ مین ایک باطنی دشمن کے ہاتھ درجہ شہادت سے مشرف ہوے ۱۲ الغزالی صفحہ ۲۳۹ مترجم عفی عنہ

علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین۔ کہ "مین اور میری امت کے پرہیز گار لوگ تکلفات سے الگ تھلگ رہتے ہین۔"

اے ذوق! تکلف مین ہے تکلیف سراسر — آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

سنو! امیر کے معنی سمجھنا۔ اور اسکی حقیقت کی ٹوہ لگانا ایک اہم کام ہے۔ جسکی ظاہری اور باطنی دونون حالتین امیری کی حقیقت سے آراستہ ہین۔ وہی واقعی امیر ہے۔ اگرچہ لوگ اُسے امیر نہ کہین۔ اور جو اس معنے سے خالی ہے۔ وہ امیر نہین ہے۔ اگرچہ سارا جہان اُسے امیر کیون نہ کہے۔

امیر کے معنی یہ ہین۔ کہ اُس کا امر (حکم) اُسکے لشکر پر نافذ و جاری رہے۔ اور پہلا لشکر جو انسان پر مسلط کیا گیا ہے۔ وہ اُس کا باطنی لشکر ہے۔ جسکی بہت ساری قسمین ہین۔ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ

وما یعلم جنود ربك الا هو۔ | "تمھارے پروردگار کی مخلوقات کے لشکرون کا حال اُس کے سوا کوئی نہین جانتا"

اور ان لشکرون کے تین افسر ہین۔ ایک "شہوت" جو نجاستون اور مکروہات کی طرف مائل ہے۔ دوسرا "غضب" جو قتل اور مارپیٹ اور لوگون کی بیخ کنی کا حکم دیتا ہے۔ تیسرا "کید و دغا" جو مکروحیل اور تلبیس کا سبق دیتا ہے۔ ان افسرون کو اگر سزا کے طور پر صورت کا لباس پہنایا جاتا۔ تو ایک کی شکل "خنزیر" کی سی ہوتی۔ اور دوسرا "کتے" کی صورت مین نمود ہوتا۔ اور تیسرا "شیطان" کے روپ مین ظاہر ہوتا۔ واضح ہو کہ۔ لوگون کی دو جماعتین ہین۔ ایک جماعت نے تو ان تینون

موذیون کو مقہور اور مسخر کر کے اپنا حکم اُن پر جاری کر رکھا ہے - پس یہ لوگ حقیقی امیر اور بادشاہ ہین - اور ایک گروہ وہ ہے - جو اِن کے ہاتھون بک چکا - اور رات دن اِنہین کی اطاعت و فرمان برداری مین لگا ہوا ہے - یہ اسیرون (قیدیون) کی جماعت کہلاتی ہے - اور یہہ لوگ اِس عالم دنیا کے اندھے ہین - کہ امیر و بادشاہ کو فقیر و مسکین کہتے ہین - اور اُس عاجز قیدی کو امیر، وزیر، اور بادشاہ تسلیم کرتے ہین - اور اہل بصیرت بھی ایسے ہی ہوتے ہین - کہ حبشیون کو گورے سپیٹے - اور وحشتناک جنگل کو کامیابی کا میدان تصور کرتے ہین - حالانکہ اِس سے اُنہین تعجب نہین ہوتا - کیونکہ وہ معلوم کر چکے ہین - کہ یہ جہان انعکاسی اور التباسی عالم ہے اور یہ کوئی تعجب خیز امر نہین ہے - کیونکہ دونون جہان کی اصل آفرینش کی بنا التباس پر ہے - (جنین سے ایک عالم حقائق و معانی ہے - اور اسی کا دوسرا نام عالم ملکوت کہلاتا ہے - اور ایک عالم صورت ہے - جو عالم شہادت کا مترادف ہی) جو کچھ عالم شہادة مین ہے - وہ "نیست ہست نما" اور لاشئے صورت شئے مین ہے - اور جو کچھ عالم حقیقت مین ہے - وہ "ہست نیست نما" ہے - اور یہ نسبت اِس ظاہری آنکھہ کے ساتھہ ہے - کہ لوگ اِسی کو دیدار سمجھتے ہین - قریب مرگ جب یہ آنکھہ بند ہو جائیگی - تب عالم حقیقی کا پردہ جو اب تک حاجب تھا یک بیک اُٹھ جائیگا اور دنیا کا کیا دھرا سب الٹ پلٹ معلوم ہوگا - جس کو "ہست" خیال کیا جاتا تھا "نیست" دکھائی دے گا - اور جو "نیست" سمجھا جاتا تھا "ہست" ثابت ہوگا - تب بندہ کہیگا - کہ بار خدایا! یہ کیا حالت ہی؟ سارے کاروبار معکوس نظر آرہے ہین - خطاب آئیگا - کہ:

فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید -

جو پردہ تیری آنکھون پر پڑا تھا اب ہم نے تیرے اس پردہ کو تجھ سے ہٹا دیا - تو آج تیری نگاہ بڑی تیز معلوم ہوتی ہے "

بندہ کہیگا - کہ اس امر سے مین واقف ہی نہ تھا - کہ ایسا ہوگا - اور یون التجا کریگا - کہ

ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا

اے پروردگار! اب ہماری آنکھین اور ہمارے کان کھلے - تو ہم کو ایک بار پھر دنیا مین بھیج - کہ ہم نیک عمل کرین -

فرشتے بحکم الٰہی جواب دینگے - کہ

اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر -

کیا ہم نے تم کو اتنی عمرین نہین دی تھین کہ جسکو سوچنا منظور ہوتا وہ اتنی عمر مین اچھی خاصی طرح سوچ سمجھ لیتا - اور اس کے علاوہ تمھارے پاس ہمارے عذاب سے ڈرانے والا رسول بھی پہونچا - تو اب اپنے کیے کے مزے چکھو کہ نافرمان لوگون کا یہان کوئی مددگار نہین "

اور یہ بھی کہین گے - کہ کیا تم نے قرآن قدیم مین یہ نہین سنا تھا - جو حق تعالیٰ نے فرمایا - کہ

الذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتی اذا جاءہ لم

"جو لوگ منکر ہین - اُن کے اعمال ایسے ہین - جیسے چٹیل میدان مین چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا اُسکو دور سے پانی خیال کرتا ہے - یہان تک کہ جب اُسکے پاس آئی

یجدہ شیئا ووجد اللہ عندہٗ فوفاہ حسابہ

تو اُسکو کچھ بھی نہ پایا اور پیاسا تڑپ تڑپ کر مرگیا - اور دیکھا تو خدا کو اپنے پاس موجود پایا - اور اُس نے اُسکے اعمال کا حساب پورا پورا چکا دیا "

اب اگر کوئی یہ کہے - کہ " ہست نیست نمائی " اور " نیست ہست نمائی " سمجھ مین نہین آتی - اور کم سمجھ والون کو اِسکی اصلی کیفیت مثالی طور پر سمجھانا چاہیئے - تو سنو! اکثر تم دیکھتے ہو - کہ زمین سے خاک اٹھتی ہے - اور ہوا کے ذریعہ منارہ کی شکل مین بہت اونچی پیچ کھاتی ہوئی چلی جاتی ہے (جسکو عام طور پر بگولہ کہتے ہین) معمولی سمجھ کا شخص جب اِس واقعہ کو دیکھتا ہے - تو گمان کرتا ہے - کہ خاک اپنے آپ کو پیچ وتاب دے رہی ہے - حالانکہ واقعہ ایسا نہین ہے - بلکہ خاکی ذرون کے ساتھ ہوا کے ذرّے شامل ہین - اور یہی ہوائی ذرّے خاکی ذرون کو ہلا رہے ہین - لیکن ہوا دکھلائی نہین دیتی اور خاک نظر آتی رہتی ہے - (اِس لیے یہ مغالطہ ہوا کرتا ہے) پس خاکی ذرّے اس حرکت مین " نیست ہست نما " ہین - اور ہوا " ہست نیست نما " کیونکہ ہوا کے غلبہ سے خاک کا حرکت کرنا محکوم اور عاجز ہونے کے سوا نہین ہے - اور سارا تصرف ہوا کا ہے - حالانکہ ہوا کا تسلط ظاہر نہین ہے -

ایک اور مثال جو اس سے بھی زیادہ آسان ہے اُس کو بھی سمجھ لو - وہ تمھاری روح اور قالب ہے - کہ روح " ہست نیست نما " ہے - کوئی اسکی تہ کو نہین پہونچ سکتا - حالانکہ سلطنت اور غلبہ اور تمام تصرفات اِسی کے ہین - اور قالب اِس روح کا ایک عاجز قیدی ہے -

جو کچھ ہم دیکھتے ہین - قالب ہی سے دیکھتے ہین - حالانکہ قالب اس سے بے خبر ہے -

اب ترقی کرکے مین یہ کہتا ہون - کہ تمام جہان کو قیوم عالم کے ساتھ یہی نسبت ہے - اکثر لوگون کی دانست مین خداے قیوم عالم "ہست نیست نما" ہے - کیونکہ عالم کے کسی ذرّے کو اپنے ساتھ بغیر اُس کے حکم کے قوام اور وجود نہین ہے - اور ہر چیز کا قوام ضرورةً اُس سے پیوستہ ہے - اور حقیقی وجود اُسی ذات واحد کے لیے ہے - اور قایم شدہ چیز کا وجود اُس سے بر سبیل عاریت ہے - حق تعالیٰ فرماتا ہے -

وهو معكم اينما كنتم - || اور تم لوگ کہین بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے

لیکن جو شخص کہ "معیت" کو نہین سمجھتا ہے - مگر صرف اسی قدر کہ جسم کی معیت جسم کے ساتھ - یا عرض کی عرض سے - یا عرض کی جسم کے ساتھ - یہ تینون معیتین ذات قیوم مین محالات سے ہین - یہ معیت نہین سمجھی جا سکتی - اور قیومی معیت کسی جسم کے ساتھ نہین ہے - بلکہ معیت حقیقت مین یہی ہے - اور یہی "ہست نیست نما" ہے - جو لوگ کہ اس معیت سے نا آشنا ہیکر قیوم کو ڈھونڈھتے ہین - وہ اُسے نہین پاتے - اور جو لوگ اِسے پہچان کر اپنے کو ڈھونڈ لیتے ہین وہ اپنے کو نہین پاتے - بلکہ سراسر حق کو دیکھتے ہین - اور کہتے ہین کہ -

ليس في الوجود الا القيوم || قیوم کے سوا کوئی موجود نہین ہے -

اور جو شخص اپنے کو ڈھونڈھکر نہین پاتا - اور جو شخص قیوم کو ڈھونڈھکر نہین پاتا - ان دونون مین بڑا فرق ہے - گو یہ تحریر حد اعتدال سے باہر ہے - لیکن بے ساختہ حوالۂ قلم ہوگئی - اور اس لحاظ سے بھی کہ آپ

اپنے معاصرین مین سب سے زیادہ عقیل و فریس ہین۔ ہمیشہ اور ہر وقت اپنے قصور فہم سے خدا کی جناب مین پناہ مانگا کیجئے۔ کیونکہ بہت سارے لوگ اپنی ناقص عقل ہی کی بدولت ہلاک ہو چکے ہین۔

اکثر اهل الجنة ابله واهل العلیین ذوا الالباب۔ | "اکثر جنت والے بے وقوف اور علیین والے عقل مند ہون گے"

واضح ہو۔ کہ لوگ تین قسم کے ہین۔ ایک عوام۔ جنہون نے صرف تقلید پر قناعت کر لی ہے۔ اور وہ اپنے کاروبار مین خود مداخلت نہین کرتے۔ بلکہ دوسرون سے سیکھتے ہین۔ اگرچہ یہ ذی رتبہ نہین ہین۔ تاہم نجات والون مین سے ہین۔

دوسرے عقل مند اہل علیین ہین۔ اور ہر زمانہ مین ان کی تعداد ایک یا دو سے متجاوز نہین ہوتی۔

تیسرے اپنی دانائی و فراست سے بیجا مداخلت اور ناجائز تصرف کرنے والے ہین۔ یہ ہلاک ہونے والی جماعت ہے۔

طبیب تو شفا رکاملہ کی دولت سے مالا مال ہے۔ اور اُس کا مقلد بھی جبکہ وہ باقیات مین کوئی ناجائز تصرف نکرے (ٹھکانے سے آ رہیگا) لیکن نیم طبیب بیمارون کی جان کا خواہان ہے۔ اور جو شخص کہ امور شرعیہ مین اپنی ناقص عقل کے ذریعہ ترمیم و تنسیخ کرنے لگے۔ وہ بھی نیم طبیب ہے۔ مثل مشہور ہے:۔ "نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم ملا خلل ایمان" اور اسی کے قریب قریب یہ شعر بھی۔

خیالات نادان خلوت نشین ٭ بہم برکند عاقبت کفر و دین

اور ان عقل مندون کا سرگروہ ابلیس ہے۔ کہ تھوڑی سی دانائی

اور مداخلت جو اُس کے ناموافق تھی اُس کے بل پر۔ دلیل و حجت کرنے لگا۔ اور یون کہا۔ کہ

انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔	مین آدم سے بہتر ہون۔ کیون کہ مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا۔ اور اِس کو خاک سے"

حسن بصریؒ سے لوگون نے پوچھا۔ کہ کیا ابلیس بھی ہوشیار اور سمجھدار ہے؟ آپنے فرمایا کیون نہین۔ اگر وہ ایسا نہ ہوتا۔ تو عقلمندون اور داناؤن کو راستہ سے نہ بھٹکا سکتا۔ اور عقلمندون کی علامت یہ ہے۔ کہ شیطان کا اُن پر داؤ نہین چل سکتا۔ جب کہ حق تعالیٰ نے ابلیس کو خطاب کرکے فرمایا ہے۔ کہ

ان عبادی لیس لک علیھم سلطان۔	جو ہمارے سچے بندے ہین۔ اُن پر تو تیرا کسی طرح کا قابو چلنے ہی کا نہین۔

اور جس شخص کو اُسکی سستی یا نفسانی خواہش اِس پر آمادہ کرے کہ وہ فرمانِ الٰہی کی مخالفت کرنے لگے۔ وہ شیطان کا شاگرد اور اُس کا نائب ہے۔

فاتخذوہ عدوا انما یدعو حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر۔	"تو اُسکو اپنا دشمن ہی سمجھے رہو۔ وہ تو اپنے لوگون کو صرف اِس غرض سے بلاتا ہے۔ کہ وہ لوگ آخرکار دوزخیون مین جا شامل ہون"

پس اگر آپ سعادت اُخروی کے طالب ہین۔ تو احکام الٰہی کی تعمیل کیجیے۔ اور کسی سے نہ کچھ پوچھیے۔ اور نہ کہین کچھ تلاش کیجیے۔ اور نہ کسی قسم کا کوئی تصرف فرمایئے۔ مگر ہان جب کسی مسئلہ مین تمھارے دل کو

اطمینان نہ ہو۔ تب اہل علم سے اُسکی تحقیق کر سکتے ہو۔ اور اگر کاروبار کے
نتائج کا کچھ مختصر سا لہ احوال سمجھنا چاہتے ہو۔ تو کتاب "کیمیاء سعادت"
کا مطالعہ کیا کرو۔ اور ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو۔ جو شیطان کے
قبضہ سے نکلا ہوا ہو۔ تا کہ تمہیں بھی وہ اُسکے پنجہ سے نجات دلائے۔ والسلام

یک نصیحت یاد دارم از پدر ÷ آفرین بر جانِ پاکش آفرین!
بارہا گفتے کہ اے فرزند من! ÷ تا توانی صحبتِ نیکان گزین
نیک و بد را فرق کن از یک دگر ÷ از بدی دل بگسل و نیکی گزین

همنشینِ مردمانِ نیک باش
ورنہ بارے با بدان کمتر نشین

نامۂ دُوم

"جو منصبِ قضا کی حقیقت سے متعلق فخر الملک کو لکھا گیا"

"جسمین امام صاحب نے نواب ممدوح کو اس امر کی تحریص دلائی ہے۔
کہ عدالتی احکام مین ایسے شخص کی تقلید کرنی چاہیئے۔ جو اس عہدۂ جلیلہ کی
صلاحیت اور شایستگی رکھتا ہو"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کی مجلس عالیہ توفیق کی آبیاری سے سرسبز و شاداب رہے!
تاکہ آپ دنیا کے مشغلہ مین اپنے اُخروی حصہ سے فراموش نہ رہین۔ حق
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ

ولا تنس نصیبک من الدنیا۔ || دنیا سے تمہارا جو حصہ ہے اُسکو فراموش نہ کرو

اور دنیا سے ہر شخص کا حصہ وہ ہے۔ کہ آخرت کے لیے توشہ تیار کرے

کیونکہ سب لوگ خدا کے دربار مین سفر کر رہے ہین - اور اس طول طویل سفر کے مابین دنیا گویا ایک منزل ہے - اور جن غافلون نے کہ اس دنیا سے اپنے آیندہ سفر کے لیے توشہ نہین باندھ لیا اُن کی مثال حاجیون کی سی ہے - کہ جب بغداد پہونچے - تو دلفریب تماشون مین مشغول ہو گئے - پھر اُن مین سے ایک نے بغیر زاد و راحلہ کے بادیہ پیمائی شروع کی - اور یہہ گمان کر بیٹھا - کہ میرا رُخ سیدھا کعبہ شریف ہی کا ہے - حالانکہ اُس کا یہ گمان بالکل غلط ہے - بلکہ اُس نے اپنا منھ ہلاکت کی طرف رکھا ہے -

علیٰ ہذا توشہ آخرت تقویٰ (پرہیزگاری) ہے - اور تقویٰ کی بنیاد دو چیزین ہین - "احکام الٰہی کی تعظیم - اور مخلوق خدا پر مہربانی کرنا" اور جو بادشاہ کہ صیغہ مال - اور امور عدالت - اور سررشتہ کوتوالی کے کاروبار کسی نااہل کے سپرد کر دے - تو اسمین اتنا خوف نہین ہے - جتنا کہ صیغۂ عدالت کی حکومت کسی نالایق کے حوالے کرے - اس لیے کہ صیغۂ مال وغیرہ کے معاملات کا تعلق دنیا سے ہی - اگر یہ دنیا دارون کو دیا جائے - تو اُن کے لایق ہے - لیکن مسند قضا (یعنی کرسی عدالت) مقام نبوت اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدۂ جلیلہ ہے -

ولیحکم بما انزل اللہ || "اور خدا کے نازل کردہ احکام کے موافق حکم دینا چاہیئے"

جس شخص کے دل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ قدر ہوگی - وہ آپ کی جگہ پر نہین بٹھائے گا - مگر ایسے سنجیدہ شخص کو - کہ قیامت کے دن اس کی وجہ سے شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے - اور جب وہ اس کی پرواہ نہین رکھتا ہے - تو سمجھ لینا چاہیے - کہ احکام الٰہی کی تعظیم اُس کے قلب سے

جاتی رہی - کیونکہ احکام الٰہی کی تعظیم منصب نبوت کی تعظیم مین ہے -

اور جس بادشاہ نے لوگون کی جان و مال اور عصمت کو خطرہ مین رکھا - تو مخلوق الٰہی پر شفقت کا فریضہ بھی اُس سے جاتا رہا - جو حاکم مجاز کہ ایسا کرتا ہے - وہ کیا گمان کرتا ہے - کہ سفر آخرت کے لیے کس قسم کا توشہ تیار کر رہا ہے کیونکہ عدالتی اہم کامون مین سے ایک بڑا کام یتیمون کے مال کی حفاظت ہے - جب قاضی (حاکم عدالت) صاحب تقویٰ نہ ہوگا - تو وہ یتیمون کا مال چوٹٹون کے حوالہ کر دیگا - حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا ۵	"جو لوگ ناحق ناروا یتیمون کے مال خورد برد کرتے ہین - وہ اپنے پیٹ مین بس انگار بھرتے ہین اور عنقریب مرے پیچھے دوزخ مین پڑین گے"۔

جب کوئی حاکم اس وعدۂ عذاب سے خوف نہین رکھتا ہے - تو دوسرے ناجائز کامون مین وہ کیون ڈرنے لگا - اور یہ قرآنی وعید صرف اُسی حاکم عدالت کے لئے مخصوص نہین ہے - جو اِس کا ارتکاب کرتا ہے - بلکہ یہ خائن حاکم اپنے ساتھ اور دو کو شریک رکھتا ہے - ایک تو وہ وزیر خوش تدبیر جو اِس نالایق جج کی آو بھگت کرتا ہے - اور دوسرے وہ بارہ رخ مسلمان جو باوصف قادر ہونے کے ایسے غیر محتاط حاکم کی ان بدعنوانیون پر نوٹس نہین لیتے - اور چشم پوشی کر جاتے ہین - یہ سب کے سب اس ظالم حاکم کے ساتھ قیامت کے دن شریک فی الجرم ہون گے - اور جب مدار المہام ریاست محکمۂ قضا کی باگ کسی متدین خداترس کے ہاتھ مین دین گے - تو مسلمانون کے جان و مال اور عصمتین محفوظ ہوجائینگی -

آج فلان نیک نہاد خوش خلقی اور دیانت داری مین بے نظیر ہے -

اور اُس کی اس اہم کام کی شائستگی صدر وزارت پر بھی پوشیدہ نہین ہے۔
بدین وجہ کہ شہر خجرجان کا علاقہ انہین کی بدولت زندہ ہے۔
آیندہ راے عالی مین جو مناسب ہو۔ وہی پسندیدہ تر ہے۔ اور
بات تو یہ ہے۔کہ بہتری و بہبودی خدا کا احسان ہے۔ والسلام

نامۂ سوم

جو صاحب شہید فخرالملک کو لکھا گیا۔ اور جو امور ممنوعہ کے ارتکاب سے تنبیہ اور تاکید بلیغ پر مشتمل ہے۔ اور اس مین انصاف و معدلت گستری کی پوری طور پر حرص و رغبت دلائی گئی ہے۔ نیز رعایا سے طرح کے ساتھ نرمی اور آسانی کا برتاؤ کرنے کے لیئے۔ اور نواب ممدوح کو اپنے والد ماجد نظام الملک کے قدم بقدم چلنے کے متعلق بھی لطیف اشارات کیے گیے ہین۔

امام صاحب نے اس نامہ کے عنوان پر (بخط جلی) یہ ارقام فرمایا تھا کہ :۔ " یہ تلخ شربت فوائد کثیرہ کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ تنہائی مین اس کے مضامین پر توجہ فرمایئے۔ اور خدا ترسی کے کان سے سماعت فرمایئے۔ کیونکہ تلخ اور مفید شربت بھی خواہون ہی کی طرف سے بھیجا جاتا ہے۔ اور مضرت رسان میٹھا شربت دوستانِ ظاہری اور دشمنانِ حقیقی کی جانب سے پیش ہوا کرتا ہے "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ :۔

انا و اتقیاء امتی برآء من التکلف ۵	"مین اور میرے پرہیزگار امتی تکلف اور بناوٹ سے الگ تھلگ رہتے ہین "

لہذا خطوط کو القاب سے مزین کرنا تکلف اور رسم کا طریقہ ہے۔ اور جو بات
کہ دیانت داری سے لکھی جائے۔ اُس کے لیے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ رسم
و رواج کی پابندی سے بالکل پاک و صاف رہے۔ اور عرف عام مین
جو سرکاری منصب و عہدہ اپنی انتہائی ترقی کے زینہ پر پہونچ جاتا ہے۔ وہ بھی
لمبے چوڑے القاب سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور جب حسن و خوبصورتی اعلیٰ درجہ
پر نمایان ہوتی ہے۔ تو پھر مشاطہ کا وجود بیکار ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے۔ کہ خواجہ امام ابو حنیفہؒ اور خواجہ امام شافعیؒ اپنے اپنے
زمانہ مین علمی کمالات کے تیمیع پیالے تھے۔ جو بھر چکے۔ اور اپنی علمی دستگاہ
کی بدولت شہرہ آفاق ہو چکے۔

والزیادۃ علی الکمال نقصان	"اور کمال پر زیادتی اس کے نقصان کا باعث ہوتی ہے"

بیت

منتہاے کمال نقصان است   گل بریزد بوقت سیرابی

پس آپ کا کام بھی (ماشاء اللہ چشم بد دور) دنیا کی سرداری مین
ایسی اونچی جگہ پر پہونچ گیا ہے۔ کہ آپ کی نسبت بغیر کسی خطاب کے یون
کہنا۔ کہ آپ ایسے اور ویسے ہین۔ کچھ مضائقہ کی بات نہین ہے۔

اب ہم دینی کامون کی خواجگی (سرداری) کی طرف توجہ کرتے ہین۔
پس سمجھ لیجیے۔ کہ یہ زمانہ فتنہ خیز اور آخری زمانہ ہے۔ اور اسلامی کاروبار
بھی اب کمزور ہوتے جارہے ہین۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ :-

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ	"باوجودیکہ لوگون کا حساب اعمال یعنی اس کا وقت قریب آلگا۔ اس پر بھی وہ غفلت مین پڑے ہوے ہین"

منھ کیے ہوے چلے جارہے ہین"

معرضون ۵

اِس لحاظ سے ہر شخص کو اس پُرآشوب زمانہ مین مضبوط قلعہ کی ضرورت لاحق ہورہی ہے - پس ایک جماعت نے اپنی حفاظت جنگی فوج اور تیر و شمشیر وغیرہ سے کی - اور ایک گروہ نے مال و دولت اور پختہ حصارون اور آہنی دروازون سے پناہ لی - اور ایک جم غفیر نے محتاجون کی امداد اور مسلمانون کی دعا سے اپنی حفاظت کا سامان فراہم کیا - لیکن حق تعالیٰ نے زمانہ حال اور زمانہ گذشتہ کے لوگون پر فریق اول کی غلط کاری سے دلیل قائم کردی - تا سمجھ جائین - کہ گھوڑے اور لشکر اور جنگی ساز و سامان آسمانی بلا کو دفع نہین کرسکتے - اور عمید طوس اور اُس کے ساتھ والون کے حالات سے فریق دوم کی غلطی پر حجت ثابت کی - تا سمجھ لین - کہ اونچی دیوارین اور آہنی دروازے اور مال و دولت کی فراہمی خدائی بلا کو نہین ٹال سکتین - بلکہ یہ چیزین بلیات کی آمد کا باعث بنتی ہین ؏

نگہبانیِ ملک و دولت بلاست ۔ گدا بادشاہ ست و نامش گداست

چنانچہ آپ اِس کا لطف قرآنی آیات سے اُٹھاسکتے ہین - جو حسب ذیل ہین :-

ما اغنی عنی مالیہ ھلک عنی سلطانیہ ۵	"میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا - مجھ سے میری بادشاہت لٹ گئی"
وما یغنی عنہ مالہ اذا تردّی ۵	"اور جب وہ جہنم مین گرے گا - تو اُس کا مال اُس کے کچھ بھی کام نہ آئیگا"
ویل لکل ھمزۃ لمزۃ - الذی جمع مالاً وعددہ یحسب	ہر شخص جو لوگون کی عیب چینی کرتا - اور اُن پر آوازے کستا ہو - اُس کی بھی بڑی تباہی ہے -

اِنَّ مالہٗ اخلدہٗ۔	کہ وہ اس خیال سے مال جمع کرتا۔ اور اُس کو گن
کلا لینبذن فی الحطمۃ	گن کر رکھتا رہا۔ کہ وہ مال کی بدولت ہمیشہ
وما ادرٰک ما الحطمۃ	زندہ رہے گا۔ سو یہ تو ہونا نہین۔ بلکہ وہ ایک نہ
نار اللّٰہ الموقدۃ۔	ایک دن ضرور مرے گا۔ اور کفر کی وجہ سے ضرور حطمہ
التی تطلع علی الافئدۃ	مین پھینکا جائیگا۔ اور اے پیغمبر! تم کیا سمجھے کہ حطمہ
انھا علیھم موصدۃ۔	ہے کیا چیز؟ حطمہ سے مراد ہے۔ اللہ کی بھڑکائی
فی عمد ممددۃ ۵	ہوئی آگ۔ جو تلووں سے لگ کر دلون تک
	کی جا خبر لے گی اور وہ ڈیک + کے بڑے بڑے
	ستونون کی شکل مین دوزخیون کو چارون
	طرف سے گھیرے ہوگی۔

خیر! اور حق تعالیٰ نے حمید خراسانیؒ کے حالات سے فریق سوم کی عمدہ تدبیر پر بُرہانِ روشن قائم فرمائی۔ تا سمجھ جائین۔ کہ جَو (یا جوار وغیرہ) کی روٹی۔ اور سالن کے کٹورے سے کسی بھوکے محتاج کی مدد کرنا وہ کام کرتا ہے۔ جو لاکھ روپے اور ایسی تعداد کی جنگی فوج سے نہین ہوسکتا نیز لوگون کو یہ بھی معلوم ہو جاے۔ کہ لشکر سہام اللیل ++ سے تیار کرنا چاہیئے۔ نہ سہام الخیل سے ۵

+ ڈیک۔ بیاے معروف۔ آگ کی بڑی اونچی لو کو کہتے ہین ۱۲

++ سہام اللیل۔ رات کو تیر مارنے والے۔ یعنے خدا کے مقبول بندے۔ جو رات کو نمازین پڑھتے اور دعائین مانگتے ہین۔ اور سہام الخیل۔ گھوڑے پر سے تیر مارنے والے یعنی سپاہی ۱۲

مترجم عفی عنہ

آنچہ یک پیرزن کند بہ سحر　　نہ کند صد ہزار تیر و تبر

اور اسی خراسانی واقعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے معجزہ کو بھی سمجھ لین - جو آپ نے فرمایا - کہ :-

الدعاء یرد البلاء	"دعا بلا کو لوٹا دیتی ہے"

اور یہ بھی فرمایا - کہ :-

الدعاء والبلاء یتعالجان +	"دعا اور بلا دونون آپسمین جھگڑتی رہتی ہین"

فرزند شریف و نجیب وہی ہے - جو اپنی دولت کی مسند کسی خاص ملازم کے حوالہ کر دے - تمھارے والد شہید قدس سرہٗ (خدا تمھین اُنھین کے قدم بقدم چلنے کی توفیق دے) جب اُنھین یہ خبر پہونچی تھی - کہ شہر کرمان کے لوگ داد و دہش کر رہے ہین - تو اُن کا جسم کانپ اُٹھتا تھا - اس وجہ سے نہین - کہ وہ خیر خیرات کو بُرا سمجھتے تھے - بلکہ یہ فرماتے تھے - کہ دنیا بھر مین کوئی ایسا شخص نہ ہو - جو جود و سخاوت مین مجھ سے بڑھ جائے -

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون ۝	"اور ریس کرنے والون کو چاہیئے - کہ اسکی ریس کرین"

گو ہر کام مین حسد کرنا حرام ہے - مگر امور دین مین واجب ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین - کہ :-

لاحسد الا فی اثنین	حسد کسی چیز مین جائز نہین ہے - مگر دو

+ حصن حصین مین یہ حدیث اسطرح ہے - ان البلاء لینزل فیتلقاہ الدعاء فیعتلجان الی یوم القیمۃ - یعنی بیشک بلا اوپر سے اترتی ہے - اور دعا ادہر سے جاکر اس سے ملتی ہے - پھر قیامت تک یہ دونون جھگڑتی رہتی ہین ۱۲ مترجم عفی عنہٗ

رجل اتاہ اللہ مالاً فھو ینفقہ فی سبیل اللہ ورجل اتاہ اللہ علماً فھو یعمل ویدعوالخلق الیہ ۵	دو شخصون کے متعلق درست ہے۔ ایک وہ شخص جسکو خدانے مال و دولت دی۔ اور وہ اُس کو خدا کی راہ مین خرچ کرے۔ دوسرا وہ شخص جس کو خدانے علم دیا۔ اور وہ باوجود عمل کرنے کے لوگون کو اُس کی طرف بلائے ؎

اچھی طرح سمجھیے۔ کہ یہ شہر قحط سالی اور حکام وغیرہ کی ظلم وزیادتی اور بدنظمی سے ویران ہو چلا تھا۔ جب اسفرائن اور دامغان سے تمھارے یہان آنے کی خبر تھی۔ سب ڈر رہے تھے۔ والی لوگ خوف سے غلہ بیچنے لگ گئے تھے۔ ظالم مظلومون سے عذرخواہی کر رہے تھے۔ اب جبکہ تم یہان پہونچ گئے۔ اور تمھاری سست پالیسی کا لوگون کو علم ہو چکا۔ تو پچھلا خوف دہراس جاتا رہا۔ اہل دیہات اور بادیہ نشینون نے غلہ روک لیا۔ دکانین بند کردین۔ ستم پیشہ لوگون کے حوصلے بڑھ گئے چوری اور ڈکیتی اور فساد کیلئے جھاڑو دینے لگ گیا۔ چنانچہ آج شب مین چند بدمعاشون نے بعض دکانون اور مسافرخانون کا بدنیتی سے قصد کیا۔ اور جائداد عمید کی تہمت کو اپنے بچاؤ کے لیے ایک اچھا خاصہ حیلہ تراش لیا۔ اور عابد وزاہد بے جرم بھلے مانسون پر جھوٹی بدگمانی قائم کر رہے ہین۔ اگر کوئی شخص اس شہر کے حالات اور واقعات کو میری اس تحریر کے خلاف تم سے بیان کرے۔ تو وہ تمھارے دین کا دشمن ہے۔ پس رعایا کی دلجوئی اور اصلاح کرو۔ نہین بلکہ اپنی عاقبت کی خبر لو۔ اپنی امن سرداری اور حکومت پر رحم کرو۔ اور مخلوق خدا کو تباہ و تاراج مت ہونے دو۔ فقیرون کی رات دن کی بددعاؤن سے

ڈرتے رہو۔ اگر ان بدعنوانیون کا انسداد تم نے کر دیا۔ تو فہو المراد
اور اگر تم نے اس پر توجہ نہین کی - اور یہ انتظام تم سے نہ ہو سکا
تو تم کو اپنے احوال پر رونا چاہیئے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ:

خلقت الخیر و خلقت له اهلاً۔ فطوبیٰ لمن خلقته للخیر - و نشرت الخیر علی یدیه و ویل لمن خلقته للشر - و نشرت الشر علی یدیه ٥	"مین نے نیکی کو پیدا کیا۔ اور اس کے لیے نیک ہاتھ بنایا۔ تو اس کے لئے خوشی ہے جس کو مین نے بھلائی کے لیے پیدا کیا اور اس کے ہاتھ سے بھلائی پھیلائی۔ اور اس پر افسوس ہے جس کو مین نے برائی کے لیے پیدا کیا۔ اور اس کے ہاتھ سے برائیان پھیلائین "

(بدر نظامی یعنی) تمھارے دوست اس مصیبت و اندوہ سے
بے خبر۔ اور لہو و لعب مین مصروف ہین۔ اس کو بخوبی سمجھ رکھو۔ کہ
طوس والون کی بددعا کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ حمید کو مین نے
اس قسم کی بہت ساری نصیحتین کین۔ مگر اس نے نہ مانین۔ چنانچہ اسکا
عبرت خیز حال دنیا نے دیکھ لیا۔ **مصرع**

وما ظالم الا سیبلی بظالم ؛ || ظالم ظالم ہی سے آزمایا جاتا ہے"
(مثل مشہور ہے: ہر فرعونے را موسیٰ۔ سیر کو سوا سیر موجود)

ثم ینتقم الله منهم جمیعًا ٥ || پھر آخر کار خدا تو سب سے بدلہ لینے والا ہی ہے
اچھی طرح سمجھ جاؤ۔ کہ کوئی مالدار اور صاحب حکومت ایسا نہین
ہو گا۔ جس کو ایک دن ضرور بالضرور یہ واقعہ پیش نہ آئے۔ کیونکہ جس نے
مال و دولت اور حکومت کے عشق مین دلسوزی کی نعمت اس کو ہاتھ سے دی

کے فراق مین بھی جلنا پڑے گا۔ لیکن اِس کے تین درجے ہین ۔

ایک سعادت مندون کا درجہ ہے۔ جنھون نے مال و دولت اور حکومت پر اپنے اختیار سے لات ماردی۔ حقوقِ العباد سے سبکدوش ہوگئے۔ رہا سہا جو کچھ تھا خیرات کردیا۔ اگرچہ ایسے مختارانہ قطع تعلق سے بھی طبعًا ایک گونہ کوفت ضرور ہوتا ہے۔ لیکن فوراً ہی سکون اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ "ومنھم سابق بالخیرات" کا اشارہ اِنھین لوگون کی طرف ہے ۔

دوسرا درجہ یہ ہے۔ کہ کسی دولت مند۔ یا صاحبِ حکومت پر کوئی اور شخص مسلط ہو جائے۔ اور اُس کی جائداد ضبط اور خدمت سے معزول کردے یہ صورت گو ایک لحاظ سے رنج افزا ہے۔ لیکن دوسری وجہ سے گناہون کا کفّارہ اور باطنی طہارت کا موجب ہے۔ ایسا شخص منھم مقتصدؐ کے زمرہ مین ہوگا۔

تیسرا بدنصیبون کا درجہ ہے۔ کہ مال و دولت نہ جبراً اُس سے چھینی جائے۔ اور نہ وہ خود اپنے اختیار سے کنارہ کرے۔ اور اُس کا آخری معاملہ ملک الموت سے ٹھہر جائے۔ والعیاذ باللہ۔ یہ مصیبت سب سے بڑھی ہوئی ہے۔

وَلَعَذَابُ الاٰخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوا یَعْلَمُوْنَ ۵	"اور آخرت کا عذاب تو اِس سے کہین بڑھکر ہے۔ اے کاش! اِس زمانہ کے لوگ سمجھے ہوتے"

اس شخص کا شمار فمنھم ظالم لنفسہ مین ہوگا۔

مَن عجلت عقوبتہ فی الدنیا	جس کی سزا نے دنیا مین جلدی کی ۔ وہ

فهو سعید ہ || خوش نصیب ہے ''

پس تم کوشش کرو۔ تاکہ "سابق بالخیرات"+ مین تمھارا شمار ہو جائے۔ کیونکہ اخیر کے دونون درجے شقاوت اور بد نصیبی کے ہین۔ اور ان تینون شربتون مین سے ایک کا چکھنا یقینی اور لازمی ہے۔ ایسی کڑوی اور مفید باتین تم اُسی شخص سے سُن سکتے ہو جس نے اپنی بہتری کی امید بادشاہون سے اُٹھا لی۔ اور ایسا بے لاگ شخص ہی سختی کے ساتھ ایسی تنبیہ کر سکتا ہے۔ پس اس کلام کی عزت کرو۔ اور اس کو خوب سمجھ لو۔ کہ جو شخص اس تجویز کے خلاف تم سے چکنی چپڑی باتین بنائے۔ وہ ضرور تمھارے ساتھ اپنی امید اور طمع کا لگاو رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ سچی بات نہین کہہ سکتا۔

مین تمھین خدا کی قسم دیتا ہون۔ اور تمھارے والد شہید کا واسطہ دیتا ہون۔ کہ آج شب مین جبکہ لوگ سو رہے ہین۔ تم اُٹھو۔ صاف ستھرے

+ پوری آیۃ یون ہے (سورہ فاطر) ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ۔ ومنھم مقتصد۔ ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ۔ ذلک ھو الفضل الکبیر۔" (یعنی) پھر ہم نے اپنے بندون مین سے اُن لوگون کو اس کتاب کا وارث ٹھیرایا۔ جن کو ہم نے (اہل سمجھکر) اسکی خدمت کے لیے منتخب فرمایا (یعنی مسلمانون کو) پھر اُن مین سے بعض تو (بے عمل ہو کر کے) اپنی جانون پر ستم کر رہے ہین۔ اور بعض ان مین سے بیچ کی چال چلے جاتے ہین۔ اور بعض اُن مین سے ایسے بھی ہین۔ جو خدا کے حکم سے نیکیون مین اورون سے آگے بڑھے ہوئے ہین۔ یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ

کپڑے پہنو - وضو کرو - تنہائی مین پاکیزہ جگہہ پر ایک دوگانہ ادا کرو -
بعد سلام نہایت عجز و انکساری اور آہ وزاری کے ساتھ سر بسجدہ
ہو کر یون کہو - کہ :-

یا ملکا لا یزول ملکہ ارحم ملکاً قارب الزوال ملکہ - وایقظہ من غفلتہ ووفقہ لاصلاح رعیتہ ٥	اے بادشاہِ بے زوال! اس قریب الزوال بندے پر رحم فرما - اور اس کو غفلت سے بیدار فرما - اور رعایا کی بہتری کی اُسے توفیق عنایت فرما !!

تا حق تعالیٰ سعادت کا راستہ تم پر کھول دے - اس دعا کے بعد
گھڑی بھر موجودہ ظلم و قحط کے لحاظ سے رعایا کے کاروبار مین فکر و اندیشہ سے
کام لو - تو تم دیکھو گے - کہ خیر و فلاح کی راہین کیسی کھلتی ہین - اور اس
خیر کی مدد کس طرح پہونچتی ہے - والسلام

نامہ پنجم

جس کو امام صاحب نے اپنے فارغ التحصیل شاگرد رشید ابراہیم بن مبارک
شہید کی سفارش کے متعلق نواب فخر الملک بہادر کو لکھا ہو -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کی انتظامی مجلس عالیہ ضیاء سعادت اور سیادت اخروی سے
آراستہ و پیراستہ رہے ! اور آپ کا پیارا دل انوار الٰہی کی تجلیات سے
منور ہو !! ایسی روشنی اور نور جو دلون کے کھلنے کا سبب ہے - جیسا کہ
حق تعالیٰ فرماتا ہے - :-

فمن یرد اللہ ان یھدیہ	تو جس شخص کو خدا چاہتا ہو کہ اُسے راہ راست

یشرح صدرہ للاسلام

۲ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نورٍ من ربہ

دکھائے - اُس کے سینے کو قبول اسلام کے لیے کھول دیتا ہے"

"کیا وہ شخص جس کا بہرہ خدا نے قبولِ اسلام کے لیے کھول دیا ہے - اور وہ اپنے پروردگار کی شعلِ ہدایت آگے رکھتا - اور اُسی کی روشنی پر چلتا ہے (اُس کے برابر ہو سکتا ہے جو کفر کی تاریکیون مین پڑا ہے ؟)"

اب یہ سمجھو کہ وہ نورِ ضیا کیسے پیدا ہوتا ہے - اُس کی علامت یہ ہے کہ جب ایسا سلیم الطبع شخص دنیا کی طرف نظر کرتا ہے - تو تمام مخلوق کو اُس کے جانب سے بظاہر آراستہ دیکھتا ہے - لیکن بباطن یہ ساری چیزین اُسے آلودہ اور پراگندہ نظر آتی ہین - اور جب یہ شخص زندگانیِ دنیا کی طرف خیال کرتا ہے - تو سب لوگ اُس کو روبراہ معلوم ہوتے ہین مگر اِس کو مآلِ کار کے لحاظ سے اپنی زندگی حسرتناک اور پُرخطر محسوس ہوتی ہے - اور جب یہ موت کی طرف نظر اُٹھاتا ہے - تو تمام لوگون کو اِس بارہ مین قرض دار دہارکے وعدہ کی طرح دیکھتا ہے - (کہ وعدہ پر چارو ناچار ادائی کرنی پڑتی ہے) لیکن یہ اپنے مقابلہ مین موت کو نقدِ وقت تصور کرکے اُس کا منتظر رہتا ہے -

ولیعلم ان ماھو اٰتٍ قریب وان الموت اقرب الی کل احد من شراک نعلہ -

"اور جانتا ہے کہ وہ عن قریب آنے والی ہے اور بیشک موت ہر انسان کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے"

۵

كل ابنِ اُنثىٰ وان طالت سلامته يوماً على آلةٍ حدباءَ محمولُ

یعنی:۔ "ہر ماں کا بچہ اگرچہ اُس کی عمر دراز ہی کیوں نہ ہو۔ ایک نہ ایکدن ضرور وہ چارپائی پر اُٹھایا جائے گا" (اضافہ مترجم عفی عنہٗ)

نیز یہ سنجیدہ شخص جب اپنے دوست واحباب وغیرہ کو دیکھتا ہے۔ تو سب کو اقسام کی خواہشات اور تمتعات کی چراگاہ میں ہمہ تن مصروف پاتا ہے۔ لیکن اس کی نظر اور ہمت کا قرارگاہ خوفِ خاتمہ کی وجہ سے حد درجہ رنجیدہ اور المناک رہتا ہے۔ اور اپنے دل میں یوں کہتا رہتا ہے:۔

افرأیت اِن متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون۔ ما اغنیٰ عنھم ما کانوا یمتعون ۵

"اے پیغمبر! ذرا دیکھو تو سہی۔ کہ اگر ہم چند برس ان کو دنیاوی فائدے اٹھانے بھی دیں۔ پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان کے روبرو آموجود ہو۔ تو وہ جو انھوں نے دنیاوی فائدے اُٹھالیے۔ ایسی حالت میں ان کے کیا کام آسکتے ہیں"

پس اگر صدر وزارت (یعنی آپ) کو بارگاہِ احدیت سے یہ نور ضیا مرحمت ہو۔ تو اُس کی علامت یہ ہوگی۔ کہ آپ اپنے دل میں ایک لوح (بورڈ) بطور یادداشت بنالیں گے۔ اور اپنی عمر بھر کی وزارت کے سیاہ وسفید کے نتائج اُس میں درج کرکے اُن کا مطالعہ کرنے لگیں گے۔

یاد رکھو! کہ نظام الملک، تاج الملک، فخر الملک (اور بہت سارے جنگ و دولہ، امرا و روسا وغیرہ) کے متعلق خدا ای فرمان

حسب ذیل ہین :-

(۱) افلم یهد لهم کم اهلکنا قبلهم من القرون یمشون فی مساکنهم ان فی ذلک لآیات لاولی النهیٰ ٥

گویا لوگون کو اِس سے ہدایت نہ ہوئی - کہ اِن سے پہلے ہم نے کتنی جماعتون کو ہلاک کر مارا - اور اب یہ لوگ اُن ہی کے رہنے سہنے کی جگہون مین چلتے پھرتے ہین - جو لوگ عقل والے ہین - اُن کے لیے اسی ایک بات مین قدرت خدا کی بہتیری نشانیان موجود ہین ‘‘

(۲) الم نهلک الاولین ثم نتبعهم الآخرین ٥

گویا ہم نے اگلی نافرمان امتون کو ہلاک نہین کیا ؟ پھر اسی طرح ہم ان پچھلی نافرمان امتون کو بھی اُن ہی کے پیچھے پیچھے چلتا کرین گے ‘‘

اور بارگاہ رسالت کا حکم یہ ہے :-

ایها الناس - کان الموت علی غیرنا کتب - وکان الحق فیها علی غیرنا وجب - وکان الذین نشیعهم من الاموات سفر عما قلیل الینا راجعون - نبوئهم اجداثهم و ناکل تراثهم کانا مخلدون بعدهم قد نسینا کل واعظ وامنا کل صائحه ؛

افسوس! وزرا رمین ہر ایک دوسرے وزیر کے نتیجہ کار سے غافل رہا۔ اور سب اسی وزارتِ ظاہری کے اسباب و وجوہ پر نظر کرتے رہے۔ اور اسقدر نہین سمجھ سکے۔ کہ اس کام مین تباہ و برباد ہونا نہایت ہی ہلکا پن اور سبکساری کا باعث ہے۔

مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا۔ وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ٥

"جن لوگون نے خدا کے سوا دوسرے دوسرے کارساز بنا رکھے ہین۔ اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے۔ کہ اُس نے بھی اپنے زعم مین ایک گھر بنایا۔ اور کچھ شک نہین کہ گھرون مین بودے سے بودا مکڑی کا گھر۔ اے کاش! یہ لوگ اتنی بات سمجھتے"

حق تعالیٰ آپ کو اس نور کی روشنی سے آراستہ و پیراستہ فرمائے۔ تاکہ جملہ کاروبار مین اُن کی اصلیت اور حقیقت پر آپ کی نظر پڑنے لگے۔ اور اس ظاہری دو روزہ طمطراق اور کروفر کا خیال جاتا رہے۔

واضح ہو۔ کہ آپ جیسے صنادید ملک کے لیے اس نور کا گنجینہ اور خزانہ صرف دو خصلتون کا اختیار کرنا ہے۔ ایک "عدالت" دوسرے "عدل"

"عدالت" کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ تم خدا کی اطاعت و فرمان برداری مین ایسے لگے رہو۔ جیسے کہ تم اپنے نوکر چاکر ملازمین وغیرہ سے کام لینے کے خواہشمند رہتے ہو۔ اور.....

"عدل" کی تعریف یہ ہے۔ کہ تم رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ اختیار کرو۔ جیسا کہ تم کسی کی رعیت ہوتے پر اُس کے سلوک کو پسند کر سکو۔

پس ان دو نون کلمون کو اپنا "دستور العمل" بنالو - اور خالق مخلوق کا جو معاملہ تمھارے سامنے پیش ہوا کرے - انھین دو اصول کیطرف رجوع کیا کرو - کیونکہ سلطانِ عادل، اور مخدوم جہانیان یعنی احکم الحاکمین انھین دو مختصر کلمون کی طرف دعوت فرما رہا ہے - اور یہ ممکن نہین - کہ خدائی فرشتے بلاد وامصار کے خراب اور ناگفتہ بہ حالات کو اُس کی مبارک نظر سے مخفی رکھین - ضرور قیامت کے دن اس مداہنت و نفاق کی وجہ سے مواخذہ ہوگا -

گو ہر چند مین نے ملاقات، اور میل ملاپ کی رسم، اور خط کتابت کا طریقہ بالکل مسدود کر دیا ہے - لیکن عہدۂ وزارت کی مبارکباد اور اہل دین کو اس آرام دہ نعمت کی خبر دینے کے لیے یہ چند سطرین لکھدی گئین - اور اسی ضمن مین اور بھی چند امور کے متعلق تنبیہ کر دی گئی ہے چونکہ تہنیت نامہ تحایف و ہدایا سے خالی نہین ہوا کرتا - اس لیے علماء کا تحفہ دعا گوئی کے بعد بندگانِ خدا کی فلاح و بہبودی کی طرف ہدایت اور رہنمائی کرنا ہے -

اب ایک امر جز کی طرف آپ کی توجہ معطوف کرائی جاتی ہے - یہ کہ شہر گرگان عرصہ دراز سے ایک ایسے عالم باعمل کے وجود سے - کہ جس کی اقتدار کرنی چاہیئے - خالی ہو گیا تھا - اِن دنون حسن اتفاق سے ناصح المسلمین ابراہیم بن مبارک اپنے وطن مین واپس آچکے ہین - اور یہ سرزمین اُن کے علم و اتقا سے زندہ ہو رہی ہے - اور ان کی تذکیر و تدریس کے فوائد بیان عام ہو رہے ہین - اہل سنت کو اِن کے قیام کی برکت سے حیات روحانی اور نشاط علمی حاصل ہو رہا ہے - اور یہ

بزرگ تقریباً بیس سال تک۔ طوس اور نیشاپور اور بغداد اور ملک شام وحجاز کے سفر میں میرے ساتھ رہ چکے ہیں۔ ہزار طالبعلموں پر میں ان کو ترجیح دیتا ہوں۔ وفور علم اور راستبازی اور ورع و اتقا والی جماعت میں۔ میں ان کا مثل و نظیر بہت کم پاتا ہوں۔ جس شہر میں اس پایہ اور رتبہ کا عالم ہوگا۔ وہ شہر نہایت سرسبز اور آباد رہے گا۔ (مگر زمانہ کے ہاتھوں انھیں نجات نہیں۔) افسوس ہوا کہ ان کے دینی دشمن اور مخالف بہت سارے ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ کسی قسم کے مکرو حیل سے موقع پا کر شکایت کر بیٹھیں۔ جس سے ان کے کاروبار میں حرج واقع ہو۔

پس صدر وزارت کا دینی فرض یہ ہے کہ وہ ان کو اپنی عنایت وحمایت کی پناہ میں رکھے۔ اور ان کی دعا کو اپنے لیے توشۂ عاقبت بنائے۔ اور بشریت کے لحاظ سے اگر کوئی بھول چوک ان سے سرزد ہو۔ تو اس کو معاف فرمائے۔

حق تعالیٰ آپ کے آغاز و انجام کو دینی اور دنیوی سعادتوں سے آراستہ فرمائے۔ اور زمانہ کی ناسا عدت۔ اور اس کی نیرنگیوں سے آپ کی بساط انجمن کے کنارے محفوظ و مصئون رہیں۔ بمنہ و فضلہٖ

والسلام

(جواب فخر الملک کو لکھا گیا۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ :-

ان للہ عبادًا اختصهم بالنعم بمنافع العباد فادوها- فهم وكلاء الرحمن طوبى لهم وحسن ماب

"خدا کے بعض بندے ایسے ہین - جو دوسرے بندون کو نفع پہونچانے کے لیے نعمتون سے مالا مال کیے گئے ہین - پس وہ اُسکا حق ادا کرتے ہین - یہی خداے رحمان کے وکیل ہین - اِنہین کے لیے خوشی اور اچھی بازگشت ہے"

واضح ہو کہ بدنصیبون پر نعمتون کی بھرمار سے حق تعالی کا مقصد مکر و استدراج ہے - جیسا کہ خود فرماتا ہے :-

سنستدرجهم من حيث لا يعلمون ٥ واملى لهم ان كيدى متين ٥

"ہم انھین اسطرح پر کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف گھسیٹ کر) لے جائینگے - اور ہم ان کو (دنیا مین) مہلت دیتے ہین - ہمارا داؤ بے شک بڑا پکا داؤ ہے"

اور دولت مندون یا حکام مین سے ہر ایک شخص اِن دو حال سے خالی نہین :-

انا هدينه السبيل اما شاكرا واما كفورا ٥

"پھر ہم نے اُس کو (دین کا) رستہ بھی دکھایا - (پھر اب دو قسم کے آدمی ہین) یا تو شکر گذار ہین - یا ناشکر"

لیکن نعمت اور حکومت کا شکریہ جس سے دونون جہان کی

فتحمندی حاصل ہوتی ہے۔ حسب ذیل امور ہین :۔

(۱) انصاف رسانی۔

(۲) حقوق کا اثبات و تصفیہ۔

(۳) ظلم و ستم کی بیخ کنی۔

(۴) ماتحت نوازی۔

(۵) رعایا کے ساتھ رحمت و شفقت اور عطیات کا برتاؤ

چنانچہ حق تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس کی ہدایت فرمائی ہے:۔

یا داود انا جعلنک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب ۵

(ہم نے داؤد سے یہ بھی فرمایا کہ) اے داؤد! ہم نے تم کو ملک مین بادشاہ بنایا ہے۔ تو لوگون (کے معاملات) مین انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔ اور (اپنی نفسانی) خواہش پر نہ چلنا۔ (ایسا کروگے تو (خواہش نفسانی کی پیروی) تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا دیگی۔ اور جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہین انکو بڑی سخت سزا ہوتی ہے اس لیے کہ وہ روز حساب یعنی قیامت کو بھولے رہے ہے۔

پس جس کے حق مین دنیا کی نعمت شقاوت اور بدنصیبی کا باعث بنتی ہے۔ اُس کی علامت یہ ہے۔ کہ جس قدر دنیا کی خوش اقبالی اُس کو زیادہ حاصل ہوتی جاتی ہے۔ وہ اپنے ماتحتون اور عامہ خلائق کے ساتھ زیادہ بے لطفی اور بد اخلاقی کا برتاؤ کرنے لگتا ہے۔ جن کے

متعلق قرآنِ مجید یک زبان ہو کر یون فرما رہا ہے :-

المہ نہلک الاولین ہ ثم نتبعھم الاخرین ہ کذلک نفعل بالمجرمین ہ	"کیا ہم نے اگلی نافرمان استون کو ہلاک نہین کیا ؟ پھر اسی طرح ہم ان پچھلی نافرمان استون کو بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلتا کرین گے۔ گنہگارون کے ساتھ ہم ایسا ہی کیا کرتے ہین"

اس بدنصیب کے دل مین اس قدر غفلت اور کفران نعمت کا انبار لگ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ مین یون کہنے لگتا ہے :-

ما اظن ان تبید ھذہ ابدا ہ	"مین نہین سمجھتا کہ یہ (دولت و حکومت کبھی بھی برباد ہو"

اور جس کے حق مین دنیا کی خوش اقبالی سعادت کا موجب ہوتی ہے اس کی نشانی یہ ہے - کہ اس کو اپنے ماتحتون اور عام خلائق کے ساتھ تلطف اور احسان کی توفیق ہوتی ہے - اس کو اس قدر عقلی کمال - اور دین کی مضبوطی - اور دیانت داری مرحمت کی جاتی ہے - کہ جہان کہین فاسد خواہشین - اور جھوٹی حرصین - اور ظلم کا مواد اور فتنہ و فساد کا غبار موجود ہوجاتا ہے - تو اس کا دست شفقت ان تمام خرابیون اور بدعنوانیون کو مرکز عالم سے بالکل نیست و نابود کر دیتا ہے - اور تمام بدعتون کی آلودگیان دین و دنیا کے اطراف سے دور کر دیتا ہے -

جس قدر اس کے مدارج ترقی پذیر ہوتے جاتے ہین یہ وہ مخلوق خدا پر زیادہ رحیم و شفیق ہوتا جاتا ہے - آخر کار یہان

نوبت پہونچتی ہے - کہ اس جہان کی عزت اُس جہان کی سعادت کے ساتھ ملحق اور وابستہ ہو جاتی ہے اور بارگاہ الٰہی سے عطاءً غیر مجذوذ کی خلعت سے سرفرازی پاتا ہے -

یہ ساری خوبیان اور بزرگیان آپ کی متبرک مجلس مین مجتمع ہین - خدا ہمیشہ اس کی آرایش و رونق کو برقرار اور قائم رکھے !

والسلام !! +

+ چونکہ بمقابلہ زمانہ ماضیہ فی زماننا اکثر حکام وامرا کی اخلاقی حالت زیادہ اصلاح کی محتاج ہو رہی ہے - لہذا امام صاحب کے یہ نامہ جات یا اسی قسم کے دیگر مضامین کسی مناسب طریقہ سے وقتاً فوقتاً اُن تک پہونچانا یا اُن کے گوش گذار کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فضائل مین داخل ہین - معزز واعظین اور ریفارمرون اور مصلحانِ قوم، اور انجمنان اسلامیہ کے ارکین وممبرون کے دیگر اہم فرایض مین اس کا بھی شمول ضروریات سے ہے - کیونکہ حکام کی اصلاح عین قوم کی اصلاح ہے "الناس علی دین ملوکہم"

یون تو امام صاحب کی جملہ تصانیف جس پایہ کی ہین - وہ اہل علم سے مخفی نہین ہین - خاصکر احیاء اور کیمیا کو اُن سب کا گل سر سبد کہنا زیبا ہے کتاب آخر الذکر کے مضامین ذیل کا مطالعہ ولات وحکام کو از بس ضروری ہے "(۱) رکنِ دوم اصلِ دہم (۲) رکنِ سوم اصل ہفتم"

کیمیاء سعادت کا اردو ترجمہ "گنجینۂ معرفت" کے نام سے مجتبائی پریس دہلی مین نہایت عمدگی سے طبع ہوا ہے - جو اُس کے سابقہ ترجمہ اکسیر ہدایت سے زیادہ واضح اور قریب الفہم ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ

نامہائے وزراء

تمہید

اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ صدر الوزراء احمد بن نظام الملک وزیر عراق نے ایک حکم نامہ صدر الدین محمد بن فخر الملک وزیر خراسان کو صدارتِ مدرسۂ نظامیۂ بغداد کے متعلق امام صاحب کی طلبی کے لیے آپ کی اخیر عمر میں لکھا۔ جس میں اس خواہش کا بھی اظہار کیا۔ کہ اس حکم کے ساتھ آپ بھی اپنی جانب سے ایک فرمان بعد تحریر شامل کر کے امام صاحب کی خدمت میں ابلاغ فرمائیں۔ تاکہ وہ جلد اس مہم دین کے لیے روانگی کی تیاری فرمائیں۔ ان ہر دو فرامین میں امام صاحب کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ یاد کیا گیا تھا۔ اور انتظار کی یہ کیفیت لکھی تھی۔ کہ امام مقدس نبوی مستظہری (خلیفۂ وقت) اور ائمۂ عراق و بغداد اور لشکر عراق کے علماء و فضلاء وغیرہ سب کے سب آپکی تشریف آوری کے بدرجہ غایت مشتاق اور چشم براہ ہیں۔ جیساکہ عن قریب انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہو گا۔

جب یہ دونوں فرمان مواہیر وغیرہ سے باقاعدہ تکمیل پاکر امام صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اب ہمارا وقت سفرِ فراق کا ہی سفرِ عراق کا موقع نہیں رہا۔ چنانچہ شاہی احکام۔ اور امام صاحب کا قلمی جواب بصورت مکتوب درج ذیل ہے۔ جو اہتمام کے پند و نصائح اور انذار و تحذیر میں دُرِ یتیم کی مثل ہے۔ جبکہ مطالعہ کرنے والوں کے دل

یگانگت اور یکتائی مین بے نظیر ہون۔

وزیر عراق کا حکمنامہ بنام وزیر خراسان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجۂ اجل سید صدر الدین نظام الاسلام (ظہر الدولہ نصیر الملۃ، و بہار الامۃ) قوام الملک شمس الوزراء کی مبارک زندگی عزت و نعمت، اور سعادت و رفعت اور خوشنودی خدا سے عزوجل مین ترقی پذیر رہے۔!!

آپ کی رائے زرین پر یہ امر ظاہر ہے۔ کہ سب سے زیادہ بہتر توفیق۔ اور اعلی سے اعلی غنیمت آثار سلف اور قدیم یادگارون کی محفوظی اور استحکام و رونق سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ان آثار قدیمہ و مقدسہ کا زندہ رکھنا۔ اور ان بزرگون کی قایم کردہ روش پر چلنا جو سب مسلمانون پر لازم ہے وہ ایسی بزرگی اور خلق نیک کا خاصہ ہے۔ کیونکہ دینی قواعد کے اجرا سے اسلام کے ارکان کی مضبوطی اور شریعت مقدسہ کے جھنڈے کی تازگی ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کا عمدہ نتیجہ دونون جہان کی فلاح و بہبودی کا ذخیرہ بن جاتا ہے۔

یہ امر آپ پر مخفی نہین ہے۔ کہ شہر بغداد مین "مدرسۂ نظامیہ" (قدس اللہ بانیہا) ایک نہایت باوقعت مقام ہے۔ جسکے بانی خداوند شہید "نظام الملک" (قدس اللہ وجہہ) تھے۔ یہ درس گاہ دار الخلافت علمی مین ایک ایسا ایوان ہے۔ جو علم دین کا معدن اور فضیلت کا منبع، اور تدریس کا موقع، اور ائمہ اور علماء کا مسکن، اور طلبہ کا انتہائی

مقصد ہے۔ گو خداوند شہید ممدوح (یرد اللہ ضریحہٗ) کے فیوض و برکات
اور اُن کی بکثرت یادگارین دنیا بھر مین پھیلی ہوئی ہین۔ لیکن سرائے عزیز
مقدس نبوی (بارگاہ خلافت) (عفا عنہ اللہ جلالہٗ) کی مجاورت اور
ہمسایگی کی وجہ سے کوئی یادگار اس سے زیادہ بلند مرتبہ نہین ہوسکتی
اور جب تک دنیا کا قیام رہے گا۔ یہ دوامی خیر بھی اُسی کے دوش
بدوش برقرار۔ اور اِس کی تعریف و توصیف ثابت و قائم رہیگی۔

پس ہم۔ اور تمام حاشیہ بوسانِ بارگاہ خلافت۔ اور اُس
کے متوسلین کا یہ فریضہ ہے۔ کہ وہ اس عالیشان یادگار کے استحکام
اور اِس کے عمدہ نتائج۔ اور اِس کے صیغہ انتظامی کی نگہداشت مین بدرجہ
غایت ساعی اور کوشان رہین ؛

چونکہ ہمارے معزز مخاطب (یعنے وزیر خراسان) (ایدنا اللہ
بقاءہٗ) اِس مقدس خاندان کے قرۃ العین اور بابرکت ممبر ہین۔ اُن پر
بھی لازم اور واجب ہے۔ کہ اس کار خیر مین ہمارا ہاتھ بٹاتے رہین
اور نیکیون کے پھیلانے اور خوبیون کے تحصیل مین بزرگان سلف کی
تقلید فرماتے رہین۔ نیز آپ پر یہ بھی روشن ہے۔ کہ تعلیمی اسباب
اور علمی آلات مین مدرسہ کو سب سے زیادہ احتیاج عالم و فاضل
مدرس کی ہے۔ دوسرے جسقدر وسائل ہین۔ وہ سب اِسی کی فروع
ہین۔ علم کی تازگی، اور تعلیم و تدریس کی گرم بازاری خاص مدرس
ہی کی سلیقہ مندی سے وابستہ ہے۔ اور جب مدرسہ مدرس سے
خالی ہوجائیگا۔ تو اُسکا لازمی نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ خوانندہ کے دروازے
پر قفل لگ جائیگا۔ اور عدم حاضری مدرس مین دوسرے علمی ساز و سامان

سب بیکار ہو جائینگے۔

اب تک مخدومنا امام ہراسی اور علامہ طبری (رحمہما اللہ) کی بدولت اس مدرسہ کا کام نہایت شائستگی سے انجام پارہا تھا۔ درس کا سلسلہ روزمرہ جاری تھا۔ چنانچہ بہت سارے مستفیدین درجۂ افادہ پر پہونچ گئے۔ اور فقہاے مناظرین کی ایک کثیر تعداد تیار ہو چکی۔ اور اشاعتِ علم کا بازار گرم اور بارونق رہا۔ لیکن افسوس! کہ چشم زدن مین کایا پلٹ ہو گئی گویا کہ کسی نے کسی کو اُچک لیا۔ وہ برگزیدۂ خدا جوار رحمت الٰہی مین داخل ہو گیا۔ اور مدرسہ ہذا کا انتظامی شیرازہ بکھر گیا۔ افادہ اور استفادہ کی سرد بازاری سی ہو گئی۔ اور اب ملک عراق مین کوئی اس رتبہ اور پایہ کا نہین رہا جو اُس سعید رحمہ اللہ کی مسند پر بیٹھ سکے اور اُس شان کی درس گوئی اور افاضۂ علم کر سکے۔ ہمارے قلب حزین پر کوئی امر اس کے برابر اہم نہین ہے کہ فوراً اُسکا تدارک کیا جاے۔ چنانچہ بارگاہِ خلافت مین ہم نے گزارش کی۔ اور بہت ساری تدبیرین سوچین۔ جن مین یہ تجویز پاس ہو کر خطاب صادر ہوا۔ کہ صدر الدین وزیر خراسان (اطال اللہ بقایہٗ) اس خیر مجد کے تحفظ کا اہتمام اپنے ذمہ لین۔ اور خواجہ امام اجل زین الدین حجۃ الاسلام، فرید الزمان، ابو حامد، محمد بن محمد بن الغزالی (ادام اللہ تمکنہ) کو (حسب سابق) مدرسۂ ہذا کی صدارت کے سلیے پابند کرین۔ اس لحاظ

+ کیا بکسر کاف کے معنی صاحب اور خداوند کے بھی آے ہین۔ محاورۂ حالیہ کے لحاظ سے اسکا ترجمہ "مخدومنا" کر دیا گیا ہے۔ بفتح کاف اس کا استعمال غلط ہے ۱۲ مترجم عفی عنہٗ۔

سے کہ خواجہ ممدوح یکتاء جہان، قدوۂ عالم، اور شہرۂ آفاق ہونے کے
علاوہ زمرۂ ائمہ دین میں ان کا لوہا مان لیا گیا ہے۔ اور سب کے سب
ان کے اوصاف و مناقب پر متفق ہیں۔ لہذا بارگاہ خلافت (ظاہر اللہ
جلالہا) یہ منصب اُن پر مفوض اور اُن کے نامزد کر دیا گیا۔ اور اس امر
میں نہایت تاکید۔ اور بے حد اصرار کیا گیا ہے۔ کہ وہ جلد اس طرف کا
عزم بالجزم فرمائیں۔ اور کسی قسم کے عذر و حیلہ کا اظہار نہ فرمائیں۔ اور آپ
کی جانب سے بھی یہ امید کی گئی ہے کہ آپ کسی اور اہم کام کو اس کار ضروری
پر ترجیح نہ دیں۔ اور فوراً حجۃ الاسلام کو طلب فرما کر اس حکمنامہ کی انہیں
اطلاع دیں۔ تاکہ وہ بغیر کسی مانع وعارض کے سفر کی تیاری کریں۔ کیونکہ
یہ مدرسۂ عالیہ بالکل بے کار اور بے رونق ہو رہا ہے۔ اور تمام مستفیدین
امام صاحب ہی کی طرف لو لگائے بیٹھے ہیں۔ اور فقہا اور اہل مدرسہ
(وفقہم اللہ) امام صاحب کی اطاعۃ کے سوا کسی اور کی طرف مائل نہیں ہیں۔
اور فرمان اشرف نبوی (لا زال جلالہ) کہ جسکی تعمیل فرض واجب اور
حتم لازم ہے۔ امام صاحب کی استدعاء و طلبی کے متعلق پے در پے صدور
فرما رہا ہے۔ جس کے لیے وقت فرصت نہیں دے رہا ہے۔ اگر اتفاقاً
حجۃ الاسلام (ادام تمکینہ) کوئی عذر پیش کریں۔ یا ناراضی کا اظہار کرنے
لگیں۔ تو اُس کو نامنظور کرکے اُن کو مجبور کریں۔ اور اُن کے عذرات کو
اس طرح سے دور فرمائیں۔ جیساکہ موید الدین معین الملک (ادام اللہ
تائیدہٗ) کے حکم نامہ میں لکھا گیا ہے۔ اور فوراً امام صاحب کا اسباب
سفر درست کرکے بہت جلد اُن کو وہاں سے محفوظ بدرقہ کے ساتھ رخصت
کریں۔ کیونکہ یہاں اُن کے پہونچنے کی گھڑیاں گنی جا رہی ہیں۔ تاکہ

عدم حضوری صدر مدرس کی وجہ سے جو بے رونقی مدرسۂ عالیہ مین نمودار ہو گئی ہے۔ جلد اُس کی تلافی ہو سکے۔ اور امام صاحب کی تشریف آوری سے وہ رونق تازہ اور یہ منقبت کامل طور پر طراوت پذیر ہو جائے۔

(دعا ہے کہ) سلف صالح کے طریقے کے زندہ کرنے۔ اور اُس کے قدم بقدم چلنے مین جو کام کہ آپ اختیار فرمائین۔ خدا کرے۔ کہ اُس کا نتیجہ بھلائی کے ساتھ نکلے!!

اس کام کی ترتیب جن طریقون سے کہ بتلائی گئی ہے۔ اُن کو اچھی طرح سمجھکر بواپسی ڈاک حقیقت الحال سے مطلع فرمائین۔ تاکہ اُسپر اعتماد کیا جائے۔ امید ہے کہ آپ کی صائب رائے سے انشاءاللہ اس امر مین ہمکو پوری کامیابی ہو گی!!

توقیع وزیر اعراق

مدرسۂ عالیہ بغداد کا احوال۔ اور خداوند شہید (نظام الملک) (قدس اللہ روحہ) نے اس کے متعلق جس قدر جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے۔ وہ مخفی نہین ہے۔ اور چونکہ اس کا وجود سراے عزیز نبوی اما می (ایوان خلافت) کے پڑوس مین واقع ہوا تھا۔ اس لیئے جناب محتشم الیہ کی دلی توجہ ہمیشہ اس کی ترتیب و تنظیم مین مصروف رہی۔ چنانچہ اس وقت تک اُس کی وہی رونق اور آب و تاب قائم رہی۔ مگر اب تھوڑے عرصہ سے بوجہ انتقال پُر ملال امام ہراسی (رضی اللہ عنہ) اُس کی روزافزون ترقی مین خلل واقع ہو گیا۔ لہذا جس شاندار کام کو

کہ خداوند شہید قائم فرما گئے ہیں۔ اُس کے قیام و استحکام کے متعلق فکر و سعی کرنا ہم سب پر لازم و واجب ہے۔ تمامی ائمہ و فقہائے عراق بدل متمنی ہیں کہ **زین الدین حجۃ الاسلام** (حسب سابق) اِس کی صدارت کی باگ اپنے ہاتھ میں تھامیں۔ اور اس مدرسۂ عالیہ کو اپنی جگہ آراستہ فرمائیں۔

پس صدر الدین خان کی جانب سے اس امر میں اصرار و مبالغہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ امام صاحب کو اپنے نزدیک طلب فرمائیں۔ اور خدمت موصوفہ کے قبول کرنے پر اُن کو مجبور کریں۔ اور ان کے عذر و انکار وغیرہ پر متوجہ نہ ہوں۔ اس کام کو اہم کام سمجھنا چاہیئے۔ والسلام

"وہ نامۂ گرامی"

جس کو نظام الدین احمد خلف (صاحب الشہید) نظام الملک اسحٰق بن علی ابن اسحٰق نے امام ہراسی کے انتقال کے بعد امام حجۃ الاسلام کو لکھا۔ اور جس میں امام صاحب کو صدارت نظامیہ کی طرف مدعو فرمایا

نامۂ وزیر عراق بنام حجۃ الاسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ امام حجۃ الاسلام (طال اللہ تعالیٰ بقائہ) معلوم فرمائیں کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر پہچاننا تمام خلائق پر واجب ہے جیسا کہ وہ

خود اپنے زبردست کلام مین ارشاد فرماتا ہے :۔

لئن شکرتم لازیدنکم || "اگر ہمارا شکر کروگے۔ تو ہم تم کو اور زیادہ نعمتین دین گے"

اور جب اُن نعمتون اور بخششون مین سے جن کو حق تعالی نے اپنے بندون پر تقسیم فرمایا ہے۔ کوئی پاکیزہ نعمت اور لطیف شے علم سے زیادہ قابل تعریف نہین ہے۔ جیساکہ وہ خود فرماتا ہے :۔

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ وما یذکر الا اولوالالباب || "جس کو چاہتا ہے بات کی سمجھ دیتا ہے اور جس کو بات کی سمجھ دی گئی تو بیشک اُس نے بڑی دولت پائی۔ اور نصیحت بھی وہی مانتے ہین جو سمجھ دار ہین"

تو جس شخص کو حق تعالی نے اس نعمت عظمی سے مخصوص فرمایا۔ اور علمی زیور سے اُسے آراستہ فرمایا۔ اُس پر اِس نعمت کی شکر گذاری لازم ہے۔ اور اِس نعمت کا شکریہ یہی ہے۔ کہ مستفیدین کو فائدہ پہونچایا جا اور مسلمانون پر علم کی بھرمار کی جاسے۔ چونکہ حق تعالی نے حجۃ الاسلام (یعنی آپ) کو اس نعمت کا بہت بڑا حصہ عنایت فرمایا۔ اور اس فضیلت کی نہایت سے موسوم فرمایا ہے۔ نیز آپ کو علم مین (جو سب سے زیادہ وزنی اور قیمتی ہنر ہے) اُس درجہ پر پہونچایا۔ کہ آپ پیشواے جہان۔ اور یکتاے زمان، اور شہرہ آفاق ہوچکے ہین۔ اور یہ کہ آپ اس جہان مین عدیم المثل اور بے نظیر مانے جارہے ہین۔ بناءً علیہ آپ پر لازم ہے۔ کہ آپ اپنے اوقات کو صرف اداے زکوۃ پر محدود ومقصور فرمائین۔ اور یہ زکوۃ اشاعت علم اور طلبہ کی تعلیم واصلاح کے سوا اور

کچھ نہین ہے - گو کہ آپ کے مبارک اوقات ایسی خیر و فلاح سے آراستہ ہین - اور جہان کہین آپ تشریف فرما رہین گے - اہل اسلام آپ کے فوائد و برکاتِ انفاس سے محروم نہین رہین گے - لیکن جیسے یہ ظاہر ہے - کہ آپ فرید العصر ہین - ویسے ہی آپ کا قیام گاہ بھی سب سے زیادہ بزرگ اسلامی پایۂ تخت ہونا چاہیئے - تاکہ روے زمین کے متعلمین کا مقصود آپ سے حاصل ہو سکے - لہذا آپ اسلامی شہرون کے بیچا بیچ مین جو شہر بغداد واقع ہے - وہان تشریف فرما ہون -

یہ مدتون کا منصوبہ تھا - جو اب ظہور مین آیا - اگر اس التماس کو آپ منظور فرمائین گے - تو علاوہ اس کے کہ آپ فضیلت اور ثواب آخرت کی ذخیرہ مین کوشش فرمائین - راقم الحروف کی خوشنودی اور رضامندی کو بھی ڈھونڈھنے والے ہون گے - اور آپ کا قصد سفر - اور یہان کا قصد فرمانا ثواب جزیل اور ثناء جمیل کا موجب ہو گا - انشاء اللہ تعالی ؛

نامہ بنام صدر الوزراء

یعنی اُن فرامینِ مذکورۂ بالا کا جواب - جس کو امام حجۃ الاسلام (روح اللہ روحہ فی دار السلام) نے بعد تحریر ارسال فرمایا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق تعالی ارشاد فرماتا ہے - کہ :-

”اور ہر ایک فریق کے لیے ایک سمت مقرر ہے جدھر کو وہ اپنا منہ کرتا ہے - تو نیکیون کی طرف دیکھو	ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ط

ہر ایک انسان کسی نہ کسی کام کی طرف متوجہ رہتا ہے ۔ جو وہی اس کا مقصد اور قبلہ ہے ۔ پس تم بھی توجہ اُس کام کی طرف کرو ۔ جو سب سے زیادہ بہتر ہو ۔ اور اسمین عجلت اور پیش قدمی اختیار کرو ۔ بنابران لوگون نے جن خوبیون کو اپنا قبلہ بنایا ۔ اُن کی تین قسمین ہین ۔

ایک عوام ۔ جو غفلت شعار ہین ۔

دوسرے خواص ۔ جو عقلا کہلاتے ہین ۔

تیسرے خاص الخاص ۔ جو اہل بصیرت کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین ۔

اب اِن کی تفصیل یون سمجھو کہ :۔

(۱) غفلت شعارون کی نظر نفع عاجل ہی تک محدود رہی ۔ (مثل مشہور ہے :۔ ” کل کی مرغی سے آج کا انڈا ہی بھلا ‘‘) اِنھون نے یہ سمجھ لیا کہ لاقیمت نعمتین دنیا ہی کی آسائشین ہین ۔ جن کا نتیجہ ” **حکومت** “ اور ” **دولت** “ ہے چنانچہ وہ انہین کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس جاہ و مال کو اپنی آنکھون کی ٹھنڈک سمجھنے لگے ۔ جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یون ارشاد فرماتے ہین ۔ کہ :۔

ما ذئبان ضاریان ارسلا فی ذریبة غنم باکثر فسادا فیها من حب الشرف والمال فی دین المرء المسلم	” ظالم بھیڑیے جو بکریون کی طرف بھیجے جائین ۔ وہ اتنا ستم نہین ڈھائینگے جتنا کہ حب جاہ و مال کی بدولت مسلمان کے دین کو ضرر پہونچتا ہے “

افسوس کہ اِن غافل لوگون نے بھیڑیے کو شکار بازی سے نہین روکا اور آنکھ کی خنکی اور گرمی مین تمیز نہ کر سکے ۔ اور گمراہی کو اختیار کر کے اپنے

زعم باطل مین اس کو سرفعت کا مترادف سمجھ بیٹھے - چنانچہ ان کی اس گمراہی کے نتیجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون ادا فرمایا - کہ :-

تعس عبد الدینار تعس عبد الدرھم - تعس ولا انتعش واذا شیک فلا انتقش ۞	"بندہ دینار و درہم ہلاک ہوا - (افسوس! کہ وہ) برباد ہوا - اور (پھر) پنپنے نہ پایا اور جب وہ کانٹون مین گرا - پھر نہ نکل سکا"

(۲) عقلا نے دنیا کو آخرت کے ساتھ نسبت دی - اور آخرت کی ترجیحی کیفیت کو بھی سمجھ گئے - اس آیہ شریفہ کا مضمون ان پر واضح ہوگیا :-

والاخرۃ خیر وابقیٰ	"حالانکہ آخرت دنیا سے کہین بہتر اور زیادہ پائدار ہے"

مگر سرسری طور پر اتنا شعور ناکافی ہے - جو صرف یہ سمجھ لیا جائے کہ فانی شے سے باقی رہنے والی چیز بہتر ہے - (بلکہ ضرورت اسکی ہے کہ عملی طور پر اس علم کو سمجھین) چنانچہ ان عقلمندون نے دنیا سے روگردانی کی اور آخرت کی طرف متوجہ ہوے - گو یہ لوگ بھی اعلیٰ درجہ کے شایستہ نہین ہین - لیکن پہلی جماعت مذکورہ سے ایک لطیف شے پر انہون نے قناعت واکتفا کی ہے - (این ہم غنیمت است)

(۳) اہل بصیرت نے یہ تمیز کیا - کہ جو چیز کہ اس کے مقابل ایک اور چیز ہے - در اصل وہ کچھ نہین ہے - اور جو شے کہ اس سے بڑھی ہوئی ہے یہ سب کی سب غائب ہوجانے والی ہین -

والعاقل لا یحب الافلین ۞	"اور عقلمند غائب ہونے والی اشیا کو دوست نہین رکھتا"

پس جب انہون نے یہ دیکھا - کہ موجودہ جہان اور عالم آخرت

دونون خدا کی پیدا کردہ مخلوقات مین سے ہین - اور دونون جگہ کھانے پینے اور عیش و نشاط کا بازار گرم ہے - جن مین چارپایون کی بھی شرکت ہے - اور یہ کہ دنیا و آخرت کا پیدا کنندہ بادشاہ ان دونون سے بہتر ہے - اور نیز اس جملہ کی حقیقت بھی ان پر ظاہر ہوگئی - کہ :-

واللہ خیر و ابقےٰ	"حق تعالی بہتر اور زیادہ پائدار ہے"

لہذا انہون نے :-

ان اصحب الجنۃ الیوم فی شغل فکھون ہ	"بیشک جنتی لوگ اس دن مزے سے اپنے جی بہلا رہے ہون گے"

کے مقام پر :-

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہ	"سچی عزت کی جگہ بادشاہ دوجہان قادر مطلق کے مقرب ہون گے"

والے مقام کو ترجیح دی - بلکہ اس مقدس جماعت پر لا الہ الا اللہ کی حقیقت واضح و لائح ہوگئی - اور انہون نے اس امر کو بخوبی سمجھ لیا - کہ انسان جس چیز کی فکر و خیال مین رہتا ہے - گویا وہ اسی کا بندہ بے دام بن جاتا ہے - اور وہ چیز اس کی خدا اور معبود ہو جاتی ہے - اور اسی بنا پر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین - کہ :-

تعس عبد الدرھم	"بندہ درہم ہلاک ہوا"

پس جس شخص کا خدا کے سوا کوئی اور مطلب و مقصد ہو (عام اس سے کہ وہ آخرت ہی کیون نہ ہو) تو نہ اسکی توحید ہی کامل پیمانے پر ثابت ہوگی - اور نہ وہ شرک خفی سے خالی ہوگا -

بنابران اِن حضرات نے موجودات کے دو حصے کرکے اپنے سامنے رکھے ایک تو اللہ اور دوسرے ماسوائے اللہ - اور ترازو کی طرح اس کے دو برابر اور مساوی پلے بنائے - اور اِس ترازو کے لیے اپنے قلب کو ڈنڈی قرار دی جب اپنی دلی خواہش کے میلان کو اُسکے اچھے پلے کی طرف راغب دیکھا تو کہہ اُٹھے - کہ :-

قد ثقلت کفۃ الحسنات || نیکیون کا پلہ بھاری ہوگیا ہے

اور جب بُرے پلہ کی طرف اُسکا رجحان دیکھا - تو پکار اُٹھے - کہ :-

قد ثقلت کفۃ السیئات || " برائیون کا پلہ وزن دار ہوگیا "

اور اس برگزیدہ جماعۃ نے یہ بھی ذہن نشین کرلیا - کہ جو اِس ترازو مین ٹھیک تُلا نہین اُترے گا - کل قیامت کے دن کامیابی کا سہرا اُس کے سر نہ ہوگا - اور جیسی کہ پہلی جماعت طبقہ دوم کے مقابل عامیانہ حالت رکھتی ہے - اسی طرح فریق دوم - گروہ سوم کے نزدیک کم درجہ شمار ہوتے ہین - یہی وجہ ہے کہ جماعۃ ثالثہ (یعنی صوفیان باصفا) کے کلمات کو جماعۃ نمبر ۱ و ۲ نے نہین سمجھا - اور یہ بھی نہین معلوم کیا - کہ :-

النظر الیٰ وجہ اللہ || خدا کی طرف لو لگانا ہے

درحقیقت ہے کیا چیز ؟ گو زبان سے اِس جملہ کو بہت رٹا کئے - مگر سمجھا خاک نہین -

چونکہ صدر الوزراء نے (خدا اُن کے مدارج مین ترقی فرمائے) مجھے ادنی جگہ سے اعلیٰ مقام کی طرف مدعو فرمایا ہے - لہذا مین بھی ان کو اسفل درجہ سے اعلیٰ طبقہ کی طرف بلاتا ہون - یاد رکھیے کہ

جماعت اولیٰ مذکور کا درجہ اسفل السافلین - اور جماعۃ ثالثہ مصرحۂ صدر کا مقام اعلیٰ علیین ہے - اور آن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہین - کہ :-

من احسن الیکم فکافئوہ	"جو تم پر احسان کرے تم بھی اُس کے ساتھ بھلائی کرو"

پس جبکہ مین اُس جانب سے عاجز ہو چکا ہون - لہٰذا اس ہدیہ اور صلہ سے دریغ نہین کرتا - آپ کو بہت جلد اس امر کی طرف مستعد ہونا چاہیئے - کہ درجۂ خواص مین آپ کا شمار ہونے لگے کیونکہ طوس اور بغداد اور تمام عالم سے خدا کی طرف رجوع ہونے کا ایک ہی راستہ ہے - لیکن بعض وسائل سے یہ راستہ جلد طے ہوتا ہے - اور بعض وجوہ سے انتظاری حالت قائم ہوتی ہے - اور فی الواقع آپ اس کو اچھی طرح سمجھ جائیے - کہ اگر دینی فرائض مین سے ایک فریضہ آپ ترک فرمائینگے - یا محظورات شرعیۃ مین سے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے لگین گے - یا ایک شب (رعایا سے غافل رہکر) بے فکری کی نیند سو رہینگے - یا آپ کے قلمرو مین ایک مظلوم بے داد و فریاد رہ جائیگا - تو پھر وہی اسفل درجہ نصیب ہوگا - اور غفلت شعارون کی فہرست مین ایک نمبر کا اور اضافہ ہو جائیگا -

اولٰئک ھم الغافلون ٥ لا جرم انھم فی الاخرۃ ھم الخاسرون ٥ اسال اللہ ان یوقظہ من نوم الغفلۃ	"یہی پرلے درجے کے غافل ہین - بیشک ضرور آخرت مین بھی یہی لوگ گھاٹے مین رہینگے" مین حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہون کہ وہ تمکو غفلت کی نیند سے بیدار کر دے -

ینظر فی یومہ لغد قبل ان یخرج الامر من یدہ ؛	تا کہ قبل اس کے کہ یہ حکومت تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے - تم کل کی فکر آج ہی کرنے لگو ؛

۵

نکوئی کن امروز چون دہ تراست　　کہ سالے دگر دیگرے دہ خداست

اب ہم مدرسۂ بغداد کی طلبی - اور صدر وزارت کے حکم کی عدم تعمیل کے متعلق کچھ اظہار کرتے ہین - یہ کہ انسان دو صورتون مین ترکِ وطن پر آمادہ ہوتا ہے -

(۱) دین کی زیادتی کی طلب - یا (۲) دنیا کمانے کی فکر

تو الحمد للہ ! کہ دنیا طلبی - اور اس کی خوش اقبالی کا خیال اب مجھے نہین رہا - لیکن دین کی زیادتی کے متعلق مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ اس پیرانہ سالی مین بھی مین اُس کے لیئے وطن کو خیرباد کہنے کے لیے بالکل تیار ہون - اور بیشک بغداد مین تو فیر علم سہل الحصول اور اُس کے اسباب بھی وہان بہت سارے ہین تاہم اس زیادتی کے متعلق بھی میرے لیے چند عذرات ہین - جس کی وجہ سے وہ زیادتی اس نقصان کی تلافی نہین کرسکتی - جو حسب ذیل ہن :-

(۱) یہان تقریبًا ڈیڑھ سو فارغ التحصیل پرہیزگار لوگ حاضر - اور استفادہ مین مشغول ہین - ان کو یہان سے ہمراہ لے چلنا - اور ان کا اسباب سفر مہیا کرنا ناممکن - اور وہان ان کی کثرتِ طلبہ کی امید پر ان کو چھوڑ دینا اور ناراض کرنا ناجائز ہے - اس کی مثال یون سمجھیے کہ اگر دس یتیم ایک شخص کی کفالت مین ہون - اور وہ اُن کو اس امید

چھوڑ دے۔ کہ دوسری جگہ بیس یتیمون کی کفالت اُس کو ملیگی۔ ایک نامناسب امر ہے۔

(۲) جس وقت صدر شہید نظام الملک (قدس اللہ روحہ) نے مجھے بغداد مین یاد فرمایا تھا۔ اُن دنون مین تنہا تھا۔ اور آج اہل و عیال وغیرہ موجود ہین۔ اِن لوگون کو بھی یہان سے وہان منتقل کرنا مشکل ہے۔ اور یہان تنہا چھوڑکر اِن کو رنجیدہ کرنے کی اجازت نہین†ہے۔

(۳) سنہ ۴۰۹ھ[††] مین جب مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کے مزار پر انوار پر پہونچا تھا۔ جس کو اب تقریباً پندرہ سال ہوتے ہین۔ وہان مین نے حسب ذیل تین نذرین مانی تھین۔ جن پر بفضلہ تعالیٰ آج تک قائم ہون†††۔ یہ کہ:۔

---

† امام صاحب نے اولاد ذکور نہین چھوڑی۔ چند لڑکیان تھین جن مین سے ایک کا نام ست المنی تھا۔ ان کی اولاد کے سلسلہ کا پتہ دور تک چلتا ہے۔ نیوی نے کتاب المصباح مین شیخ مجد الدین سے امام صاحب کے لقب کی نسبت ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ شیخ موصوف چھٹی پشت مین ست المنی کی اولاد مین سے سنہ ۷۱۰ھ مین موجود تھے۔ ۱۲

†† یہ سنہ تسع دار لعمائتہ کا ترجمہ ہے۔ جو یہ سنہ غلط ہی۔ کیونکہ خود امام صاحب کی ولادت سنہ ۴۵۰ھ مین ہوئی ہی۔ دیباچہ کتاب ہذا کا پہلا نٹ نوٹ دیکھو۔ معلوم ہوتا ہی کہ اصل کاتب سے لفظ "تسع" کے بعد "تسعین" وغیرہ کچھ چھوٹ گیا ہی۔ علامہ شبلی الغزالی مین اس واقعہ کو کتاب مید ترجمہ کے حوالہ سے سنہ ۴۹۹ھ کا بتلاتے ہین۔ واللہ اعلم ۱۲

††† علامہ شبلی الغزالی مین لکھتے ہین۔ کہ امام صاحب مرتے دم تک ان باتون کے پابند رہے ۱۲۔ مترجم عفی عنہ

(۱) کسی بادشاہ کے دربار مین نہ جاؤن گا۔

(۲) کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لون گا۔

(۳) کسی سے مناظرہ ومباحثہ نہ کرون گا۔

اب اگر عہد شکنی کا ارادہ کرون۔ تو میرے اوقات مکدر۔ اور کوئی دینی کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ حالانکہ بغداد مین بغیر مناظرہ کے چارہ ہی نہین۔ اور شاہی سلام۔ اور نیابت سے بھی گریز نہین۔ اور سب سے بڑا عذر تو اپنی بسر برد کا ہے۔ کیونکہ سلطانی تنخواہ وعطیہ وغیرہ تو مین لے نہین سکتا۔ نہ بغداد مین میری کوئی جائداد ہے۔ پس ایسی صورت مین انتظام معیشت کا بظاہر وہان کوئی سامان نظر نہین آتا۔ یہان طوس مین جو ایک مختصر اراضی کا ٹکڑا میرے قبض وتصرف مین ہے اُس کی سالانہ آمدنی تنگی ترسی۔ اور نہایت کفایت شعاری سے میرے اہل وعیال وغیرہ کے لیے کفاف کرتی ہے۔ جو میری عدم موجودگی مین اِس کا انتظام بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ تمام دینی عذرات ہین۔ گو بہت سارے لوگ اِن کو آسان سمجھتے ہین مگر میرے نزدیک نہایت اہم ہین۔ اور فی الجملہ جبکہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور اب وقت وداع وفراق ہے۔ نہ زمانہ سفر عراق۔

لہذا آپ کے مکارم اخلاق سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ میرے یہ اعذار منظور فرمائے جائین۔ اور یہ تصور فرمایا جائے۔ کہ غزالی بہ تعمیل حکم بغداد پہونچا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قضا نے بھی آ کے آ لیا۔ پس

ٔ امام صاحب نے ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ مین بمقام طابران انتقال فرمایا (رحمۃ اللہ علیہ)

ایسی صورت مین لامحالہ دوسرے مدرس کی تدبیر لازم ہو جائیگی
اسی تصور کو آج اپنے ذہن مین قائم فرمایئے ۔ والسلام
حق تعالیٰ صدر انجمن و عالم کو حقیقت ایمانی سے آراستہ فرمائے
تاکہ اہلِ جہان اُس ایمان کی بدولت آسودہ اور آباد رہین !!

تمت الرسالہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور رہین مدفون ہوے ۔ علامہ جوزی نے اُن کے
مرنے کا قصہ اُن کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے حسب ذیل لکھا ہے :-
دوشنبہ کے دن امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اُٹھے ۔ وضو کر کے
نماز پڑھی ۔ پھر کفن منگوایا ۔ اور آنکھون سے لگا کر کہا "آقا کا حکم سر آنکھون پر"
یہ کہکر پاؤن پھیلا دیے ۔ لوگون نے دیکھا تو دم نہ تھا۔ تغمدہ اللہ
بغفرانہ و انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ازالغزالی ۱۲
مترجم عفی عنہ

نامہ ہاے دیگر

یعنی وہ ناجات جن کو امام صاحب نے شہاب الاسلام کے نام تحریر فرمایا ہے اور جن مین قلب کی اصلاح - اور دل کی بیماری سے پرہیز رکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے - اور اطبار دل اور ارباب قلوب سے اس بیماری سے شفایاب ہونے کے لیے کوشش کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے -

نامۂ اوّل

جو شہاب الاسلام کو لکھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کی مجلس عالیہ سعادت دارین سے معمور اور محدود رہے اور آپ کا پیارا دل بے نصیبی اور حوادث کی بلیات اور شیطان کی مکاریون سے محفوظ و مصؤن رہے !! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

+ علامہ شبلی الغزالی مین لکھتے ہین - کہ نظام الملک کے انتقال کے بعد جن لوگون نے وزارت کا رتبہ حاصل کیا اُن کے نام حسب ذیل ہین :- فخر الملک - صدر الدین محمد - احمد بن نظام الملک صدر الوزرا - حمید الملک مجیر الدین شہید - شہاب الاسلام ۱۲ مترجم عفی عنہ

ارشاد فرماتے ہین کہ :-

داوو مرضاکم بالصدقۃ	"تم اپنے بیمارون کا علاج خیر خیرات سے کرو"

عام لوگ صدقہ وخیرات سے جسمانی علاج ڈھونڈھتے ہین - اور خاص لوگ اس کو اپنے قلوب کی اصلاح کا ذریعہ تصور کرتے ہین -

واین مرض لقوالب من مرض القلوب قال اللہ تعالےٰ فی قلوبھم مرض -	"اور کہان ہے اجسام کی بیماری قلوب کی بیماری سے (یعنی دونون مین بڑا فرق ہے - قلب کی بیماری زیادہ مہلک ہے) حق تعالیٰ فرماتا ہے - کہ اُن کے دلون مین روگ ہے (اجسام کو یاد نہین فرمایا)"

اور دلون کی بیماری باوجودیکہ زیادہ خطرناک ہے - بکثرت شایع ہے - کیونکہ جسمانی صحت کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے - تو فی ہزار ایک شخص بیمار نکلے گا - اسی طرح ایسا شخص جس کا دل جہالت اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو - ہزارون مین ایک آدہ ہی نکل آتا ہے -

ولا ینجوا الا من اتے اللہ بقلب سلیم	"اور قیامت مین وہی نجات پائیگا - جو پاک دل لیکر خدا کے حضور مین حاضر ہوگا"

اور جیسے کہ جسمانی مرض کی علامت کھانے پینے کی چیزون کی خواہش کا زائل ہوجاتا ہے - اسی طرح دل کی بیماری کی علامت اُس کی غذا کا چھوٹ جاتا ہے -

وھو ذکر الحی القیوم ... | "اور دل کی غذا خدا کی یاد ہے"

اور جیسا کہ جسم بغیر غذا کے قایم نہین رہتا۔ اسی طرح دل محبت الٰہی کے بغیر زندہ نہین رہ سکتا۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۵ | "سن رکھو! کہ خدا کی یاد سے دلون کو تسلی ہوا کرتی ہے"

اور جو شخص یاد الٰہی سے زندہ نہین ہے۔ اُس کا دل مردہ ہے۔

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید ۵ | "جو صاحب دل ہے۔ یا کان لگا کر حضور قلب سے بات کو سنتا ہے۔ اُس کے لیے تو ان باتون مین کافی نصیحت ہے"

اور نہ ہر شخص دل سے باخبر ہے۔ اور نہ اُس کی غذا سے واقف ہے اور نہ اُس کا نام ہی پہچانتا ہے۔

و ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ | "اور اللہ کو ایسی قدرت ہے۔ کہ وہ آدمی اور اُس کے دل کے ارادے مین آڑے آجاتا ہے"

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجالسوا الموتی۔ قیل ومن ھم یا رسول اللہ قال الاغنیاء۔ | "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مُردون کے ساتھ مت بیٹھو۔ صحابہ نے پوچھا۔ کہ اے خدا کے رسول! وہ کون ہین؟ آپ نے فرمایا۔ کہ مالدار لوگ"

اور غنی سے وہ شخص مراد نہین ہے۔ جو کہ مال رکھتا ہے۔ بلکہ وہ شخص

مراد ہے جس کے دل میں مال و منال کی محبت بھری ہوئی ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو اپنی قلبی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور مال کی خیرات سے علاج کا مطلب اصل مال ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے طبیب کے ظل عاطفت میں داخل ہوتا ہے۔ جو کہ خود بیمار نہیں ہے اور دل کے علاج سے واقف ہے۔ اور ایسا طبیب اس زمانہ میں عزیز الوجود اور کمیاب ہے۔ البتہ فلاں شخص اس کا اہل۔ اور ارباب القلوب میں سے ایک فرد ہے لہذا اُس کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور دل کے اعلیٰ مقامات میں سے ایک توحید کا درجہ ہے۔ جو زبانی جمع خرچ نہیں ہے لیکن اس معنی میں اُس کی حالت اور معرفت۔ صاحب معرفت اور صاحب حالت ہے۔

والکامل الذی لا یطفیٰ نور معرفتہ ولا نور ورعہ

"اور کامل وہ ہے جس کی پرہیزگاری کا نور اور معرفت کی روشنی نہیں بجھتی"

چنانچہ شخص نشاندادہ اس صفت سے موصوف ہے۔ جس نے عیال و اطفال کی کثرت کی وجہ سے مجبوراً نقل و حرکت کی ہے اور میں نے آپ کے دربار عالیشان کی طرف اُس کی رہنمائی کی ہے۔ واضح ہو کہ من جملہ اسرار الٰہی کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اُس نے اپنے دوستوں پر فقر اور احتیاج کو مسلط فرمایا ہے۔ تاکہ اُن کو حاجت کی لگام سے امرا کی طرف کھینچے۔ اور اغنیا کو اُن کے وجود کی برکت اور اُن کی حاجت روائی سے نیک بختی کے مدارج پر پہونچائے۔

واللہ لطیف بعبادہ

"اور اللہ اپنے بندوں کے ذرا

یرزق من یشاء ج وھو القوی العزیز ہ	وہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہے جس کو جتنی روزی چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ بڑا زور آور اور زبردست ہے"

واضح ہو کہ حق تعالیٰ فقیر و تنگدستی سے ایک انگیٹھی بناتا ہے۔ تاکہ اپنے دوستون کو ذلت کی آگ مین جلائے اور تمام آلائیشون سے اُنھین پاک و صاف کرے۔۔ اور سوال سے اُن کو پاکیزہ بناتا ہے تاکہ دولت مند اور ذی ثروت لوگون کو اُس مہربانی کی بدولت اُن کی حمایت مین کھینچے۔ اور اُن کی سفارش کی وجہ سے سعادت پر پہونچائے۔ آپ کی شان کے لایق یہی ہے۔ کہ اِن کو مطمئن اور آسودہ بنائین۔ اور تنہائی مین اِن کی باتین سنین۔ کہ اِس کا بہت نفع ہوگا۔ اور آپ کی امداد فرمائی کی برکتین بکثرت آپ کے شامل حال رہین گی؎ والسلام

نامۂ دوم

جو شہاب الاسلام کی خدمت مین کسی بزرگ کی سفارش کے متعلق لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مین حق تعالیٰ سے درخواست کرتا ہون۔ کہ وہ آپ کی مجلس عالیہ کو نعمت کاملہ اور دوامی نعمت، اور حقیقتِ نعمت، اور اتمام نعمت کی

؎ علاقہ دکن مین اس کو "موس" بواو معروف کہتے ہین ۱۲ مترجم عفی عنہٗ

معرفت، اور شکر گذاری سے مختص فرمائیے۔ تاکہ اس نعمت کی بدولت دنیوی زندگی کے بعد "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر" کی نعمت عظمیٰ حاصل ہو۔ پس اگر اس حالت پر مداومت نصیب ہوگی تو سمجھنا چاہیئے کہ یہی دوامی نعمت ہے اور اگر اللہ کی جانب سے یہ حالت برقرار رہی۔ تو یہی حقیقت نعمت کی معرفت ہے اور نشست گاہیں دو قسم کی ہیں۔ ایک سچائی کی نشست۔ اور ایک مکاری کی بیٹھک۔ پس جس شخص نے بارگاہ الٰہی کی حضوری پر اکتفا اور انحصار کرلیا۔ تو وہ "مقعدِ صدق" میں ہوگا۔ اور جو خدا کی سوا دوسرے خیالات، اور کاروبار میں مصروف ہوا۔ تو مقعدِ زور" میں اس کا شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

"جو میری یاد کرے۔ میں اسکا ساتھی ہوں"	(حدیث قدسی) انا جلیس من ذکرنی

اور نیز ارشاد فرماتا ہے۔ کہ:۔

"جو شخص خدائے رحمن کی یاد سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کردیا کرتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے"	ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین ٥

اور خدا کے ہمنشینوں کے بارے میں یوں فرمایا گیا۔ کہ:۔

"بہشت کی مجموعی حالت کو دیکھے۔ تو وہاں تجھکو ہر طرح کی نعمت اور بڑی سلطنت کا ساز و سامان دکھائی دیگا"	واذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا ٥

اور جو لوگ خدا کے سوا دوسری چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں ۔ ان کے حق میں یہ وارد ہوا ہے ۔ کہ اُن کی مثال :-

کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء حتی اذا جاءه لم یجده شیئا ووجد الله عنده فوفه حسابه ط والله سریع الحساب ط	[illegible] چٹیل میدان میں چمکتا ہو ریت ۔ کہ پیاسا اوسکو دور سے پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آیا تو اسکو کچھ بھی نہ پایا ۔ اور پیاسا تڑپ تڑپ کر مر گیا ۔ اور دیکھا تو خدا کو اپنے پاس موجود پایا ۔ اور اُس نے اس کے اعمال کا حساب پورا پورا چکا دیا ۔ اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے ۔

بہرحال عالی ہمت شخص کے لیے یہ زیبا نہیں ہے ۔ کہ وہ اچھی چیز کا ادنیٰ شے سے مبادلہ کرے ۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ۔ ؎

ولم ار فی عیوب الناس عیبا ؛ کنقص القادرین علی التمام ؛	لوگوں میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ قدرت والا شخص اپنے اختیاری فعل کو پوری طور سے نہ انجام دے سکے

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے نقل ہے ۔ کہ

کان یشتری له الثواب قبل الخلافة بالف ویقول ما احسنه لولا خشونة فیه	شاہزادگی کے زمانہ میں جب آپ کے لیے ہزار روپے والی قیمت کا کپڑا خریدا جاتا تھا ۔ تو آپ فرماتے تھے ۔ کہ اگر اس میں سختی نہ ہوتی تو کیا

وكان يتمنى له المتوكل بعد الخلافة بخمس فيقول ما احسنه لولا لين فيه فقيل له في ذلك فقال ان لي نفسا تواقة ذواقة ما ذاقت الاشياء الا تاقت الى ما فوقها حتى ذاقت الخلافة وهي على مراتب الدنيا فتاقت الى ما عند الله تعالى"

اچھا کپڑا ہوتا - اور بادشاہت کے زمانہ میں جس - پانچ روپیہ والا کپڑا آپ کے لیے خریدا جاتا تھا - تو آپ یہ کہتے تھے ۔ نہ اگر اس میں ملائمت نہ ہوتی - تو کیا خوب ہوتا - آپ سے ان دونوں امور کی نسبت دریافت کیا گیا - تو کہنے لگے - کہ میرے لیے ایک نفس ہے - جو نہایت حریص اور چٹورا ہے - وہ ہر چیز سے کچھ تھوڑا اسا اندازہ اٹھاتے ہی فوراً اُس سے اعلیٰ شے کی خواہش کرنے لگتا ہے - یہانتک کہ اُس نے بادشاہت کا مزہ چکھا - جو دنیوی مراتب میں اعلیٰ رتبہ ہے - تب اُس کے بعد وہ اُس چیز کا مشتاق ہوا جو خدا کے پاس ہے "

چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کی مجلس عالیہ کو مناصب دنیا کی لذت چکھادی ہے - اور اب اس کا وقت آیا ہے - کہ آپ بموجب حدیث نبوی ص پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھتے ہوے اُس رتبہ کی خواہش کریں - جو مناصب دنیا سے بالاتر ہے - اور افضال الٰہی سے یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کہ وہ آپ کے لیے دنیوی نعمتوں کے ہمراہ نعمائے اُخروی کو بھی شامل فرمادے

بیشک وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے ۔ +

+ اصل حدیث شریف یہ ہے ۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل ہرمک ۔ وصحتک قبل سقمک ۔ وغناک قبل فقرک ۔ وحیاتک قبل موتک وفراغک قبل شغلک "۔ یعنی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ پانچ چیزوں سے پانچ کو غنیمت جانو ۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے ۔ تندرستی کو بیماری سے پہلے ۔ مالداری کو محتاجی سے پہلے زندگی کو موت سے پہلے ۔ فراغت کو مشغولی سے پہلے " (تاکہ مرنے کے بعد یہ نہ کہنے لگو ۔ کہ کاش اگر ہم دنیا کی طرف پھر لوٹائے جائیں ۔ تو جو کچھ ہم نے پہلے عمل کئے تھے ۔ اس سے عمدہ اور اچھے عمل کریں گے ۔ تو اس وقت تم سے کہا جائیگا کہ کیا اب ایسے وقت میں توبہ ؟ اور تمہارا حال تو یہ تھا ۔ کہ اس سے پہلے تم برابر نافرمانی کرتے رہے ۔ اور تم مفسدین میں سے تھے)

شیخ حالی مرحوم نے اپنی خداداد قابلیت سے اس مضمون کو جس خوبی سے ادا فرمایا ہے ۔ وہ تحسین کا حق ہے ۔ سچ ہے ۔
قبول خاطر و لطف سخن خداداد است ولله درہ ؎

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

[illegible]

واضح ہو کہ بلا کسی خاص ضرورت کے تحریر مکاتیب وغیرہ میں کوتاہی
کرنا۔ کمی کا اختیار کرنا ہے۔ اور التماس ہذا کا اصلی [illegible]
کہ یہاں ایک شیخ ہیں۔ جو نہایت مقدس بزرگ ہیں۔ جنہوں نے بڑی عمر
پانے کے علاوہ پیران بزرگوار کی خدمت بھی کی ہے۔ اور ان کی صحبت
کی برکات سے بہت کچھ فیض حاصل کی ہیں۔ اور اب پیرانہ سالی
کی وجہ سے ان کے حواس مختل۔ اور ضعف و کمزوری کی وجہ سے قوت
ولایت حاصل کرنے سے معذور ہو گئے ہیں۔ اور انہیں کے متعلق
شیخ ابوبکر عبد اللہ نے بھی (جو فی زماننا اوتاد الارض سے
ہیں) مجھے توجہ دلائی ہے۔ کہ ان بزرگ کی گذر اوقات [illegible] مجلس
والا سے استمداد کی جائے۔ اور شیخ موصوف نے مجھ سے یہ بھی خواہش
کی۔ کہ میں ان پیر کی تعریف و توصیف کا اظہار کروں۔ لہذا
تیمناً بارشاد شیخ ممدوح۔ اور تقریباً مجلس گرامی اس تکلیف
دہی کے بعد۔ حق تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ وہ دنیا کو آپ کی نظر میں
ذلیل اور حقیر بنائے۔ اور آسمان کے دروازے آپ پر کھول دے۔ تاکہ
آپ زمین۔ اور اشیاء زمین کو آسمان کی مناسبات سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور
جس قدر ممالک و بلاد وغیرہ پشت زمین پر واقع ہیں۔ بنظر عبرت
ان کا معائنہ فرماتے رہیں۔ والسلام

نامۂ سوم

جو شہاب الاسلام کے نام لکھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ مرتبت حضرات انجمن الاسلام کا [illegible] [illegible]
الٰہی ہیں [illegible] طریقہ سے وابستہ ہے [illegible] زمانہ کی آفتوں اور [illegible]
کی بدسلوکیوں سے محفوظ ہے [illegible] کی گردشوں سے [illegible] اور
اپنے خیالی [illegible] [illegible] جو کچھ تخیلات
اور پریشانیاں گزرتی رہیں - خدا ایسے کرے [illegible] اور
تمام مصیبتیں ہمیشہ کے لیے نابود ہو جائیں

ہمارے دلوں کو اس وجہ سے بڑی تقویت حاصل ہے
کہ اہل اسلام کی ہمت نے تمہاری مدد کی - اور خطرناک موقعوں سے
تمہیں بال بال بچالیا - اور اب حق تعالیٰ کے حفظ و امن میں تمہیں عزت
کے مقام پر پہونچایا - جس سے امید ہوتی ہے کہ آیندہ بھی مسلمانوں کی
مجموعی ہمت تمہاری مدد کریگی - اور تمہیں ایسے رتبہ اور منصب
پر پہونچائیگی - کہ زمانہ کی مصیبتوں کا ہاتھ اس پر دراز نہ ہو سکے گا
اور یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہوگا - جبکہ تم مراسم دنیات سے اعراض
کروگے - اور تمہارے سارے کاروبار عبادت الٰہی اور اشاعت
علوم اور فضل خدا پر بھروسہ رکھنے کے سوا اور کچھ نہ ہونگے -

قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون ۵

"اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو - کہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت پاکر خوش ہوں - کہ جن دنیا وی فائدوں کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہیں - یہ ان سے کہیں بہتر ہے"

کیونکہ مخلوق کی حمایت و امداد پر بھروسہ رکھنے کا نتیجہ ظاہر ہو چکا

مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ○

جنھوں نے اللہ کے سوا دوسرے دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں۔ اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے۔ کہ اُس نے بھی اپنے زعم میں ایک گھر بنایا۔ اور کچھ شک نہیں۔ کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر۔ اے کاش! یہ لوگ اتنی بات سمجھتے

اگر یہ حالت اخلاص و اقبال بحق حق تعالی کی جانب ظہور پذیر ہو گی۔ تو تم لا الہ الا اللہ کی حمایت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور سارا جہان تمہارے مقابلہ میں مقہور و مغلوب ہو گا۔ اور اگر تم نے زید و عمرو و غیرہ کی حمایت پر بھروسہ رکھا۔ تو گویا تم نے دریا کی منجدھار میں عمارت بنائی۔ کیونکہ تغیر اور انقلاب آدمی کے دل کا فطرتی خاصہ ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اتنی ثابت قدمی جو ہر ایک دل کے لیے ضروری ہے کم ہوتی جا رہی ہے۔ حق تعالی ان مخدوم و بزرگ کو خلق اور حمایت خلق میں نہ چھوڑے۔ اور ایسا مرتبہ عنایت فرمائے۔ کہ اقبال و اعراض اس میں حقیر اور مختصر ہو جائے۔ وما باللہ التوفیق واللہ ولی الاحسان۔

نامہائے دیگر

جو نواب مجیر الدین (بالقابہ) کو لکھے گئے۔ جن میں پہلا نامہ وزارت کی

مبارک باد اور کم آزاری کی ترغیب پر مشتمل ہے:-

نامہ اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:- کہ

وابتغ فیما اٰتٰک اللہ الدار الاٰخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک ٥	"اور یہ جو ساز و سامانِ دنیا تم کو خدا نے دے رکھا ہے۔ اس میں سے کچھ آخرت کے گھر کا بھی فکر کرتے رہو اور دنیا سے جو تمہارا حصہ ہے اسکو فراموش نہ کرو۔ اور جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے تم بھی اوروں کے ساتھ احسان کروگے"

تو ان کلمات آیہ کے مضامین پر غور کرنا ضروریات سے ہے۔ کیونکہ اس آیۃ کا ہر ایک جملہ ایک دریائے عظیم ہے۔ اور اس کا مضمون فوائد کثیرہ کو شامل ہے۔ اور دین کی غائر نظر سے ان دریاؤن مین تیرنا لازم ہے۔ اور جس کی ہمت بھی بکلی دنیا ہی مین مستغرق ہے۔ یا اس کی ہمت کا اکثر حصہ اسی ادھوری دنیا کی طرف مائل رہے۔ وہ اس کلام کی اہمیت سے محروم رہے۔ جو کہ فرمایا

وابتغ فیما اٰتٰک اللہ الدار الاٰخرۃ	"اور جو تجھکو خدا نے دے رکھا ہے اس سے آخرۃ کا بھی فکر کرتا رہ"

چنانچہ ایسے شخص کے بارہ مین دوسرے مقام پر یون ارشاد ہوتا ہے:۔ کہ

من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون ٥

"نیک کام کرنے سے جنکا مطلب صرف دنیا ہی کی زندگی اور دنیاوی رونق ہوتی ہے۔ ہم اُن کے عملون کا بدلہ یہین دنیا ہی مین اُن کو پورا پورا بھر دیتے ہین۔ اور وہ دنیا مین کسی طرح گھاٹے مین نہین رہتے" +

اور جو شخص خزانے اور ڈھیر جمع کرنے اور مدد خواہی اور بسیار طلبی مین مشغول ہے۔ وہ اس کلمہ کے بھید سے محجوب ہے۔ جو کہ فرمایا:۔

ولا تنس نصیبک من الدنیا

"اور دنیا سے جو تیرا حصہ ہے اُس کو فراموش نہ کر"

کیونکہ قسمت اور نصیب کی تشریح مین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا فرمایا ہے کہ:۔

لیس لک من مالک الا ما اکلت فافنیت او تصدقت فابقیت۔

"تیرے مال مین تیرا کوئی حصہ نہین ہے۔ مگر وہی جس کو تو نے کھا کر فنا کیا یا خیرات کرکے باقی چھوڑا"

اور جس شخص کی ہمت کے مقابلہ مین خدا کے سوا کوئی اور چیز واقع ہوتی۔ اگرچہ وہ فردوس اعلیٰ ہی کیون نہ ہو تو وہ اس جملہ کی اطاعت

تو یعنی کچھ [illegible] کیا ہو [illegible]۔ تو جیسے [illegible] دیسے دنیا کے

[illegible] حقیقت [illegible]

سے محروم ہے - جیسا کہ فرمایا :-

واحسن کما احسن اللہ الیک	"اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے - تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کرے"

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب استفسار جبرئیل ع **احسان** کی تصریح اس طرح بیان فرمائی ہے کہ :-

ان تعبد اللہ کانک تراہ	"تم خدا کی عبادت اس طرح کرو - گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو"

جس شخص پر اللہ تعالیٰ نعمتوں کی بھرمار کرے - اس پر نعمتوں کی شکر گذاری واجب ہے - اور **شکر کی تعریف** یہ ہے - کہ نعمتوں کے مدارج کو پہچانے - اور جو نعمت کہ اُس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت بھی ہو - تو ایسی صورت میں اس موجودہ نعمت پر قناعت نہ کر بیٹھے - بلکہ اُس کی ہمت کا شوق اعلیٰ سے اعلیٰ اور انتہائی نعمت کے حاصل کرنے کی طرف مائل رہے - اور ہر روز اُس کے وسائل کی جستجو میں منہمک رہے تاکہ کام ترقی پر نمایاں ہو - شکر کی حقیقت یہی ہے - کیونکہ جو کچھ عقل کی راہ سے زیادہ ہے - وہ شکر نہیں ہے - قرآن مجید میں یوں وارد ہے کہ :-

لئن شکرتم لازیدنکم	"اگر ہمارا شکر کرو گے - تو ہم تم کو اور زیادہ نعمیں دیں گے"

اور حقیقت میں ایسا شکر **عمر بن عبدالعزیز** نے ادا کیا (رضی اللہ عنہ) کہ :-

كان يشترى له الثوب قبل
الخلافة بالف ويقول ما
احسنه لولا خشونته فيه-
وكان يشترى له الثوب
بعد الخلافة بخمس فيقول
ما احسنه لولا لين فيه فقيل
له في ذلك - فقال ان لى
نفسا تواقة تواقة ماذاقت الاشياء
الا تاقت الى ما فوقها حتى
ذاقت الخلافة وهى اعلى مراتب
الدنيا فتاقت الى ما عند
الله تعالى - واذا رأيت ثم رأيت
نعيما وملكا كبيرا ه

شاہزادگی کے زمانہ مین جب آپ کے لیے
ہزار روپے والی قیمت کا کپڑا خریدا جاتا تھا
تو آپ فرماتے تھے کہ اگر اس مین سختی نہ
ہوتی - تو یہ کیا اچھا کپڑا ہوتا - اور بادشاہت
کے زمانہ مین جب پانچ روپے والا کپڑا
آپ کے لیے خریدا جاتا تھا - تو آپ
یہ کہتے تھے - کہ اگر اس مین ملائمت نہ ہوتی
تو کیا خوب ہوتا - آپ سے ان دونون
امور کی نسبت دریافت کیا گیا - تو
کہنے لگے - کہ میرے لیے ایک نفس ہے
جو نہایت حریص اور بڑا چٹورا ہے
وہ ہر چیز سے کچھ تھوڑا سا فائدہ اٹھاتے
ہی فورا اُس سے اعلی شے کی خواہش
کرنے لگتا ہے - یہانتک کہ اُس نے
بادشاہت کا مزہ چکھا - جو دنیوی مراتب
مین اعلی رتبہ ہے - تب اس کے بعد
وہ اُس چیز کا مشتاق ہوا - جو خدا کے
پاس ہے - اور بہشت کی مجموعی حالت
کو دیکھے - تو وہان تجھکو ہر طرح کی نعمت
اور بڑی سلطنت کا ساز وسامان دکھائی دے

اور فی الواقع دنیا کی نعمتون کا شکر وہی ادا کرتا ہے - جو مراتب دنیا کو

اس حیثیت سے پہچانتا ہو۔ کہ ان مراتب کی تحصیل کے مقابلہ مین اسکے لئے مستغنی اور بے پروا رہنا اس کی دالنست مین زیادہ وقیع اور مناسب تر ہو۔ لیکن دنیا سے اعراض اور کنارہ کشی کرنے والے لوگ تین قسم کے ہین

پہلی قسم کے وہ لوگ ہین ۔ جن کی نظر دنیا کی آفتون اور عیبون کے سوا اور کسی چیز پر نہین پڑی اور ان لوگون سے یون کہا۔ کہ :۔

تركنا الدنيا لسرعة فنائها "ہم نے دنیا کو ان وجوہ سے چھوڑ دیا کہ وہ جلد فنا ہونے والی ہے اور ہمین
وكثرة عنائها وخسة بہت ساری تکالیف ہین۔ اور اہل
شركائها۔ دنیا پرلے درجہ کے کمینے اور نالایق ہین"

گو یہ نہایت ادنیٰ درجہ ہے۔ لیکن اُن لوگون کی نسبت کرنے جو ان اسباب سے غافل ہین۔ اعلیٰ درجہ متصور ہو گا۔

دوسری قسم کے لوگون کی نظر جو اس سے زیادہ بلند تھی۔ انھون نے آخرت کی بادشاہت پر نظر دوڑائی۔ اور کہنے لگے کہ اگر دنیا نہایت ہی صاف وشفاف اور خوش گوار اور جملہ آفات سے محفوظ ومسلم ہی کیون نہ ہو تب بھی ہم اسکی خواہش نہین کرینگے کیونکہ آخرت کی سلطنت کے مقابلہ مین (جوکہ کامل تر ہے) یہ آزادور حاجب ہے۔ اور ناقص شے پر قناعت کرنا اصل نقصان ہے۔ ان لوگون پر اس آیہ شریفہ کا بھید روشن ہوگیا۔ جو فرمایا کہ :۔

والآخرة خير وابقى	حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر اور زیادہ پائدار ہے"

اور یہ لوگ اس معنی کو سمجھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ:۔

لو کانت الدنیا من ذھب لا یبقی والآخرۃ من خزف یبقی لوجب علی العاقل ان یوثر خزفا یبقی علی ذھب لا یبقی فکیف والدنیا من خزف لا یبقی والآخرۃ من ذھب یبقی	"اگر دنیا باوجود سنہری شے ہونے کے نابود ہوتی اور آخرۃ ٹھیکری کی طرح ہوکر دیرپا ہوتی رہتی تو عقلمند پر لازمی طور سے یہی واجب تھا کہ وہ پائدار ٹھیکری کو نابود ہونے والی سنہری شے پر ترجیح دیتا حالانکہ دنیا فنا ہو جانے والی ٹھیکری ہے۔ اور آخرت ایک طلائی نفیس شے باقی رہنے والی ہے"

تیسری قسم کے لوگ اس درجہ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور دنیا و آخرۃ دونوں کو اپنی علوہمتی سے ایک کنارے لگا دیا۔ اور اس آیت کا مفہوم ان پر واضح ہوگیا کہ:۔

واللہ خیر وابقی	"حالانکہ اللہ آخرت سے کہیں بہتر اور زیادہ پائدار ہے"

اور اس مرتبہ کی بزرگی کو انہوں نے ملاحظہ کیا۔ جو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر	"سچی عزت کی جگہ بادشاہ دو جہان قادر مطلق کے مقرب ہوں گے"

اور کہنے لگے۔ کہ بہشت میں جن چیزوں کی تعریف کی گئی ہے ان کا تمام تر تعلق حواس کو فائدہ پہونچانے سے متعلق ہے اور کھانے اور سونگھنے اور دیکھنے اور چھونے اور

سُننے سے خالی نہین ہے - حالانکہ چوپایون کو بھی اُن تمام چیزون مین
شرکت ہوسکتی ہے اور جن چیزون مین کہ بہایم حصہ دار ہو سکتے ہین -
اُن پر قانع ہوجانا بھی ایک قسم کا چوپا پن ہے - لہذا اِن لوگون نے
بہایم کے اسفل درجہ سے گذر کر فرشتون کی بادشاہت کی طرف توجہ کی
کیونکہ بارگاہ کبریائی کی ملازمت اِنہین کے رتبہ کا خاصہ ہے -

یُسبحون الیل والنہار لا یفترون ۵	رات دن اُنکی تسبیح وتقدیس مین لگے رہتے ہین - اور کاہلی نہین کرتے ۔

وان الی ربک المنتہیٰ کا یہی نتیجہ کار ہے - اور یہ تمہارے
کار یہی ہے اس لیے کہ حضرت ربوبیت کے مشاہدہ مین ترقی مدارج
کی انتہا نہین ہے اور اس کے بعد بھید اور اسرار ہین - جن کے بیان
کرنے کی قلم اور زبان کو اجازت نہین ہے -

حق تعالیٰ راے ثاقب مجیری کو توفیق سے موئد رکھے - تاکہ ہر
چیز کے اعلیٰ درجہ کے سوا - اُس کے تفصیلی درجون پر قناعت نکرے
اور اس تحریر کو بغور ملاحظہ فرماتی رہے - اور عادی ترتیب دادہ
باتون کی طرح اس کو تصور نہ کرے - کیونکہ اس قاعدے اور قوانین
کی ہر ایک فصل - من جملہ اسرار دین کے ایک سر ہے - جن کے ابتدائی
مدارج کے ملاحظہ سے عام نظرین اور عالمانہ نگاہین بند ہین - فضلا
عن افاضتہ -

یہ دعاگو اُس زمانہ سے جبکہ مزارات مقدسہ سے مستفید ہوا
تھا اور بغداد مین اور جہان کہین کہ پہونچا شام وحجاز اور عراق کے سفر وغیرہ مین جناب
والا کے حق مین دعا وثنا اور شکر گذاری سے خالی نہین ہا اور ایک عرصہ سے گوشہ نشینی اختیار

کرلی ہے۔ اور لوگون سے میل جول۔ اور امراؤ سلاطین سے نامہ و پیام بالکل موقوف کردیا
اور قلم و زبان پر مہر لگادی۔ الاماشاء اللہ لیکن اس وقت خلاف
عادت دو امور کی وجہ سے یہ عریضہ لکھا گیا:۔
ایک تو یہ کہ آپ کو اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور فتحمندی حاصل ہوئی
جس کی وجہ سے ملکی رواج نے میرے دل مین بھی حرکت اور جوش پیدا
کیا کہ فرط مسرت سے مین بھی رسم **مبارکباد** ادا کرون
دوسرے یہ کہ اس سستی و کاہلی کے زمانہ مین اس علاقہ مین
بہت ساری بدنظمیان واقع ہو رہی تھین۔ چونکہ عموماً ایسے موقع مین
سربرآوردہ لوگون کی یہی خواہش ہوا کرتی ہے۔ کہ رسم **تہنیت** ادا
کرنے کے لیے حاضر ہون۔ چنانچہ فلان بزرگ جن کو آپ کے ساتھ
دلی خلوص و اتحاد ہے۔ سب کی طرف سے انہون نے اسکا بیڑا اُٹھایا
اور پیشگاہ والا مین حاضر ہونے۔ اور اس مبارک رسم کے ادا کرنے کا
مصمم ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن یہان سے چند روزہ اُن کی علٰحدگی رعایائے
شہر ہٰذا کی مزید پریشانی کا باعث تھی۔ کہ اُن کی عدم موجودگی سے شہر
خالی ہوا جاتا تھا۔ لہذا اُنھون نے اس امر مین دعاگو سے مشورہ کیا۔ بعد
غور بہتر یہی معلوم ہوا۔ کہ سردست توقف کیا جاسے۔ اور فرمان عالی کا انتظار
کیا جاسے۔ چونکہ اس دعاگو کو آپ کی ذات ستودہ صفات پر کامل بھروسہ
اور پورا وثوق تھا۔ مین نے ان کو مطمئن کر دیا۔ کہ توقف ہی مناسب ہے
کیونکہ آپ کی مجلس عالیہ مین رسم و رواج کی پابندی پر مصالح بندگان الٰہی
کا لحاظ مقدم تر ہے اور نیز چونکہ ماشاء اللہ علمی فضیلت" اور خوش اخلاقی"
اور میانہ روی اور شفقت ورزی اور اس نوجوانی کے زمانہ مین نہایت

محتاط ہونیکی وجہ سے (کہ تجربہ کاری کی ابتدا یہین سے ہوتی ہے) شاہی خاندان کے اپنے ہمجنسون میں
ایک خاص امتیازی حالت رکھنے کے علاوہ نہایت باوقار اور خوش تدبیر بھی ہین اور اس علاقہ کی
حکومت پر قبل ازین دربار روالا سے اُن پر اعتماد کیا جا چکا ہے - بنا بران امید ہے کہ
مجالس عالی سے تقریراً و تحریراً ان کی حوصلہ افزائی فرمائی جائیگی اور اسکے متعلق
فرمان شرف نفاذ پائیگا تاکہ جس اختصاص کا اثر کہ ان مین موجود ہے خاص طور پر ظہور پذیر ہو - چونکہ ریاست و منصب
کیلئے کسی کفایت شعار اور محافظ خلق نائب کی ضرورت لازمی ہے - اور اس اثنا
مین ان کی کارگذاری پر اعتماد فرما لیا گیا ہے - اور یہ اپنی نسبی حالت، اور
علمی فضیلت، اور کفایت شعاری، اور دیانت داری مین اپنے ابنائے زمانہ
مین بے نظیر ثابت ہو چکے ہین - اور اس عہدۂ جلیلہ پر بلا استعداد
مامور کیے گئے - حالانکہ زمانہ کی نیرنگیون کے لحاظ سے اس ذمہ داری
کے قبول و منظور کرنے مین انہین خود تامل اور توقف تھا - اور باوجود
اس امر کے کہ دعاگوے مصالح رعایا کے لحاظ سے ان کو بہت کچھ ترغیب
و تحریص دلائی - تب بھی یہ تامل ہی کرتے رہے - اور چار و ناچار اس خدمت
کو انجام دیتے رہے - مگر اب امید ہے - کہ سب کار و بار سُلجھ جائینگے -
اور یہان کے مشاہیر اور سربرآوردہ لوگون کے ساتھ ان کے اتحاد و
اتفاق کا سلسلہ قائم ہو جائیگا - امید ہے کہ اس امر مین فرمان عالی صادر
فرمایا جائے گا - تاکہ موجودہ توقف اور پریشانی مرتفع ہو جائے - اور جب
آپ کی جانب سے نفس معاملہ مین اشارہ ہو جائے گا - تو یہان اعتماد اور
اطمینان خاطر حاصل ہو جائیگا -

بہرحال علاقہ طوس کے جملہ انتظامات توجہ خاص کے محتاج ہین -
کیونکہ یہ شہر اہل دین اور پرہیزگارون سے آراستہ و آباد ہے - اور دفع

بلبیات کے لیے اِن حضرات کی دعائین مضبوط قلعے کی سی ہین اور عموماً اطراف
واکناف مین بد نظمیون کا شیوع - اور نزول آفات کا باعث یہی ہوا کرتا ہے -
کہ ذاتی اغراض - اور عجولی جھی باتون کے اثرات وہان کے عمال اور افسرون پر
غالب ہو جاتے ہین - اور دینی امور مین بغض وحسد کا تلوث اور لگاؤ - جو اکثر
لوگون مین طبیعتِ ثانیہ کی طرح پیوست ہو گیا ہے - یہی وہ اسباب ہین
جن کی وجہ سے کل کاروبار مین یہ لوگ قصداً توقف کرتے اور ڈھیل دیتے
رہتے ہین - چنانچہ ان تمام حالات کو مشرح طور پر حامل ہذا (جو فلان محکمہ
وغیرہ کا معتمد اور معتبر شخص ہے) بیان کرے گا -

اس علاقہ کے لوگ انتظاری حالت مین اس امر کے متعلق چشم براہ ہین
کہ حامل ہذا اسباب فرامین کے ساتھ جلد واپس فرمایا جائے - تاکہ یہان کے
لوگون اطمینان اور فارغ البالی حاصل ہو - اور ان کی دعا کی مدد آپ کے
شامل حال رہے -

واللہ یستجیب ادعیۃ المسلمین فی الجناب العالی المجید الذی ھو کھف الدنیا و الدین ٥	اُمید ہے کہ حق تعالیٰ مسلمانون کی دعائین آپ کے حق مین قبول فرمائے گا - کیونکہ آپ کا وجود باجود ان کے حق مین دین و دنیا کے لیے پشت و پناہ ہے "

والسلام ٥

نامہ دوم

جو مجیرالدین کو لکھا گیا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ ما لکم من ملجا یومئذ و ما لکم من نکیر ۵ فان اعرضوا فما ارسلنک علیھم حفیظا ان علیک الا البلغ ط "	" لوگو! اُس روز قیامت کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹلنے والا نہین اپنے پرور دگار کا کہا مانو - کہ اُس دن نہ تو تم کو کہین پناہ ہو گی اور نہ تم سے گناہون کا انکار ہی کرتے بن پڑے گا - تو اے پیغمبر! اگر اتنے سمجھانے پر بھی یہ لوگ روگردانی کرتے رہین - تو ہم نے تم کو ان پر کچھ داروغہ بنا کر تو بھیجا نہین تمہارے ذمہ تو حکم الٰہی کا پہونچا دینا ہے اور بس "

واضح ہو - کہ یوم لا مرد لہ سے مراد یوم وفات ہے جس دن افسوس اور پشیمانی کچھ بھی فائدہ نہ دے گی -

فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا ط	مگر جب انہون نے ہمارے عذاب کو آتے دیکھ لیا - تو اس وقت اُن کا ایمان لانا اُن کو کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوا "

اور لفظ " بلاغ " کی نسبت یہ فرمایا گیا ہے - کہ :-

الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت - والاحمق	" وہ شخص ہوشیار ہے جس نے اپنے نفس کو حقیر سمجھا - اور مرنے کے بعد آنے

من اتبع نفسه هواها و تمنی علی الله	والے زمانے کے لیے اچھے عمل کیے اور احمق وہ شخص ہے جس نے خواہشات نفسانی کی پیروی کی اور بخشایش الٰہی کی آرزو رکھی ؛

اور لفظ " استجابت " کے معنی یہ ہیں - کہ زاد آخرت کی تدبیر و فکر میں مشغول رہے -

ولا یاخذ من الدنیا الا قدر زاد الراکب	اور دنیا کا زیادہ مال و اسباب فراہم نکرے - مگر صرف اسی قدر جتنا کہ ایک گھوڑے سوار مسافر زاد راہ اپنے ہمراہ لیتا ہے ؛

اور " زاد آخرت " کی تعریف یہ ہے - کہ پہلے اپنی فریاد رسی کرے بعدہ خدا کا فریاد رس بنے . (اول خویش بعدہٗ درویش) یوں سمجھو کہ خدا کی خلقت ظالموں کے ہاتھ میں قید ہے - جو شخص اِن کی داد و فریاد سنتا ہے تو وہ آسمان میں مجیر الله ولہ " کے خطاب سے پکارا جاتا ہے -

والالقاب تنزل من السماء کما قال عیسی علیه السلام من علم وعمل وعلم فذاك یدعی عظیما فی ملکوت السماء	اور لوگوں کی حیثیت کے لحاظ سے) القاب آسمان سے اُترتے ہیں جیسا کہ عیسیٰ ع نے فرمایا - جسنے علم سیکھا اور عمل کیا اور لوگوں کو سکھلایا - تو آسمانی فرشتوں میں وہ بڑائی کے لقب سے ساتھ پکارا جاتا ہے ؛

اور ہر شخص کے لیے اسکی اخلاقی حالت کے لحاظ سے آسمان مین ایک "**لقب**" ہے جس سے وہ پکارا جاتا ہے۔

واضح ہو۔ کہ **اپنی فریادرسی** کرنے کے یہ معنی ہین۔ کہ انسان اپنے تئین برائی اور خواہشات نفسانی۔ اور غصے اور شہوت رانی اور حرص و تکبر اور رعونت وغیرہ بد اخلاقیون سے **نجات** دلاوے۔ کیونکہ ظالم لوگ شیطانی لشکر ہین۔ اور "**عقل**" جو خدائی لشکر ہے وہ ان ظالمون کے چنگل مین مقید ہوچکی ہے۔ اور ان کی خدمت کے لیے اس نے کمر باندھ رکھی ہے۔ اور ہمہ تن اس مین مصروف ہے۔ کہ غصہ کا اظہار۔ اور شہوت رانی کے حیلون کا استنباط کس طرح کرے۔ پس جس عقل کو کہ من جانب اللہ شیطانی لشکر کے دباؤ سے نجات و خلاصی نصیب ہوئی۔ وہ بارگاہ الہی کے ملاحظہ کے لایق بنی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین۔ کہ :-

لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی ادم لنظروا الی ملکوت السماء	اگر شیاطین قلوب بنی آدم کے اطراف نہ گھومتے ہوتے۔ تو یقیناً ان کی نظر آسمانی فرشتون تک پہنچتی۔

جس شخص نے اپنی عقل کو ان صفات مذمومۂ مذکورۂ بالا سے پاک وصاف کیا۔ اور اس کو شایستہ درگاہ ربانی بنالیا تو آسمان مین وہ **مجیرالحضرہ** کے معزز لقب سے موسوم ہوگا۔

مجھے آپ کی اعلی درجہ کی فہم و فراست سے اس امر کی توقع ہے۔ کہ آپ ان معانی مین غور و خوض کرکے اپنے لقب کی تحقیق اپنے ہی دل سے طلب فرماینگے۔

قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ فان ما ھو آت قریب۔ والبعید ما لیس یآت

اس دن کے آنے سے پہلے جو ٹلنے والا نہیں ہے اس لیئے کہ جو آنے والا ہے اس کو قریب ہی سمجھنا چاہیے۔ اور بعید کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ آنے والا ہی نہیں ہے۔"

اب رہ گئی مخلوق کی فریاد رسی۔ وہ عام طور پر واجب ہے۔ کیونکہ ظلم و زیادتی حد سے گذر رہی ہے۔ اور چونکہ میں ان برے حالات کو دیکھ دیکھ کر تنگ آگیا تھا۔ لہذا تقریباً ایک سال سے طوس سے ہجرت کر لی تھی۔ تاکہ ان ذلیل اور بے رحم ظالموں کی صورت دیکھنے سے نجات پاؤں۔ مگر ضرورۃً پھر یہاں واپس آنے کا اتفاق واقع ہوا افسوس ہے کہ مظالم کی کیفیت بدستور اور خلایق کا رنج والم دوچند دیکھا جا رہا ہے۔

ایک اور صورت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بشری صفات سے حتی الوسع پاک وصاف کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ یہی اوصاف دنیا کی ذلت اور اُخروی عذاب کے اسباب ہیں۔

وذالک ھو الجھاد الاکبر۔ || "اور یہی جہاد اکبر ہے"

اور اس جہاد میں فتحمندی کی علامت وہ ہوگی۔ کہ جس شخص کو اس امر میں پوری کامیابی حاصل ہوگی۔ وہ ایسا بادشاہ ہوگا جسکو اپنے سامنے شاہانِ عالم کی ہمہ ساتی کی کچھ پرواہ نہ ہوگی۔ بلکہ وہ اس درجہ کو پہونچے گا۔ کہ سرکاری ملازمت بھی چھوڑ دے گا۔ کیونکہ اس سے قطع تعلق کرنا۔ گویا جسم انسانی میں زندگی کا ترک کر دینا ہے۔ اور

جو شخص اس خیال سے ترک ملازمت اختیار کرے - تاکہ آزادی کے
ساتھ عمدہ اور مکلف لباس زیب تن کرے - وہ اپنی خود آرائی کا
قیدی ہے - اور فی الواقع وہ ایک مرد نما عورت ہے - اور
اگر ملازمت کو اس خیال سے چھوڑ دے - تاکہ عام اور بازاری لوگ
(شیخ المشائخ سمجھکر) اس کی خدمت کریں - تو وہ کبر و غرور کا اسیر
ہے - اور حقیقۃ وہ ایک عاقل نما جاہل ہے - کیونکہ وہ اتنا نہین سمجھتا
کہ ترک ملازمت مین دینی اور دنیوی ہزارہا تکالیف کا سامنا ہوگا
اور عام بازاری لوگون کی اظہار عقیدت اور خدمت گذاری سے
اسکو کسی قسم کی بزرگی اور برتری حاصل نہ ہوگی - اگر وہ اس امر مین
خود ہی تھوڑا سا غور کرے گا تو سمجھ جائے گا - کہ عام لوگ جو میری خدمت
کرتے ہین - حقیقت مین وہ اپنی خواہشون کی اطاعت کرتے ہین - کیونکہ
ان کی اصلی غایت یہی ہے - کہ پیرجی کی خدمت کرنے سے خاطر خواہ
انکی دنیاوی ترقی اور کار برآری ہوگی - اور اس بنے بنائے پیر کو
جو کچھ نذرانہ وغیرہ ان سے حاصل ہوتا ہے - اس سے اس کے غرور
پندار مین اور ترقی ہوتی ہے - دعائیہ طور پر ان کی تعریف کرتا ہے
دوستی کا اظہار کرتا ہے - حالانکہ حقیقت مین ان کی دوستی محض حکام
وغیرہ کے حصول کے لیے ہوتی ہے - اور یہ لوگ مکر و فریب سے
اس کا اظہار کرتے ہین - کہ ہم آپ کے عقیدتمند اور فرمان بردار
ہین - اگر اس اثنا مین انھین اپنے پیر روشن ضمیر کی کسی اخلاقی کمزوری
یا بتقاضائے بشریت کسی غلطی کا علم ہو جائے - تو سب کے سب
کنارہ کش ہو جائین - اور بجائے خلوص اور اعتقاد کے پیرجی کے جانی دشمن

بن جائیں۔

جب یہ شخص اپنے آپ میں سوچے گا۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اُس کی اطمینانی حالت لوگوں کی معافی اور خوشنودی پر موقوف ہے۔ اور اُس کی فضیلت و برتری کی بنیاد محض ترک ملامت کے اندیشہ پر ہوگی۔ کہ جہاں اس خیال سے پلٹا۔ فوراً ہی دوزخ کی طرح دنیا اُس پر تنگ و تاریک ہوگئی۔ اور بات تو یہ ہے۔ کہ :-

قلب الانسان اشد تغلیاً من القدر فی غلیانہ	انسان کا دل دیگ کے جوش سے بھی زیادہ شدید الحرکت ہے۔

اور جس شرافت کی بنیاد مخدوم کے دلی میلان پر قائم ہوگی۔ وہ کمزور ثابت ہوگی۔

وانہ اصل او ھن من بیت العنکبوت ومثل الذین اتخذ من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون ٥	اور یہ اصلی بودا پن ہے۔ جو مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں۔ اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے۔ کہ اُس نے بھی اپنے زعم میں ایک گھر بنایا۔ اور کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر۔ اے کاش! یہ لوگ اتنی بات سمجھتے۔

بلکہ اصلی بزرگی وہی ہے۔ جس کی بنیاد معرفت اور حریت پر قائم کیجائیگی

وھی الباقیات الصالحات	وہی باقیات صالحات سے ہے

"معرفت" وہ ہے - کہ عزوِ دنیا اور شرفِ آخرت کو بعنوان الحفظ کرے -- اور "حرّیت" کے یہ معنی ہین - کہ اپنی صفات کی قید سے مخلصی حاصل کرے - چنانچہ دنیا کے تمام بادشاہ اگر اُس کی خدمت کرین - تب بھی اُسے اُن کی کچھ پرواہ نہ ہو اور اگر اُس کو اپنے باطن مین ان امور سے کوئی اعتنا والتفات محسوس ہو - تو اُس کو اپنی اس حالت پر افسوس کرنا چاہیئے کیونکہ ابھی وہ اپنی خواہشات کا غلام اور مجبور اور حاجت مند بنا ہوا ہے - اس لیے کہ وہ اپنی خوشی و غمی کا تعلق کسی ایسے سے رکھتا ہے - جو قابل اعتماد نہین ہے - جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو ارشاد فرمایا کہ :-

اذا تقرب الناس علی اللہ تعالی باعمال البشر فتقرب انت اللہ بعقلك ؛	"جب تم انسانی اعمال کے ساتھ لوگوں کو خدا سے قریب کروگے - تو بذریعہ عقل تم اس سے قریب ہوگے"

اسی لئے آپنے فرمایا - کہ عاقل کی مثال اس شخص کی سی ہے - جو کیمیا کی بوٹی رکھتا ہے - اور اعمال سے تقرب ڈھونڈھنے والے کی مثال اس شخص کے مانند ہے جس کے پاس چند گنتی کے درہم ہین - جن کی وجہ سے وہ تھوڑے دنون گزران کرلے گا - عقلمند آدمی اپنی خوش فہمی سے مآل کار مین فکر کرتا ہے - یہان تک کہ دنیا کی عزت اُس کے قلب سے زائل ہوجاتی ہے - اور وہ حسب فرمودہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ کہتا ہے کہ :-

طلقت الدنیا ثلثاً	"مین نے دنیا کو تین طلاق دیدئے"

اور جب تک ایسی عقل ظاہر نہ ہوگی - نہ دنیا کی حقیقت واضح ہوگی - اور

نہ دنیا پرستی کا علاقہ ٹوٹے گا۔ اور جب تک دنیا پرستی باقی رہیگی جمال الٰہی کا دیدار اُسے نصیب نہ ہوگا۔ اور جس شخص کی کوشش جنت اور حور و قصور کے لئے ہوگی۔ اُس کا شمار خدا کے خاص بندون مین نہ ہوگا۔

چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو عقل کامل ارزانی فرمائی ہے۔

فلا ارضی لہ الا ان یتقرب الی اللہ بعقلہ لیلحق بذوی الالباب ولا ینخدع بلا مع السراب

ترجمہ لہذا آپ کو چاہیے کہ آپ کسی چیز سے خوش نہ ہون مگر صرف اسی ایک امر سے کہ آپ اپنی عقلی قوت سے خدا کا تقرب ڈہونڈھیں۔ تاکہ عقلمندون مین آپ شامل ہوجائین۔ اور چلکتی ہوئی ریت (یعنی دنیا کا سبز باغ) آپ کو دہوکے مین نہ ڈالے۔

اور جو لوگ کہ دنیا کو سامنے لے رہے ہین۔ اور آخرت کو پس پشت ڈال رہے ہین یہ اُن کی غفلت اور کم عقلی کا باعث ہے۔ کہ خواہشات نے اُن کی حسی قوتون کو ایسا جکڑ بند کر رکھا ہے کہ وہ اِن لطیف معانی مین فکر کرنے کی فرصت ہی نہین پاتے۔ لیکن جس شخص کی عقل راہ آخرت کے طے کرنے سے باز رکھنے والی ہے۔ اُس کے اسباب صرف ایک دو سے زیادہ نہین ہین۔

ایک تو یہ کہ نفسانی صفات مین سے کسی ایسی صفت کا وہ اسیر ہوچکا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ مال و دولت سے دست برداری۔ اور ترک حکومت و سرداری اور شماتت اعدا کی تکلیف کو برداشت ہی نہین کر سکتا۔

ولا علاج له الا عزمة من عزمات الرجال - والنظر الى النفس العاجزة بعين الاستحقار والترفع بعلو الهمة عن مضاهاة الارذال - ويكفي صارفا عن الدنيا كثرة عنائها وسرعة فنائها وخسة شركائها

ترجمہ اور اسکا کوئی علاج نہین ہے - مگر اسکو چاہیے کہ مردان خدا کے ارادون کیطرح اپنے ارادے کو پختہ کرے اور نیز یہ کہ وہ اپنے نفس عاجز کو پرلے درجہ کی حقارت سے دیکھتا رہے اور اپنی عالی ہمتی سے رذیلون کی مشابہت سے برتر ہی ہوتا رہے اور (بات تو یہ ہے کہ) دنیا سے روگردانی کرنے کے لیے دنیا کی بکثرت تکلیفین - اور اس کا جلد فنا ہونا اور اہل دنیا کا کمینہ پن اس کو کافی ہے

اور دوسرا سبب یہ ہے - کہ اخروی معاملہ مین کسی شبہ یا اپنی فہم کے قصور سے الجھن مین پڑا ہوا ہے - اور یہ تعجبات سے نہین ہے کہ کوئی شخص اخروی معاملات کو محسوسات اور تخیلات کے قیاس پر درست کرنا چاہے - اور وہ پورے نہ اترین - اور یہ تردد کرنے لگے - کیونکہ ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو صانع عالم کے بارے مین متوقف اور ساکت ہے - ایسے شخص کا علاج یہ ہے - کہ یہ اپنے آپ کو تہمت زدہ بناوے - اپنی کوتاہ عقلی کا اعتراف کرے - اور ہرگز ایسا گمان نہ کرے - کہ اسکی بصیرت و دانائی تمام نکات و غوامض پر محیط اور قبضہ کیے ہوے ہے بلکہ اس کو دریافت و تحقیقات مین مشغول ہونا چاہیے -

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ○

ترجمہ اگر یہ بات تم کو خود معلوم نہین - تو پڑھنے پڑھانے والون سے پوچھہ دیکھو

جیسے کہ طبیب کو دلیل سے ساکتے یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔ کہ روح انسانی ایک مدت تک قائم رہ سکتی ہے۔ اور اشیار خیرونی اُسکی غذا ہیں اور بری چیزیں اُسکے حق میں مہلک ہیں۔ اسی طرح ہمارے نزدیک تقلیدی طور پر نہیں بلکہ دلائل کی رو سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ **حقیقت انسانی کو بقاء ابدی حاصل ہے** ۔جو قطعاً معدوم نہیں ہو سکتی ۔نیز انسان کی نجات کا دارومدار صفات بشریت سے **حقیقت** میں ہے۔ اور حضرت ربوبیت کی حقیقت کی معرفت میں **سعادت** ہے۔ نجات تو ایک اور چیز ہے اور سعادت ایک دوسری شے ہے۔ اور ان کی تشریح کر دینا بھی آسان سی بات ہے۔ اور وہ بھی صوفیانہ شیخی کی طرح نہیں۔ کہ جسکا اکثر حصہ شاعرانہ خیالات کی طرح عوام کا دل خوش کن ہوا کرتا ہے۔ اور واعظانہ مذاق کے جیسا بھی نہیں۔ جو خاص و عام دونوں کی پسند خاطر ہو۔ بلکہ ہم برہان حقیقی عقلی سے اسکی تشریح کر سکتے ہیں۔ جو خاص الخاص محققین کے لیے خوش گوار شربت ہوگا۔

لہذا آپ پر واجب ہے۔ کہ اپنا حساب خود کریں۔ تا معلوم ہو جائے کہ آپکو ان مدارج سے باز رکھنے والی کون چیز ہے اور یہ کہ آپ اُسکے علاج میں مشغول ہوں۔ تاکہ اگر آپ خلق کی فریاد کو نہ پہونچیں۔ تو کم از کم اپنی فریادرسی تو کرلیں۔ والسلام ؁

نامہ ششم

جو محی الدین کو لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ :-

من احسن الیکم فکافئوہ

"جو تمھارے ساتھ احسان کرے تم بھی اسکی تلافی کردے"

واضح ہو کہ سچی بات کو سنکر صبر کرنا - ان مایش مین پوری طرح اترنا ہے اسی وجہ سے آپ کی مجلس عالیہ دعاے خیر کے لایق ہے -

وانا اسال اللہ تعالے ان یرزقہ معرفۃ حقیقۃ السعادۃ - وان یخصہ بہا - واقول الا ان السعید من وعظ بغیرہ ؛

"اور مین حق تعالی سے اس امر کی درخواست کرتا ہون - کہ وہ حقیقت سعادت کی معرفت آپ کو عنایت کرے اور آپ کو اس نعمت سے مخصوص کرے - اور مین یہ کہتا ہون کہ سُنو جی - سعادت مند تو وہی ہے - جس نے اپنے غیر سے نصیحت حاصل کی"

پہلا وہ شخص جو اس سعادت سے محروم رہا "تاج الملک" تھا - کہ نظام الملک کا آخری زمانہ بزبانِ حال اُس سے یون کہتا تھا - کہ :-

ان امرًا ھذا آخرہ لجدیربان یترک اولہ ؛

"بے شک اس شغل (وزارت) کا آخری نتیجہ اسی لایق ہے - کہ پہلے ہی اسے چھوڑ دیا جاے"

افسوس ! اس نے ان حالات سے عبرت نہین حاصل کی - اور بڑی بڑی امیدین باندھتا رہا - اور اپنے مین کہتا رہا - کہ نظام الملک

ایک نوعمر لڑکا تھا۔ جس کو ابھی عمر سے بہت بڑا حصہ ملا تھا۔ مگر ہماری زندگی تھوڑی سی ہے (جائز و ناجائز طریقہ سے جس قدر بن پڑے۔ جلد جلد کچھ سمیٹ لینا چاہیے) پس آسمانی تقدیر نے نہایت قلیل مدت میں اُس کے غرور کو ظاہر کر دیا۔ جس کو دیکھکر "عبد الملک" کو چاہیے تھا کہ عبرت پکڑتا۔ نصیحت حاصل کرتا۔ یہ بھلا آدمی یون کہنے لگا۔ کہ نظام الملک کے نوکر چاکر وغیرہ اس کے دشمن تھے۔ جن کی وجہ سے وہ مخالفت سے منسوب اور خیانت سے متہم ہوا۔ اور ہم ان الجھون سے پاک و صاف اور فارغ ہین۔ زمانہ سے ابھی داد لین گے۔ اور خاطر خواہ حکمرانی کرینگے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ مین زمانہ نے اس کی بھی قلعی کھول دی اور اس سے یون کہا۔ کہ :۔

اولم نعمر کم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر ۵

"وہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمرین نہین دی تھین۔ کہ جس کو سوچنا منظور ہوتا۔ وہ اتنی عمر مین اچھی خاصی طرح سوچ سمجھ لیتا۔ اور اس کے علاوہ تمھارے پاس ہمارے عذاب سے ڈرانے والا رسول بھی پہونچا۔ تو اب اپنے کیئے کے مزے چکھو۔ کہ نافرمان لوگون کا یہان کوئی مددگار نہین"

پس مؤید الملک کو چاہیے تھا۔ کہ وہ زمانے کی روش کو پہچانتا۔ کیونکہ جو چیز کہ دو بار واقع ہوئی۔ اور تیسری بار تمام ہوئی۔ تو گویا وہ انتہائی تکمیل کو پہونچ چکی۔ لیکن افسوس! کہ یہ بھی یون دعوی کرنے لگا

کہ یہ لوگ چونکہ نسبی طور پر اس جلیل القدر عہدۂ وزارت کے مستحق نہیں تھے۔ اس لیے ان پر پیش از وقت زوال آ گیا۔ اور میرے لیے یہ عہدہ موروثی اور استحقاقی ہے۔ اور اس منصب بزرگ کو میں اپنے حوصلہ اور نصاب کے موافق جانتا ہوں۔ چنانچہ گردش افلاک نے فوراً ہی اس کے حال سے بھی ایک دلیل ظاہر کر دی۔ کہ یہ سارے خیالات غرور اور تکبر کی بنا پر ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ اب یحییٰ اللہ ولد کی نوبت پہونچی۔ کیونکہ ممالک محروسہ میں اب اُن کے برابر کوئی وزیر موجود نہیں ہے۔ اور بارگاہ ربوبیت سے اُن کے بارے میں یوں آواز دی جاتی ہے:۔

افلم یھد لھم کم اھلکنا قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم ان فی ذلک لایت لاولی النھی ۵

کیا لوگوں کو اس سے ہدایت نہ ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر مارا۔ اور اب یہ لوگ انہیں کے رہنے سہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ جو لوگ عقل والے ہیں اُن کے لیے اسی ایک بات میں قدرت خدا کی بہتیری نشانیاں موجود ہیں۔

اور خدائی فرشتے یوں کہتے ہیں۔ کہ: "اے عاقل ترین وزراء! تو عقل مندوں سے اپنے نسب کو منقطع مت کر۔ کیونکہ جو وزراء تجھ سے پہلے گزرے۔ انہوں نے اس نسبت کو قطع کر دیا تھا"

لہذا تم اُن کے حالات میں غور و فکر کرو۔ اور دیکھو کہ:۔۔۔۔۔

کم ترکو من جنت وعیون ہ وزروع ومقام کریم ہ ونعمۃ کانوا فٰکھین ہ کذٰلک و اورثنٰھا قوماً اٰخرین ہ فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین ہ

"یہ لوگ کتنے ہی باغ اور کتنے ہی نہرین اور کتنی ہی کھیتیان اور کتنے ہی عمدہ مکانات۔ اور کتنے ہی آرام وآسایش کے سامان چھوڑ مرے جن مین مزے اڑایا کرتے تھے۔ واقع مین ایسا ہی ہوا۔ اور ہم نے دوسرے لوگون کو اس تمام ساز وسامان کا وارث بنادیا۔ تو ان لوگون پر آسمان اور زمین کسی کو بھی تو رقت نہ آئی۔ اور نہ اُن کو توبہ اور ندامت کی مہلت ہی ملی"

تم اپنے ساتھ کبھی یہ حساب تو کرو۔ کہ اگر تھوڑا زمانہ تمھاری مرضی کے موافق بھی گذرا۔ تو آخری نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا۔

افرءیت ان متعنٰھم سنین ہ ثم جاءھم ما کانوا یوعدون ہ ما اغنٰی عنھم ما کانوا یمتعون ہ

"ذرا دیکھو تو سہی۔ کہ اگر ہم چند برس ان کو دنیا وی فائدے اٹھانے بھی دین پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ان کے روبرو آموجود ہو۔ تو وہ جو انھون نے دنیاوی فائدے اوٹھائے ہے اب اس حالت مین ان کے کیا کام آسکتے ہین"

اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ فی الوقت جس بلا مین تم پھنسے ہو۔ تم سے پہلے وزرا بھی اس بلا کے شکار ہو چکے تھے۔ لیکن ان وقتون مین ایسی پیدا ئین

اور خرابیان پیدا نہین ہوئی تھین - جیسی کہ اب شایع ہو رہی ہین - اگرچہ تم اس کو برا ضرور سمجھتے ہو - لیکن حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب ظالمون سے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا - تو ظالم اپنے جملہ معاونین کے ساتھ گرفتار کیے جائینگے - حتیٰ کہ جس شخص نے کسی ظالم کا قلم درست کر دیا - یا اسکی دوات سیدھی کر دی - وہ بھی اُن کے ساتھ ماخوذ ہوگا - واقعی طور پر معلوم کر لو - کہ وہان کسی شخص کو تمھارا غم نہ ہوگا - لہذا خود ہی اپنی تدبیر کرو - اور اس عہدہ سے سبکدوشی کر کے دونو جہان کی سعادت حاصل کرو - اور اگر یہ امر آسان نہین ہے - تو یہ سمجھ لو - کہ دنیا کی سلامتی تو تم سے آج جاتی رہی - اب اپنی پوری ہمت کو زاد آخرت کی تدبیر مین صرف کرو - اور آخرت کے لیے اُس سے زیادہ نافع اور کوئی توشہ نہین ہے - کہ ظلم کا انسداد کیا جائے - خاص کر اس علاقہ کی رعایا کے حق مین - کہ شدۂ ظلم کی یہان یہ نوبت ہے - کہ مسلمانون کی ہڈیون پر چھریان پہونچ چکی ہین - اور جڑ پیڑ سے یہ اُکھڑے جا رہے ہین - جس زر لگان کو یہان کے ظالم حکام نے رعایا پر قائم کیا تھا - اُس سے دوچند وصول کر لیا - مگر شاہی خزانہ مین کچھ بھی داخل نہین کیا - درمیان ہی مین ان ظالمون نے خورد برد کر لی - اور جو حکام تنقیح کے لیے یہان آتے ہین اُن کے مظالم اِن سے سوا چنانچہ تلافی گذشتہ کی امید منقطع ہو چکی - لیکن شفقت و عاطفت مجیری کے سے ابھی ڈھارس بندھی ہوئی ہے - کہ آپ آیندہ کے لیے اس امر مین پوری کوشش فرمائین - اور اس علاقہ کی رعایا کی امداد مین جس حد تک ممکن ہو - رعایتی احکام صادر کر کے اپنے لیے زاد آخرت

مہیا کریں - اور ان مسلمانوں کی دعا کی بدولت آفات زمانہ سے اپنا بچاؤ ڈھونڈھیں +

+ دولت سلجوقیہ میں چونکہ سلطنت کا تمام نظم ونسق اصل میں وزرار کے ہاتھ ہوتا تھا- سلاطین صرف کشور کشائی میں مصروف رہتے تھے - اس لیے امام صاحب نے اُن تمام وزرار کو جو وقتاً فوقتاً وزارت کے رتبے پر پہونچے نہایت آزادی اور دلیری سے خطوط اور ہدایت نامے لکھے - اور عدل و انصاف کی پابندی کی تاکید کرتے رہے - اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی - بلکہ تمام قوم میں یہ روح پھونکنی چاہی اور یہ خیال ظاہر کیا کہ سلاطین کی روک ٹوک ہر مسلمان کا فرض ہے احیاء العلوم میں سلاطین اور امرا کے مقابلہ میں امر بالمعروف کا ایک خاص باب باندھا ہے- اس میں لکھتے ہیں -کہ سلاطین کی روک ٹوک میں اگر فساد ملکی کا اندیشہ ہو تو ناجائز ہے - لیکن اگر صرف اپنی جان و مال کا خطرہ ہو تو نہ صرف جائز بلکہ نہایت مستحسن ہے - بزرگان سلف ہمیشہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر آزادی سے کام لیتے تھے - اور سلاطین اور امرا کو ہر موقع پر روکتے ٹوکتے رہتے تھے - اس میں اگر کوئی شخص جان سے مارا جاتا تھا تو خوش نصیب خیال کیا جاتا تھا - کیونکہ وہ شہادت کا درجہ پاتا تھا -

ایک دفعہ امیر معاویہ نے لوگوں کے وظیفے روک دیے تھے اس پر ابو مسلم خولانی نے سر دربار اُٹھکر کہا کہ اے معاویہ ! یہ آمدنی تیری یا تیرے باپ کی کمائی نہیں ہے؟ اسی طرح کے دیگر واقعات ذیل کو "الغزالی" میں دیکھو:-

۱- ابو موسیٰ اشعری اور ضبتہ بن محصن -

۲- حجاج بن یوسف، اور حطیط زیات

والله تعالى يبصره ويزيده ويرشده الى طلب سعادة الدين بالدنيا ويسدده بمنه وفضله

اور حق تعالی اپنے احسان اور فضل سے تمہاری مدد اور ترقی کرے - اور دنیا کے ذریعے دینی سعادت طلبی میں تمہاری رہنمائی کرے اور تمہیں راستباز بنائے

والسلام

باب سوم

ان نامجات میں جنکو امام صاحب نے مشائخ اور ارکان دولت کے نام لکھا ہے

(بقیہ گذشتہ) ۳ - ہارون رشید کا خط، اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کا جواب -

۴ - ابوالحسین نوری، اور خلیفہ معتضد باللہ -

امام صاحب اس قسم کے اور بہت سے واقعات نقل کرکے آخر میں کہتے ہیں کہ علماء سلف کا یہی طریقہ تھا - لیکن آج کل طمع نے علماء کی زبانیں بند کردی ہیں - اس لیے وہ چپ ہوگئے اور اگر کچھ کہتے ہیں - تو ان کی حالت ان کے قول سے مطابق نہیں ہوتی - اس وجہ سے کچھ اثر نہیں ہوتا احیاء کی اصل عبارت یہ ہے واما الآن فقد قيدت الاطماع السن العلماء فسكتوا وان تكلموا لم تساعد اقوالهم احوالهم"

میں کہتا ہوں کہ جب پانچویں صدی کے علماء کی حالت اس قسم کی ہوگئی تھی - تو اب چودھویں صدی کے موجودہ علماء کے حالات کا متغیر ہونا لائق تعجب اور قابل افسوس نہیں ہے - ؎

اے سراپردۂ یثرب بخواب … خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب
تو بدہ از سرکشی ایام را … باز خر از ناخوشی اسلام را

انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۲ - مترجم عفی عنہ

نامۂ اوّلؔ

جو معین الملک کے نام لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ:۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوًّا فی الارض ولا فسادًا والعاقبۃ للمتقین ۝

"دنیا کی نعمتیں تو ہر کس و ناکس کو مل جاتی ہیں۔ مگر یہ آخرت کا گھر ہے۔ جس کی نعمتوں کو ہم نے اُن لوگوں کے لئے اُٹھا کر رکھا ہے۔ جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنی چاہتے۔ اور نہ فساد کے خواہاں ہیں۔ اور انجام بخیر تو پرہیزگاروں ہی کا ہے"

پس واضح ہو۔ کہ آخرت کی نجات دو چیزوں پر موقوف ہے **ایک** ترقی طلب کرنا **دوسرے** فساد و ریتا۔ لہٰذا جو شخص حکومت کا خواہشمند ہے۔ اُس کی ترقی ظاہر ہے۔ اور جو احمقوں اور بے وقوفوں کی طرح لہو و لعب اور مسخرے پن میں مشغول ہے۔ وہ فساد سے موسوم ہے۔ دیکھو! بلا شرط نجات۔ نجات کی امید رکھنا۔ یہی اصل غرور ہے اور شرط نجات کے انکار سے **قرآن** کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور آخرت سے بزداشتہ خاطر ہونا۔ اور شقاوت کی طرف مائل ہونا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ لیکن جو شخص ترقی کا۔ اور فساد دونوں کا استعمال کریگا اور لہو و لعب کے ذریعہ سے نجات کی خواہش کرے گا۔ اس کے خیالات کی

رسائی اسی حد تک ہو گی - کہ یون کہنے لگے گا - کہ "خدا کریم و رحیم ہے" گو یہ قول درست ہے لیکن انکے لیے - جو اس کے مستحق ہین (یعنی اچھے لوگ) جیسا کہ خود ہی فرماتا ہے :-

ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم	بے شک نیکو کار لوگ البتہ مزے کی بہشت مین ہون گے - اور بیشک بدکار لوگ البتہ دوزخ مین ہون گے ۔

یا یہ شخص یون کہے گا - کہ کل توبہ کرون گا - حالانکہ وہ جانتا ہے کہ سالہا سال سے شیطان نے اسے اسی (توبۂ فردا) کے دھوکے مین ڈال رکھا ہے نیز یہ بھی ممکن ہے - کہ شیطان اور چند سال اسی ٹال ٹول مین اسے گھماتا رہے مگر اس شخص کو یہ بھی سمجھنا چاہیے - کہ کیا اس نے اپنی زندگی کی کسی معینہ میعاد کا قبالہ رجسٹری کرا لیا ہے ؟ یا اس کو اس امر کا علم ہو چکا ہے - کہ اس کی موت کے لیے ابھی اور اتنا عرصہ باقی ہے یا ملک الموت سے اس نے کوئی قول قرار کر لیا ہے ؟ افسوس ! کیا وہ اتنا نہین سمجھتا - کہ شیطان نے اسی مہلت (انتظار) کے دھوکے مین ہزارہا خرمنون مین آگ لگا دی - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - کہ :-

صاحم اھل النار من سوف ۵

آپ کا اس اخیر عمر مین ایسی خطرناک حالت سے زندگی بسر کرنا اس کے سوا اور کچھ نہین کہا جا سکتا - کہ یا تو آپ کو اخروی معاملات سے بالکل اطمینان حاصل ہو چکا ہے - یا غفلت نے (جو تمام بدبختون کا

سرا پہ ہے) آپ کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

افامن اهل القری ان یاتیهم باسنا بیاتا وهم نائمون ○ اوامن اهل القری ان یاتیهم باسنا ضحی وهم یلعبون ○ افامنوا مکر الله ج فلا یامن مکر الله الا القوم الخسرون ○

"تو اے پیغمبر! کیا تمہاری ان بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر ہیں۔ کہ اُن پر ہمارا عذاب راتوں رات آنازل ہو۔ اور وہ سوتے پڑے ہوں۔ یا تمہاری ان بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن دہاڑے آنازل ہو۔ اور وہ کھیل کود میں مشغول ہوں تو کیا اللہ کے داؤ سے نڈر ہو گئے ہیں۔ سو اللہ کے داؤ سے تو وہی لوگ نڈر ہو تے ہیں۔ جو آخر کار برباد ہونے والے ہیں۔"

حق تعالیٰ ہم سب کو خواب غفلت سے بیدار فرمائے۔ اور ہمارے مخاطب موید الدین کے پیارے دل کو آگاہی کی خوبیوں سے منتفع فرمائے۔ !!

افسوس! آپ کے دوستوں میں سے ایک صاحب نے ان ہی دنوں آپ کے متعلق ایک ایسا واقعہ بیان کیا جس کا تعلق اخروی معاملات کے لحاظ سے نہایت ہی خطرناک ہے جس کی وجہ سے میرے قلب پر بہت صدمہ گذرا۔ میرے اختیار میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کہ میں دل سے دعا کروں۔ یا زبان سے تنبیہ کروں۔ یا قلم سے کچھ نصیحت

لکھوں اور اگر تم خود اپنی غم خواری نہیں کر سکتے ہو۔ اور اس کو پسند
کرتے ہو۔ کہ میں تمہارے ساتھ مہر و شفقت کا برتاؤ کر سکوں۔ تو میں
تم کو صرف اسی ایک بات کا حکم کرتا ہوں۔ کہ تم شراب خواری سے
ہاتھ کھینچ لو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو کم از کم ظلم و زیادتی کے بازار کو سرد کرو
کیونکہ جب ظلم و فسق کی تہ در تہیاں باہم گتھ جاتی ہیں تو بہت کم دیکھا گیا ہے
کہ وہ موت سے پہلے لوٹ گئی ہوں۔

افسوس! یہ سفید ڈاڑھی۔ اور یہ شراب خواری! نہایت
ہی بد اور نازیبا حرکت ہے۔ دیکھو! نظام الملک رحمہ اللہ
جب بڈھے ہو گئے تھے تو کبائر سے بالکل تائب ہو گئے تھے۔ فسق و فساد
کی راہ سے پھر انہوں نے شراب نہیں پی۔ اور آخر عمر تک اپنی اس
توبہ پر ثابت قدم رہے۔ اگر تم یہ کہوگے۔ کہ شاہ خراسان مجھے نہیں
چھوڑتے۔ تو تمہارا یہ عذر شہنشاہ زمین و زمان کے نزدیک پذیرا نہ ہوگا

مصرع

لو صح منك الهوى ارشدت للحيل ؎ | اگر تیری محبت سچی ہوتی تو کیا تو ایسے حیلے بہانے ڈھونڈھتا رہتا؟ (ہرگز نہیں)

جب تم اپنے اس ارادے میں ثابت قدم ہو جاؤنگے۔ تو امید ہے۔
کہ شاہ مشرق بھی تمہاری وجہ سے تائب ہو جائینگا۔ حق دوستی
کے لحاظ سے یہ چند سطریں حوالہ قلم کی گئیں۔

الاخلاء یومئذ بعضهم
لبعض عدو الا المتقين ؎

جو لوگ آپس میں دوستیاں رکھتے ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائینگے مگر پرہیزگار لوگ نہیں ✽ ملاحظہ ہو صفحہ [illegible]

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین:

نامۂ دوم

جو سعادت خان کو لکھا گیا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وان من شی الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم ٥

"اور جتنی چیزیں ہیں - ہمارے ہاں سب کے خزانے کے خزانے بھرے پڑے ہیں - مگر ہم ایک اندازہ معلوم ومقرر کے ساتھ اُن کو مخلوقات کے لیے بھیجتے رہتے ہیں"

یاد رکھو! کہ دنیا کے تمام بادشاہوں کے خزانے ختم ہو جانے والے ہیں - لیکن شہنشاہی خزانے کی کوئی انتہا نہیں ہے - دیکھو! اس شہنشاہی خزانے کے ذخائر میں سے ایک ذخیرہ "**سعادت**" ہے اور ایک "**شقاوت**" اور

یہ دونوں پردۂ غیب میں مستور ہیں - ان مذکورہ ذخائر کی دو کنجیاں ہیں - جن میں سے ایک "**کلید طاعت**" ہے - اور دوسری **کلید معصیت**

(حاشیہ صفحۂ گذشتہ) یعنی دنیا کی دوستیاں دنیا کے ساتھ ہیں - وہ تو گئی گزری ہوئیں مگر پرہیزگار تو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ خدا واسطے کی دوستی رکھتے ہیں - ایسی دوستیاں آخرت میں بھی باقی رہینگی ۱۲ حاشیہ ترجمۃ القرآن ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم

یہ دونوں کنجیاں غیب الغیب کے خزانوں میں بحفاظت رکھی ہوئی ہیں جن میں سے ایک کو "توفیق" کہتے ہیں اور دوسری کو "خذلان"[1] اور توفیق وخذلان کا جوہر دوسرے دو خزانوں میں ہے۔ بہ نسبت سے زیادہ مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک کو "رضا" کہتے ہیں اور دوسرے کو "سخط"[2] غرض رضا وسخط کا جوہر دوسرے خزانوں میں ہے جس پر (صدیقین اور علماء راسخین کے سوا) تمام دقائق کے خیالات کو رسائی نہیں ہے۔ اس مضمون کے ادا کرنے کو کوئی عبارت یاری نہیں دیتی نہ علما وصدیقین کو اس میں استنباط کرنے کی مجال ہے اس لیے کہ ان کی عبارت بھی ان مطالب کی توضیح سے قاصر ہے۔ چنانچہ منجملہ ان خزائن کے ایک کی اجمالی کیفیت اس آیت سے ظاہر ہو سکتی ہے:۔

ان الذین سبقت لهم منا الحسنیٰ اولٰئک عنها مبعدون ۝	"بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے ان کی تقدیر میں پہلے سے بھلائی لکھی جا چکی ہے وہ دوزخ سے دور ہی دور رکھے جائیں گے۔"

اور کسی دوسرے خزانے کی مجموعی حالت اس آیت سے منکشف ہو سکتی ہے:۔

لقد حق القول علیٰ اکثرهم فهم لا یؤمنون ۝	ان میں سے اکثر پر قول خدا پورا ہو چکا ہے+۔ تو یہ کسی طرح ماننے والے نہیں ہیں۔

+ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ خدا کے علم میں عذاب کے مستحق ٹھہر چکے ہیں ۱۲ ترجمۃ القرآن ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم

[1] بے نصیب ہونا ۱۲ مترجم

[2] ناخوش ہونا ۱۲ مترجم

اس امر کی حقیقت کے انکشاف میں - کہ یہ دونوں آیتیں اسی سے عبارت ہیں۔ قضا و قدر کے بہت سارے عجائب پوشیدہ ہیں اثناء معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بارگاہ الٰہی سے یہ فرمان صادر ہوا کہ تم خاموش و ساکت رہو۔ اور اسرار الٰہی کے متعلق اپنی زبان روک لو۔ القدر سر اللہ فلا تفشوہ۔ نیز یا سوا اسکے سر الاسرار اور خزانۃ الخزائن ہے۔ جو ان گنجینوں کا مصدر اور منبع ہے۔ جس کے بیان کرنے میں عبارت نہایت تنگ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات عالیہ کی ابتدائی ترقی میں یہ فرمایا۔ کہ :-

اعوذ بعفوک من عقابک	"تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں"

اس کے بعد آپ نے اور ترقی کرکے یوں فرمایا۔ کہ :-

اعوذ برضاک من سخطک	"تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں"

مزید براں اور ترقی کرکے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ :-

اعوذ بک منک	"تیری رحمت کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں"

بعد ازاں اور ارادہ فرمایا۔ کہ آگے بڑھیں - مگر حجاب عزت سے راستہ بند پایا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ :-

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک	"تو نے جیسی اپنی تعریف کی ہے میں ویسی تیری تعریف نہیں کر سکتا"

لہذا واضح ہو۔ کہ "اعوذ برضاک من سخطک" تک علماء راست کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اور "اعوذ بک منک" کے مقام پر انبیاء کرام کے سوا۔ اور کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ (لیس ترکی تمام شد)

ان مقامات کے بعد وہ وسیع عالم ہے۔ کہ جہاں نہ انبیاء پہونچ سکتے ہیں نہ علماء۔ انبیاء اور صدیقین جب اس مقام پر پہونچتے ہیں۔ تو وحشت و حیرت کے سوا۔ اور کچھ انکین نصیب نہیں ہوتا۔ سب کے سب عاجزی کی ذلت سے گلے جاتے ہیں۔ اور عشق وشوق کی آگ میں (پروانہ دار) جلتے رہتے ہیں۔ سبوحٌ قدوسٌ کا نعرہ بلند ہوتا رہتا ہے۔ یہاں پہونچکر سید الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام اپنے عجز کا توحہ بدین عبارت فرماتے ہیں کہ:۔

"لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک"

اور سید الصدیق (جو غالبا حضرت ابوبکر یا سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے مراد ہوگی۔ مترجم) اپنے اندر وہ عجز۔ اور شادی ردانت کو باہم ملا دیتے ہیں۔ اور دولت دائم کی صدا۔ اس طریقے لگاتے ہیں۔ کہ:۔

العجز عن درک الادراک ادراکٌ | یعنی معلوم کی دریافت سے عاجز ہونا یہی ادراک ہے

کبھی تو عجز انکشاف کے غم میں گداختہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی اس خوشی میں کہ یہی عجز "عین ادراک ہے۔ خوش حال اور مست ہوتے ہیں۔

دیکھو! شیخ شیرازی قدس سرہ السامی نے اس مضمون کو کس لطافت و نظافت سے ادا فرمایا ہے۔ وللّٰہ درہ ؎

بشر ماورائے جلالش نیافت | بصر منتہائے جمالش نیافت

نہ بر اوج ذاتش پرد مرغ وہم ۔ نہ در ذیل وصفش رسد دست فہم
درین ورطہ کشتی فروشد ہزار ۔ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار
چہ شبہا نشستم درین سیر گم ۔ کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
محیط ست علم ملک بر بسیط ۔ قیاس تو بروے نگردد محیط
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد ۔ نہ فکرت بغور صفاتش رسد
توان در بلاغت بسحبان رسید ۔ نہ در کنہ بیچون سبحان رسید
کہ خاصان درین رہ فرس راندہ اند ۔ بہ لا احصی از تگ فرو ماندہ اند
نہ ہر جاے مرکب توان تاختن ۔ کہ جاہا سپر باید انداختن
وگر سالکے محرم راز گشت ۔ ببندند بروے در بازگشت
بہر دم درین موج دریاے خون ۔ کزو کس نبردست کشتی برون
تامل در آئینہ دل کنی ۔ صفائی بتدریج حاصل کنی
مگر بوے از عشق مستت کند ۔ طلبگار عہد الستت کند
درین بحر جز مرد داعی نرفت ۔ گم آن شد کہ دنبال راعی نرفت
کسانے کزین راہ برگشتہ اند ۔ برفتند بسیار و سرگشتہ اند
خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز برپے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(اضافہ احقر مترجم عفی عنہ)

پس واضح ہو کہ ملک الملوک کے خزانون کی یہ حالت ہے اور ان خزائن کی سیر کرنے والون کی یہ کیفیت ہے۔ لیکن سیم وزر جو دنیا کے بادشاہون کے خزانون مین بھرا پڑا ہے یہ کلید دوزخ ہے

تعس عبد الدینار تعس عبد الدرھم	بندۂ دینار ہلاک ہوا۔ بندہ درہم برباد ہوا

قیامت کے دن جب ایک فرشتہ کھڑا ہو کر للکارے گا۔ کہ کلید دوزخ کے خزانہ کا متعلقہ دفتر کھولا جاسے۔ اور وہان کے اہلکارون کو مقام سیاست مین حاضر کیا جاے۔ تب اگر اس دفتر کے عنوان پر **سعادت خان**+ کا نام نکل آے تو بیچارے سعادت خان کی نہ **ملک مشرق** فریادرسی کرین گے۔ اور نہ **وزیر مشرق**۔ کیونکہ ان لوگون کو خود وہان ہزارون دستگیرون کی حاجت لاحق ہوگی۔ (لہذا تم جانو اور تمہارا کام) والسلام

نامۂ سوم

خیرات کرنے اور اُس کے طریقہ کے بیان مین جس کو امام صاحب نے کسی دولتمند رئیس کے نام لکھا ہے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسا اوقات اطبا کے قصیر فہم اور حیرت زدہ ہونے سے ہمارے دل

+ نامہ ہذا کے مضمون سے صریح اور عیاں ہوتا ہے۔ کہ خان موصوف اس زمانہ کے صدر شاہی خزانہ کے کسی اعلی عہدے پر ممتاز رہتے واللہ اعلم۔ ہمارے زمانہ کے سرکاری خزانہ داران۔ و مہتمان خزائن وغیرہ کو اس نامہ کا مطالعہ فرمانا ازبس ضروری ہے۔ وباللہ التوفیق ۱۲
خاکسار مترجم عفی عنہ

مین ایک گہرا تعلق قایم ہوجاتا ہے - پس یقینی طور پر بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ :-

الذی انزل الداء انزل الدواء	"جس نے بیماری اتاری - اسی نے علاج بھی اتارا ہے"

لیکن عام لوگ اس خیال پر اڑے ہوئے ہین - کہ جب ادویہ بازار سے خرید لی گئین - اور طبیب نے انھین ترتیب دے لیا - بس فارغ ہوچکے - حالانکہ یہ طریقۂ علاج ناکافی اور راہ صواب سے دور ہے - پہلے یہ چاہیئے - کہ مریض کو طبیب کے اختیار مین دیدین - اس کے بعد طبیب سے نسخہ تجویز کی استدعا کرین - تاکہ طبیب کا دل قسم دوا - اور اس کی مقدار - اور اوقات استعمال مین بجانب صواب متصرف ہو - کیونکہ ان ہرسہ ابواب مین خطا و صواب بنہایت مشتبہ ہے - پس اہم کام مریض و طبیب کا دلی رجحان ہے - اور یہ دوائین کسی عطار (دواساز) کے ہان نہین ملتین - بلکہ اسکی کنجی فرشتون کے خزانے مین بالاے آسمان رکھی گئی ہے - اس لیئے لوگون کو کار خیر کی جو ہدایت ہوتی ہے - اس کا القا خزائن ملائک ہی سے ہوتا ہے -

وماکان لبشران یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم	"اور کسی آدمی کی تاب نہین - کہ خدا اس سے روبرو ہوکر کلام کرے - مگر الہام کے ذریعے سے - یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو اس کے پاس بھیج دیتا ہے - اور وہ خدا کے حکم سے جو اس کو منظور ہوتا ہے - پیغام خدا پہونچا دیتا ہے بیشک خدا عالی شان اور حکمت والا ہے"

اور اس نیک القا کی خریداری بجز خدا کے دوستون کی ہمت و دعا کے کسی اور چیز سے ناممکن ہے۔ کیونکہ جب ان برگزیدہ نفوس کی ہمتین کسی کے قلب مین تصرف کرتی ہین۔ تو اس کے اسباب فرشتون کے ذریعے سے مہیا ہونے لگتے ہین۔

وان من شیء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم ۵

اور جتنی چیزین ہین۔ ہمارے ہان سب کے خزانے کے خزانے بھرے پڑے ہین۔ مگر ہم ایک اندازہ معلوم و مقرر کے ساتھ ان کو مخلوقات کے لیے بھیجتے رہتے ہین۔

اور اہل دین کی ہمتین حرکت اور جنبش نہین کرتین۔ مگر احسان وصدقات سے پس معلوم ہوا کہ صدقات ہمم عالیہ کی تحریک کے ذریعہ ہین اور ہمتون کی حرکت مریض اور طبیب کے دل پر خزائن ملکوت سے فیضان ہدایت کا سبب ہے۔ اور اس کی ہدایت اچھے طریقہ پر استعمال دوا کا موجب ہے۔ اور دوا کا استعمال باعث شفا۔ داووا مرضاکم بصدقة کا یہی مفہوم ہے۔

اب اگر یہ سوال کیا جاوے۔ کہ مقدس حضرات کی روحین اور ہمتین جو افاضۂ ہدایت پر روحانیات ملائکہ کی حرکت کا باعث ہوتی ہین اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا سبب ایک مناسبت ہے۔ جو ارواح اور روحانیات کے مابین ہے۔ جس کی استمداد اس بحر مواج سے ہے کہ:

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ۵

اور اے پیغمبر! لوگ تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہین تو ان سے کہدو کہ روح بھی میرے پروردگار کا ایک حکم ہے۔

اور یہ بہت گہرا پانی ہے - اور اِس سر کے انکشاف کی اجازت نہین ہے - صرف اس قدر معلوم کر لینا چاہیئے - کہ ارواح - اور روحانیات دونون مین مناسبت ہے - بدین وجہ کہ یہ سب امور ربانی ہین جیسا کہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے :-

قل الروح من امر ربی الا لہ الخلق والامر ط	کہدو - کہ روح بھی میرے پروردگار کا ایک حکم ہے - لوگو اسن رکھو - کہ خدا ہی کی خلق ہے - اور خدا ہی کا حکم ؎

عالم امر - عالم خلق سے جدا ہے - اور اب زمانے مین کوئی غواص اور تیراک ایسا نہین رہا - جو اس طریقہ سے علم کی تحصیل کرے یا اس امر کو سمجھے - کہ یہ چیز طلب کرنے کے لائق ہے -

اب فی الوقت مقصود یہ ہے - کہ **شفا کا دعا سے اِرتباط صدقہ وخیرات کے ذریعے سے معلوم ہو جائے** - چنانچہ اسی لیے یہ فرمایا گیا ہے - کہ :-

الدعاء یرد البلاء و الدعاء والبلاء یتعالجان	دُعا بلا کو رد کرتی ہے - دعا اور بلا دونون (قیامت تک) باہم جھگڑتی رہتی ہین ؎

اور جب ایک گروہ کثیر کی ہمتین اور دعائین کسی حق مین جاری ہون تو غالب گمان یہی ہے - کہ وہ ضرور مقبول ہونگی - چنانچہ **نماز استسقاء اور پنجگانہ نماز باجماعۃ کا یہی اصلی راز ہے** - اور وہ جو کسی طبیب کا قول ہے - کہ جو بیماری گرمی سے پیدا ہو - اُس کا علاج اشیاء باردہ سے کرنا چاہیئے - تاکہ حرارت کا

زور گھٹ جائے - لہذا صدقہ و خیرات کو اس کے ساتھ کیا نسبت ہے
ہم کہتے ہیں - کہ ہاں - اس نے آدھی بات سچ کہی - اور یہی سبب ہے
کہ طبیعت کا اثر حق ہے - لیکن طبیب کی تیز نظری صرف طبیعت ہی
تک محدود ہے - اور اس امر سے قاصر ہے - کہ **اصل طبیب اور**
طبیعت کے اثرات کس کے زیر فرمان ہیں - اس کی مثال
چیونٹی کے جیسی ہے - جو کاغذ پر دیکھتی ہے - کہ قلم کی حرکت سے خطوط
اور لکیریں پیدا ہوتی ہیں پس اس نے اپنی محدود بصارت سے بجائے
اس کے - کہ کاتب پر نظر کرتی - یہ سمجھ لیا - کہ ان خطوط کا باعث صرف
قلم ہی ہے - اور بس نیز اس کی بصیرت اس سے قاصر تھی - کہ وہ کاتب
کے دل کو جو ہاتھ کا محرک ہے - اس طرف خیال دوڑاتی - بہر حال وہ
کسی طرح یہ نہیں سمجھ سکی - کہ کاتب کے دل کو کیسے شکار کرنا چاہیئے -
تاکہ وہ کام فرمائے - بس سمجھ لو کہ طبیعت قلم کی طرح ہے - اور ملائکہ
اُن انگلیوں کے جیسے ہیں جن میں یہ قلم تھما ہوا ہے - اور **ملک اعظم**
کہ تمام ملائک اس کے تابع ہیں وہ بمنزلہ ہاتھ کے ہے -

وصاحب الید والقلم و
الاصابع وراء الکل وھو
منفرد بالجبروت وانما
قلوب المومنین بین اصبعین
من اصابع الرحمن ہ

اور دست و قلم اور انگلیوں کا مالک ان
کل کے ماسوا ہے - جو اپنی عظمت اور
بزرگی میں یکتا ہے اور مومنوں کے دل
تو بس خدا کی دو انگلیوں میں معلق
ہیں ؎

آدم کی معنوی صورت حضرت ربوبیت کی صورت
کی مثال ہے -

قال اللہ تعالیٰ خلق آدم علیٰ صورتہ - ومن عرف نفسہ فقد عرف ربہ	بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر مخلوق فرمایا - اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے یقیناً خدا کو پہچانا "

جیسے کہ دل اور ہاتھ اور انگلیاں قلم پر احاطہ کئے ہوئے ہیں - اسی طرح آفرینش کے سارے اسباب طبیعت پر محیط ہیں - اور طبیعت سب سے نیچے درجہ میں ہے لہذا اعلیٰ درجہ کی نفیس بصیرت چاہیئے تاکہ اسفل شے کو اعلیٰ درجہ پر پہونچائے اگرچہ دراصل انسان بھی عالم روحانیات ہی سے لایا گیا ہے - لیکن عام طور پر لوگوں کی نظریں طبیعیات اور جسمانیات ہی پر مقصور اور محدود ہیں

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۰ ثم رددناہ اسفل سافلین ۰	ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا - پھر ہم اُس کو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجہ میں لوٹا لائے "

پس تمام علاجوں میں عالم روحانیات ہی سے مدد لینا چاہیئے اور وہ عالم علوی ہے - مال وجاہ کو اس عالم میں رسائی پیدا کرنے کا حوصلہ نہیں ہے - بلکہ یہ جرات اہل دین کی ہمت اور دعا ہی کو حاصل ہے کہ یہ چیزیں وہاں تک پہونچ کر سکتی ہیں -

الیہ یصعد الکلم الطیب	اچھی اچھی باتیں اُسی کی جناب تک پہونچتی ہیں "

اور ان دعاؤں کا اوٹھانے والا اور بلند کرنے والا وہ عمل ہے جو خلوص کے ساتھ کیا جائے -

والعمل الصالح یرفعہ	اور وہی نیک عمل کو بلند کرتا ہے "

بہت سارے بے نمازی اور بھیک منگون کو اپنی ڈیوڑہی پر جمع کرنے اور گوشت روٹی وغیرہ تقسیم کرنے سے یہ نتیجہ ہرگز نہین حاصل ہوسکتا کہ اہل دین اور خاصان خدا کی ہمتین حرکت مین آئین۔ اور وہ دعا خیر کرین * بلکہ وہ چیزین جو تمھارے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہین۔ اور جنکو تم دل مین رکھتے ہو۔ اور کبھی اپنے سے جدا نہین کرتے۔

* کیونکہ اس قسم کی خیرات کی تقسیم مین بجائے اسکے کہ خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ ریار اور حظ نفس کا بہت بڑا حصہ شامل ہے۔ بہت سارے مالدار اسی قسم کی نمایشی خیرات کرتے ہین۔ اور انکی غایت یہی ہوتی ہے کہ سخاوت مین مشہور ہون۔ حاتم وقت کہلائین۔ اکثر ذی ثروت لوگ سالانہ ذکوۃ سے کپڑا خرید کرکے ایک معین تاریخ کا اعلان کرتے ہین۔ اور فقرا وغیرہ کو جمع کرکے تقسیم کرتے ہین۔ بعض ایسے ہین۔ جو حسب قاعدہ شرعیہ زکوۃ نہین ادا کرتے اور سالانہ غوث پاک یا کسی اور بزرگ کی نیاز بڑی دہوم سے کرتے ہین۔ اس سے نہ تو وہ زکوۃ کے بھاری فریضہ سے سبکدوش ہوسکتے ہین، اور نہ ایسی نیاز سے کوئی ثواب کی امید ہوسکتی ہو نہ اولیا بزرگان کی خوشنودی۔ البتہ داعی کا حظ نفس پورا ہوجاتا ہے اور بس۔

فی زماننا صدقہ وخیرات اور ایصال ثواب کا بدتر اور قبیح طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ بعض صاحبان سجادہ تقاریب اعراس بزرگان وغیرہ مین اطعمہ لذیذہ و مرغن اپنے اور اپنے دوست و احباب اور سربرآوردہ لوگون کے لیے تیار کراتے ہین۔ اور حفاظ وعلما اور طالبانِ قرآن اور ذاکر وشاغل حضرات نیز محتاج ومساکین کے لیے معمولی غذا اور وہ بھی بے طریقے سے پکوا کر نہایت بے لطفی ولاپروائی سے انکی سربراہی کی جاتی ہے۔ اور اسکو ارواح بزرگون کی خوشنودی اور

(یعنی مال + و منال) انکو اپنی ہوا و ہوس کے ہاتھ سے نکال باہر کرو۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حصول ثواب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ایسی مذموم
حرکت ہے جو قہر الٰہی کو جوش میں لانے والی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ گو ان امراء فقرا میں بہت ہی کم ایسے
ہون گے جو اس اصول سے ناواقف ہون کہ اچھے بر خود پسندی بر دیگران
ہم پسند۔ مگر غفلت نے انکی آنکھون پر کچھ ایسا پردہ ڈال رکھا ہے۔ کہ انھین کچھ
بھی محسوس نہین ہوتا۔ اور اس ذلیل عملدرآمد کو یہ لوگ اپنے لیے باعث
فخر خیال کرتے ہین۔ چنانچہ ان کا سا طرز عمل اوروں نے بھی اختیار کیا۔ اور
اب تو یہان تک نوبت پہونچ گئی۔ کہ جب کوئی فقیر کسی کے گھر پر صدا لگاتا ہے۔
تو بچے خیرات کے لیے باسی روٹی وغیرہ تلاش کرتے ہین۔ اور جب نہین پاتے
تو "برکت ہے سائین" کہکر اسے ٹالدیتے ہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
پس خیرات کے سب سے بہتر طریقے وہی ہین۔ جن کا امام صاحب نے اپنے اس نامہ مبارک
مین ذکر فرمایا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اپنے وصیت نامہ مین
صدقہ و خیرات کے متعلق ان الفاظ مین ہدایت فرماتے ہین کہ:-
بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسینی نکنند و
کلمۂ طیبہ و درود و ختم قرآن و استغفار۔ و از مال حلال صدقہ بفقرا پنہان
امداد فرمایند" وما التوفیق الا باللہ۔
مسئلہ۔ جسکو بھیک لینا حرام ہے۔ اُس کو بھیک دینا بھی حرام ہے۔ اسکی
تفصیل ہمارے ترجمۃ الخطاب مین بذیل ترجمہ خطبہ جمعہ سوم ماہ ربیع الآخر مین دیکھو ۱۲

+ صفحہ آیندہ مین دیکھو ۱۲ — مترجم عفی عنہ

اور عقیدتمندانہ طریقے سے اہل دین کی خدمات میں پیش کرو۔ چنانچہ بعضے خدادوست متمول ایسے ہیں۔ جو ایسے حضرات کی خدمت کرتے ہیں۔ جن کی دینی عزت کو اُنہوں نے پہچان لیا ہے۔ اور بعضے سعادتمند امرار کا یہ دستور ہے۔ کہ وہ اپنے اطمینانی چار پانچ بھلے مانسوں کو حکم دیتے ہیں۔ کہ وہ ڈھونڈ ڈھونڈھکر عیال دار۔ متقی اور مستورالحال فقرا کی امداد کریں۔ اور اُنکی ہمت و دعا سے مستفید ہون۔

علاج کا سیدھا راستہ یہ ہے جس سے ظاہری اور باطنی تمامی مشکلات آسان ہوتی ہیں۔ جاہل طبیبوں کے قول پر اعتماد ناجائز ہے۔ بلکہ طبیب حاذق کے قول پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مرض اور علاج کی مناسبت سے حکم مناسب صادر کرے گا۔ والسلامُ

نامۂ چہارم

جس کو امام صاحب نے کسی کے نامزد نہیں فرمایا۔ بلکہ بلا قید تمام رؤسا اور ارکانِ دولت کو جن سے آپکو مراسم و روابط تھے، تحریر فرمایا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ:۔

+ (حاشیہ صفحہ ۱۶۱) "مال" سے مراد جائدادِ منقولہ ہے۔ جیسے روپے۔ اشرفیاں۔ نوٹ۔ زیورات وغیرہ۔ اور "منال" سے مراد جائداد غیر منقولہ جیسے اراضی باغ۔ کھیت۔ مکان۔ دکان۔ درختانِ آم وغیرہ۔

مترجم عفی عنہ

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۵ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۵

"جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی - وہ اُس نیکی کو بچشم خود دیکھ لیگا - اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی - وہ اُس برائی کو بچشم خود دیکھ لے گا"

بعض حالات کے لحاظ سے انسان آزاد اور خود مختار تصور ہو سکتا ہے - چنانچہ کہنے سننے - دینے لینے وغیرہ امور پر وہ ایک حد تک قادر ہے - مگر ساتھ ہی ساتھ یا تو وہ گنجینۂ سعادت جمع کرتا ہے - یا شقاوت کے بیج پھیلاتا ہے - اور وہ ان دونوں سے غافل - مگر کراماً کاتبین اُس کی رتی رتی کا اندراج کیے جاتے ہیں - اور اُس کی کافی نگہداشت میں مصروف ہیں -

احصاہ اللہ ونسوہ

"اللہ تو ان کے عملوں کو گنتا گیا - اور یہ خود کرکے اُن کو بھول گئے"

جب وہ اس عالم سے باہر ہوگا - فوراً ہی اُس کی عمر بھر کا دفتر از اول تا آخر اُس کے روبرو رکھدیا جاے گا -

یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینها وبینه امدا بعیدا ط ویحذرکم اللہ نفسہ ط واللہ

"لوگو! اُس دن کو پیش نظر رکھو - جبکہ ہر شخص جو کچھ بھلائی دنیا میں کر گیا ہے - خدا کے ہاں چلکر اُس کو موجود پاے گا - اور علی ہذا القیاس جو کچھ برائی کر گیا ہے - اُس کو بھی موجود پائیگا اور آرزو کریگا - کہ اے کاش! اُس میں اور اُس دن میں زمانہ دراز حائل

رؤف بالعباد ۵

ہوتا۔ اور اللہ تم کو اپنے جلال سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر حد درجے کی شفقت بھی رکھتا ہے

پس ذرے ذرے برابر نیکیوں کو ایک پلے میں۔ اور ذرا ذرا سی برائیوں تک کو دوسرے پلے میں رکھیں گے۔ اسی طرح اس کو پورا پورا حساب دکھلا دیا جائیگا۔ اس وقت اس خطرناک حالت کی وجہ سے ساری عقلیں سلب ہو جائینگی۔ اور لوگوں کی جان دغدغے میں پڑ جائیگی۔ کہ معلوم نہیں ترازو کا کون سا پلہ زیادہ وزنی ہوتا ہے۔

فاما من ثقلت موازینہ ۵ فھو فی عیشۃ راضیۃ ۵ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ ۵ وما ادرٰیک ما ھیہ ۵ نار حامیہ

تو جس کے اعمال نیک تول میں زیادہ ٹھیرینگے۔ تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا۔ اور جس کے اعمال نیک تول میں کم ٹھیریں گے۔ تو اس کا ٹھکانا ہوگا ہاویہ۔ اور اے پیغمبر! تم کیا سمجھے۔ کہ وہ ہاویہ ہے کیا چیز؟ وہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ ہے

خرچ اخراجات میں مالداروں کا یہی حال ہوگا۔ کہ جسقدر مال انہوں نے حظ نفس اور ہوا و ہوس میں اڑایا ہے۔ یہ سب برائیوں کے پلے میں ہوگا۔ اور مال و دولت کی وہ مقدار جس کو انہوں نے خدا کی خوشنودی و اطاعت میں صرف کیا ہے۔ یہ تمام بھلائیوں کے پلے میں رکھا جائیگا۔ **نتیجہ یہ ہوگا**۔ کہ اگر مال کا

بہت سارا حصہ جس کسی نے امور خیر میں صرف کیا ہوگا۔ وہ نجات پائیگا ورنہ ہاویہ میں داخل ہوگا۔

اس خطرے سے حضرت **ابوبکر صدیق** رضی اللہ عنہ نے خلاصی پائی۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنا تمام مال **بارگاہ نبوی**ؐ میں حاضر کر دیا۔ تب ارشاد ہوا۔ کہ تم نے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا؟ جواب دیا۔ کہ خدا اور رسول کو اس لیے کہ آپ کو یہ خطرہ تھا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ:—

تونگر اور مالدار لوگ ہلاک ہوگئے۔ مگر جنھوں نے امور خیر میں اپنا مال آگے پیچھے اور سیدھے بائیں جانب سے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ خرچ کیا"

هلك الاكثرون الامن قال بالمال هكذا وهكذا وهكذا ؛	اکثر مالدار ہلاک ہوسے۔ مگر جس نے اپنے مال کے متعلق یہ وصیت کی۔ کہ اتنا ادائے حقوق میں۔ اور اتنا فلاں کار خیر میں۔ اور اتنا فلاں رفاہ عام میں (وغیرہ)

چونکہ فطرۃً انسان کی طبیعت حریص اور بخالت پسند واقع ہوئی ہے جو نرمی اور آسانی کے ساتھ خرچ کرنے کو گوارا نہیں کرتی تاہم اتنا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے۔ کہ جو کچھ دیں۔ موقع اور محل کی مناسبت سے دیں تاکہ دوچند ثواب حاصل ہو۔ کیا عجب ہے۔ کہ قیامت کے دن **ایک روپیہ یا ایک پیسہ** ہزاروں پر سبقت لیجائے۔ اور یہ جب ہی ہوگا۔ کہ مال وجہ حلال سے ہو۔ اور نہایت خوش دلی اور

کشادہ پیشانی کے ساتھ بلا احسان جتلائے دین داروں - اور علماء اسلام اور طالبان علوم دینیہ وغیرہ پر خرچ کیا جائے - حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یومن باللہ والیوم الاخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یہدی القوم الکفرین

"مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح اکارت مت کرو - جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں نہیں رکھتا - تو اُسکی خیرات کی مثال چٹان کی سی ہے - کہ اُسپر کچھ تھوڑی سی مٹی پڑی ہو - پھر اوسپر بارش کا مینہ اور اسکو صاف کرکے بہا گیا اسی طرح قیامت میں ریاکاروں کو اس خیرات میں سے جو انہوں نے کی تھی - کچھ بھی ہاتھ نہیں لگے گا - اور اللہ اُن لوگوں کو جو نعمت کی ناشکری کرتے ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا"

والسلام

نامۂ پنجم

جس کو امام صاحب نے زبان عربی مین قضاۃ مغرب کے نام تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے۔ اور آخرت کی بھلائیاں پرہیزگارون کے لیے ہین۔ اور ظالمون کے سوا کسی اور پر زیادتی جائز نہین ہے۔ اور درود وسلام حضرت سید المرسلین۔ اور آپ کی آلِ پاک اور نیز آپ کے تمام متبعین پر نازل ہو۔ چونکہ قاضی جلیل امام مردان کے ذریعے معتمد الملک امین الدولہ اور میرے مابین عرصے سے دوستانہ تعلقات قائم ہین۔ اور اسی وجہ سے خط وکتابت اور رسل ورسائل کا سلسلہ جاری ہے۔ لہذا مین اپنی جانب سے نصیحت سے بڑھکر کوئی اور تحفہ پسند نہین کرتا۔ جو اپنے دوستون کی خدمات مین پیش کرون۔ کیونکہ یہی نصیحت علماء کا تحفہ ہے۔ اور اسی تحفے کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ جو زیادہ پسندیدہ ہے۔ جبکہ اس کے قبول کرنے اور سماعت کرنے مین دنیوی مکروہات سے **قلب فارغ** سے کام لیا جائے اور مین اس دن سے خوف دلاتا ہون۔ کہ جس روز حضرات اہل دل (یعنی انبیا اور اولیاء) کے مواجہ مین لوگون کی جماعتین باہم جدا کی جائینگی۔ یہ کہ ہمارے مخاطب کا شمار اہل معرفت کے گروہ مین کیا جائے۔

دیکھو! صحابۂ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

استفسار کیا۔ کہ "لوگوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ اور مقبول کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو" پھر سوال کیا گیا۔ کہ سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ ارشاد ہوا۔ کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے۔ اور ہر وقت اُس کے لیے تیار رہے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ:۔ "وہ شخص ہوشیار ہے جس نے اپنے نفس کو حقیر سمجھا۔ اور مرنے کے بعد آنے والے زمانہ کے لیے اچھے عمل کیے۔ اور احمق وہ شخص ہے۔ جس نے خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی۔ اور بخشش الٰہی کی آرزو رکھی"

دیکھو! لوگوں میں سب سے زیادہ غبی اور نادان وہ شخص ہے۔ جو دنیا کے کاروبار میں سرگرم رہے۔ (حالانکہ یہ کاروبار موت کے وقت بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوں گے) اور اس امر سے واقف ہونے کا ارادہ نہ کرے۔ کہ آیا وہ مستحق جنت ہے۔ یا لائق دوزخ۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے اِس سے آگاہ فرما دیا ہے۔ کہ:۔

ان الابرار لفی نعیم ہ وان الفجار لفی جحیم ہ

"بے شک نیکوکار لوگ البتہ مزے کی بہشت میں ہوں گے۔ اور بیشک بدکار لوگ البتہ دوزخ میں ہوں گے"

اور یہ بھی فرمایا۔ کہ:۔

فاما من طغیٰ و اٰثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھویٰ ہ

"تو جس نے دنیا میں سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم رکھا تو اُس کا ٹھکانا بس دوزخ ہے۔ اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا"

فان الجنۃ ھی الماویٰ ○

یے کھڑے ہونے سے ڈرا۔ اور اپنے نفس کو خواہشون سے روکتا رہا۔ تو اُس کا ٹھکانا بس بہشت ہے"

اور یہ بھی معلوم کرادیا ہے۔ کہ:۔

من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون ○ اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون ○

"وہ نیک کام کرنے سے جن کا مطلب یہ دنیا کی زندگی اور دنیا دی رونق ہوتی ہے۔ ہم اُن کے عملون کا بدلہ یہین دنیا ہین اُن کو پورا پورا بھر دیتے ہین اور وہ دنیا ہین کسیطرح گھاٹے ہین نہین رہتے۔ لیکن یہ وہ لوگ ہین جن کے لیے آخرت ہین دوزخ کے سوا اور کچھ نہین۔ اور جو نیک عمل ان لوگون نے دنیا ہین کئے۔ آخرت ہین سب گئے گذرے ہوئے۔ اور اِن کا کیا دھرا سب لغو ہے"

لہذا ہین اس امر کو پسند کرتا ہون۔ کہ میرا مخاطب اپنے دلی قصد کو امور خیر کی طرف مائل کرے۔ اور حساب لیئے جانیسے پہلے اپنا حساب کرے۔ اور اپنے ظاہری اور باطنی حالات کی نگہبانی اور دیکھ بھال کرتا رہے۔ اور اپنے افعال واقوال اور مقاصد کا اس حیثیت سے مطالعہ کرے۔ کہ آیا وہ مرضیات الٰہیہ کے ساتھ محدود اور ابدی سعادت کے ساتھ وابستہ ہین۔ یا

دنیوی خوش حالی اور اُس کی اصلاح مین مصروف ہین (حالانکہ دنیوی اصلاح نہایت تیرہ اور کدورت آمیز اور رغم آلودہ ہے) پھر اس کے بعد شقاوت اور بدبختی کا لگاؤ۔ خدا اس سے پناہ مین رکھے!

پس ہمارے مخاطب کو چاہیئے۔ کہ وہ چشم بصیرت سے غفلت کی پٹی کھولے۔ اور اپنے نفس پر نظر کرے۔ کہ اس نے کل قیامت کے لیے کیا زاد آخرت بھیجا ہے؟ اور اس سے بھی واقف ہوجاے۔ کہ اُس کے نفس پر اُس کے سوا اور کوئی نظر شفقت کرنے والا نہین ہے۔ نیز اس کو بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ وہ دنیا مین کس فکر اور ادھیڑبن مین لگا ہوا ہے؟

(۱) بس اگر وہ زینات کی آبادی مین مشغول ہے۔ تو اُس کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ:۔

کم من قریۃ اھلکھا اللہ وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علی عروشھا بعد عمارھا	"بہت ساری بستیاں ہین۔ کہ اللہ نے اُن کو ہلاک کر مارا۔ اور وہ نافرمان تھین۔ پس اب وہ بعد تعمیر ایسی اُجڑی ہین۔ کہ اُن کی دیوارین اپنی چھتون پر گری پڑی ہین"

(۲) اور اگر وہ آب رسانی کے ذرایع بہم پہونچانے۔ اور نہرون کی اصلاح کی طرف متوجہ ہے۔ تو اُس کو اس جانب بھی فکر کرنی چاہیئے کہ:۔ "بہت سارے ایسے کنوے بیکار پڑے ہوے ہین۔ کہ باوجود اُن مین پانی موجود ہونے کے کوئی اُن سے فائدہ اُٹھانے والا نہین رہا"

(۳) اور اگر وہ مکانات کی تعمیر۔ اور عمارات کے استحکام کی طرف مائل ہے۔ تو اُس کو اس امر مین تامل کرنا چاہیئے۔ کہ:۔

"بہت سارے مضبوط اور شین ایوان وقصور باوجود آباد ہونے کے ویران اور بے چراغ پڑے ہوئے ہین"

(۴) اور اگر وہ باغات کی درستی۔ اور اُن کی سرسبزی وشادابی مین مصروف ہے۔ تو اُس کو قرآن کی ان آیات سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ:۔

کم ترکوا من جنت وعیون ۝ وزروع ومقام کریم ۝ ونعمة کانوا فیها فاکهین ۝ کذلک واورثنٰها قوما اٰخرین ۝ فما بکت علیهم السماء والارض وما کانوا منظرین ۝

"یہ لوگ کتنے ہی باغ اور کتنی ہی نہرین۔ اور کتنی ہی کھیتیان اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات اور کتنے ہی آرام وآسایش کے سامان چھوڑ مرے۔ جن مین مزے اُڑایا کرتے تھے۔ واقع مین ایسا ہی ہوا۔ اور ہم نے دوسرے لوگون کو اس تمام ساز وسامان کا وارث بنا دیا۔ تو ان لوگون پر آسمان اور زمین کسی کو بھی تو رقت نہ آئی۔ اور نہ اُن کو توبہ اور ندامت کی مہلت ہی ملی"

اور حق تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی پڑھنا چاہیئے۔ کہ:۔

افرأیت ان متعنٰهم سنین ۝ ثم جاءهم ما

"تو اے پیغمبر! ذرا دیکھو تو سہی۔ کہ اگر ہم چند برس ان کو دنیا دی فائدے اٹھانے بھی دین۔ پھر جس عذاب کا

کانوا یوعدون ما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون ۝	ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ان کے روبرو آموجود ہو۔ تو وہ جو انہوں نے دنیاوی فائدے اُٹھائے۔ اب اس حالت میں ان کے کیا کام آسکتے ہیں"

(۵) اور اگر وہ (خدانخواستہ) بادشاہ وقت کی خدمت میں کمربستہ ہے۔ تو اُس کو چاہئیے۔کہ اس حدیث شریف کو پڑھے۔ اور مآل کار کو سوچے۔ سمجھے:۔

الامراء والوزراء یحشرون یوم القیامۃ فی صور الذر تحت اقدام الناس ۝ یطؤھم باقدامھم	" امراء اور وزرا قیامت کے دن چیونٹیوں کی شکل میں لوگوں کے پیروں کے نیچے جمع کئے جائیں گے۔ اور وہ اپنے پیروں سے اُنھیں پامال کریں گے"

اور اسی کے ساتھ ان خدائی احکام میں بھی غور و فکر کرے۔ کہ:۔

کذلک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب ۝	" جو لوگ حد اعتدال سے بڑھے ہوئے اور شک میں پڑے ہوتے ہیں اسی طرح اللہ ان کو گمراہ کردیا کرتا ہے"
کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ۝	" جتنے مغرور اور سرکش ہیں۔ اللہ ان کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیا کرتا ہے"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

ماذئبان ضاریان اُرسلا	" تباہی کرنے والے دو بھیڑیے جو بکریوں کے

فی زریبۃ غنم باکثر فساداً
من حب الشرف والمال
فی دین الرجل المسلم

ریوڑ مین بھیجے جائین۔ وہ اتنا نقصان
نہین پہنچاتے۔ جتنا کہ مسلمان آدمی کے
دین کو مال وجاہ کی محبت نقصان
پہنچاتی ہے"

(۴) اور اگر وہ مال و دولت کی طلب اور اُس کے جمع کرنے پر
حریص ہے۔ تو اُس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کرنا چاہیئے
جو اُنھون نے اپنے حواریین کی جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ:۔

"مالداری دنیا کی مسرت اور آخرۃ کی مضرت ہے
مین حقاً کہتا ہون۔ کہ اغنیا اور مالدار آسمانی
حکومت مین نہین داخل ہون گے۔"

اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔
"قیامت کے دن مالدارون کی چار جماعتین کر کے اُن سے
حساب لیا جائیگا۔ چنانچہ اُن مین ایک وہ شخص ہوگا جس نے دنیا
مین حلال طور پر مال جمع کیا۔ اور جائز طریقے سے اُس کو خرچ کیا۔ پس
اس کی نسبت کہا جائے گا۔ کہ اس کو زیر حراست لیکر اس کے واقعات
دریافت کرو۔ ممکن ہے۔ کہ مالداری کی وجہ سے اس نے اُن چیزون
مین سے جن کو ہم نے فرض کیا تھا۔ کسی چیز کو ضایع کر دیا ہو۔ یا نماز
و وضو۔ یا رکوع و سجود۔ یا خشوع و خضوع مین اِس نے کوئی کمی کی
ہو۔ یا حج و زکوۃ کی ادائی مین اُس کے کسی رکن یا جزو کو ضایع کر دیا
ہو۔ پس یہ مالدار عرض کرے گا۔ کہ بار الٰہا! مین نے جائز وسائل
سے مال و دولت جمع کی تھی۔ اور حدود و فرائض مین سے کسی کے برباد

کرنے کی ہم نے جرأت نہین کی - بلکہ کل فرائض پوری طور پر ہم نے ادا کیے - پھر اُس سے کہا جائیگا - کہ کیا یہ ممکن نہین ہے کہ صلۂ رحمی اور حقوق ہمسائیگی - اور فقرا و مساکین جن کے ادا کرنے کا ہم نے حکم کیا تھا اُن مین تو افراط و تفریط کو کام مین لایا ہو - یا اِن امور کے بجا لانے مین تقدیم و تاخیر - اور تفضیل و تعدیل کا قصور وار بنا ہو - غرضکہ اسی قسم کے صدہا الزامات مین وہ گھر جائیگا اور اسی اثنا مین کچھ لوگ فریاد کرینگے کہ خداوندا یا دنیا مین ہم لوگون کی بستیون مین امرا اور دولتمند موجود تھے - اور ہم اُن کی طرف محتاج تھے - مگر اُنھون نے ہماری خبر نہ لی - اور ہمارے اداے حقوق مین اُنھون نے تقصیر کی - پس اگر اس مالدار کی یہ تقصیر ثابت ہوگی - تو وہ اُسے دوزخ مین لیجائینگی - ورنہ کہا جائیگا - کہ ٹھیر! ابھی کہان جاتا ہے ؟ دنیا مین جس قدر تو نے مزے اوڑاے - ہر ایک لقمے - اور ہر ایک گھونٹ - اور ہر ایک غذا کے متعلق تو نے کیا شکر گذاری کی ؟ بیان کر - چنانچہ اس قسم کے سوالات بکثرت ہوتے رہینگے -

دیکھو !! یہ حال اُن مالدارون اور امرا کا ہے - جو نیکوکار اور مصلح - اور حقوق اللہ پر قائم تھے - جن کو میدان قیامت مین حساب کے لیے طویل عرصہ تک کھڑا رہنا پڑے گا - پھر اُن دولتمندون اور رؤسا کا کیا حال ہوگا - جو حقوق الٰہی اور حقوق الناس سے تجاوز کرنے والے ہین - اور گناہون اور شہوات مین بکثرت منہمک ہین - اور خواہشات نفسانی کے ساتھ چین اڑا رہے ہین سہ

اب تو آرام سے گذرتی ہو — عاقبت کی خبر خدا جانے

جن کی شان مین یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ :۔

الهكم التكاثر حتی ذرتم المقابرہ کلا سوف تعلمون ٥	"لوگو! کثرت مال اور اولاد کی حرص تم پر ساری عمر پردۂ غفلت ڈالے رہتی ہی۔ یہان تک کہ جب تم قبرین آتے ہو۔ تب تمہاری آنکھین کھلتی ہین"

پس یہ ہین وہ فاسد مقاصد۔ جو لوگون کے دلون پر غالب ہوگئے ہین اور شیطان نے اُنھین اپنا مسخر بنالیا ہے۔ اور اُن سے ساتھ ٹھٹھا مخول کر رہا ہے۔ لہذا جو شخص اپنے نفس کے ساتھ دشمنی کرنے پر آمادہ ہے۔ اُس کو اِس مرض کا علاج سیکھنا چاہیئے۔ جو دلون مین اتر چکا ہے۔ کیونکہ دلون کے مرض کا علاج جسمانی مرض کے علاج سے زیادہ اہم اور مشکل ہے۔ اور اس قسم کے مریض قیامت مین مخلصی نہین پائینگے۔ مگر ہان اُسی کی نجات ہوگی۔ جو پاک دل لیکر خدا کے حضور مین حاضر ہوگا۔

پس واضح ہو۔ کہ اِس مریض کے لیئے دو علاج ہین۔

ایک یہ کہ روزانہ بسا اوقات موت کو یاد کرتے رہنا۔ اور اِس لحاظ سے اس مین گہری فکر کرنا۔ کہ پچھلے بادشاہون اور دنیا دارون کا خاتمہ کس طرح ہوا۔ اُنھون نے کس قدر مال و دولت جمع کی تھی۔ اور کیسے کیسے عالی شان محل تعمیر کیے تھے۔ اور سرکشی اور غرور کی راہ سے دنیا مین کیسے خوش اور مگن بنے ہوے تھے۔ پھر اُن کے محل قبرستان بن گئے اور وہ سب کے سب بکھری

ہیوں کی طرح تتر بتر ہو گئے -

وکان امر اللہ قدرا مقدورا

اولم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم ان فی ذلک لآیات افلا یسمعون ۞

اور خدا کے ٹھہرے کام ہیں - ایک اندازہ پر ہی ہیں - جو روز ازل سے مقرر ہو چکے ہیں

اے پیغمبر! کیا تمہارے وقت کے لوگوں کو اس سے ہدایت نہ ہوئی - کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دی ہیں اور یہ لوگ انہیں کے گھروں میں چلتے پھرتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ انقلاب میں لوگوں کے لیے بڑی عبرتیں ہیں تو کیا یہ لوگ سنتے سمجھتے نہیں

گو ان کے محل - اور ان کے بازار - اور ان کے مکانات پر ایک سناٹے کا عالم طاری ہے - لیکن وہ اپنی زبانِ حال سے اپنے کارکنوں کے غرور کا اظہار کر رہے ہیں -

پس اے مخاطب! اس وقت تو ان سب کو دیکھ تو سہی کہ:-

ھل تحس منھم من احد او تسمع لھم رکزا ۞

بھلا اب تم ان میں سے کسی کو کہیں بھی دیکھتے یا ان کی بھنک بھی سنتے ہو

دوسرا علاج یہ کہ کلام الٰہی کے مضامین میں غور و خوض کرنا کیونکہ اسمیں ایمان والوں کے لیے امراض روحانی کا علاج اور رحمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو لوں واعظین کی ہدایت ہمیشگی کیساتھ
تم پر اپنے کے لیے وصیت فرمائی ہے - چنانچہ آپ فرماتے ہین کہ :-

ترکت فیکم واعظین صامتا و ناطقا . الموت والقران ۔

"مین نے تم مین دو واعظ چھوڑے ہین ۔ ایک خاموش (یعنی موت) اور ایک گویا (یعنی قرآن مجید)"

اور بہت سارے لوگ قرآن شریف کے بارہ مین مردہ کی طرح ہین اگرچہ وہ اپنی زندگی کے ساز وسامان زندہ ہی کیون نہ ہون - یہ لوگ خدا کی کتاب کے بارہ مین گونگے ہین - اگرچہ وہ اپنی زبان سے اُس کی تلاوت ہی کیون نہ کرتے ہون - نیز یہ لوگ آیات قرآنی کی سماعت سے بہرے ہین اگرچہ وہ اور باتون کو اپنے کانون سے سنتے ہی کیون نہ ہون - یہ لوگ قرآنی عجائبات کے ملاحظہ سے اندھے ہین - اگرچہ وہ قرآن کو دیکھتے اور اُسکے اسرار و معانی کی طرف اشارات بھی کیون نہ کرتے ہون - اور نیز تفاسیر قرآنی کا مطالعہ ہی کیون نہ کرتے ہون -

پس اے مخاطب! تو اُن کے ان حالات سے اس خیال سے ڈرتا رہ - کہ کہین تو بھی اُن کی طرح (قسی القلب) نہ ہو جائے - اور تو اپنے معاملے مین غور کر - اور نیز اُس شخص کے معاملے مین بھی غور کر جس نے اپنی زندگی مین اپنے اُخروی معاملہ کی بابت کچھ بھی فکر نہ کی - کہ اب وہ کس قدر پشیمان اور متاسف ہو رہا ہے - اور پھر تو اپنے کاروبار پر نظر کر - اور نیز اس شخص کے کاروبار پر بھی نظر کر - جس نے اپنے جیتے جی اپنے کاروبار پر کبھی بھی کچھ توجہ نہ کی - وہ مرتے وقت کیسا گھاٹے مین ہوگا

اور کتنا نقصان اُٹھائیگا - ذرا قرآن شریف کی اس آیت کو تو پڑھو - کہ آئین ہر ایک ذی بصیرت کے لیے گواہی اور اطلاع ہے - حیث قال

لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذلك فاولئك هم الخسرون ٥	"تم کو تمھارے مال یادِ خدا سے غافل نہ کرنے پائیں - اور نہ تمھاری اولاد - اور جو ایسا کرے گا - تو وہی لوگ آخرکار گھاٹے مین رہین گے"

پس مال و دولت کی دُھن مین لگا رہنے سے بہت بچیار ہو - کیونکہ مال و دولت کی خوشی آخرت کو بھلا دیتی ہے - اور ایمانی حلاوت کو تیرے قلب سے لے بھاگتی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین - کہ "

لا تنظروا الى اموال اهل الدنيا فان بريق اموالهم يذهب حلاوة ايمانكم	"دنیا دارون کی دھن دولت پر مشتاق نظر مت دوڑاؤ - اس لیے کہ اُن کے سیم و زر کی جگمگاہٹ (اور اُن کے فرنیچرون کی آراستگی) تمھاری ایمانی حلاوت کو لے بھاگے گی "

پس واضح ہو کہ - یہ دو سرون کے مال و دولت وغیرہ پر سرسری نظر کرنے کا ثمرہ ہے - پس اُن کا کیا نتیجہ ہوگا - جو حطام دنیویہ کے جمع کرنے مین اور اُس کے ذریعے سرکشی اور غرور کرنے مین دلی میلان رکھتے ہین - **قاضی جلیل ماہ مروان علی** دنیا مین قرۃ العین ہین خدا سے تعالے علماء کی جماعۃ مین ان جلیسون کی زیادتی فرمائے (جن مین علم اور تقوے کی دو بزرگیاں جمع ہین - لیکن ان دونون کی تکمیل مداومت سے ہوتی ہے -

اور مداومت کا اہتمام بلا کسی ایسے سبب اور امداد کی موافقت کے نہین ہوتا ۔ جو ترغیب و تحریص کی زیادتی کا محرک رہے ۔ جب حق تعالیٰ نے آپ پر ایسے فرزندِ نجیب کے ذریعے انعام و احسان فرمایا ہے ۔ تو آپ کو چاہیئے ۔ کہ اسکی بدولت آخرت کا ذخیرہ اور تقرب الٰہی کا وسیلہ حاصل کرین ۔ اور اس فرزند کی عبادت الٰہی مین دلجمعی کے اسباب فراہم کرنے کی کوشش کرین ۔ تاکہ خدا طلبی کے راستہ کا دروازہ اس پر بند نہ ہو ۔ اور خدا طلبی کے راستہ کے وسائل حسب ذیل ہین :۔

(۱) حلال ذریعے سے روزی کمانا

(۲) اتنے مال پر قناعت کرنا ۔ جو حوائج ضروریہ کے لیے کافی ہو جاوے

(۳) دنیا داروں کے ساتھ اختلاط ۔ اور اُن کی چکنی چپڑی اور جھوٹی فضول باتون سے بالکل الگ تھلگ رہنا ۔ کیونکہ یہی شیطان کے شکار کرنے کے مواقع ہین ۔

اور خبر دار !! مالدارون اور دولتمندون اور بادشاہون کی ہمنشینی اور اُن کے ساتھ میل جول کرنے سے بہت بچتے رہو ۔ کیونکہ حدیث شریف مین ہے کہ :۔

ان الفقهاء امناء الله تعالیٰ مالم یدخلوا فی الدنیا فاذا دخلوا فیها فاتهموهم علی دینکم :۔	"بے شک فقہار خدا کے امانت دار ہین ۔ جب تک کہ وہ دنیا کے بکھیڑون مین نہ پھنسین ۔ پس جب وہ اُن مین اُلجھ گئے ۔ تب وہ دراز کار تاویلات سے تمہارے دین کو خراب کرین گے "

شیخ شیرازی رحمہ اللہ نے اِس مضمون کو کس نفاست سے ادا فرمایا ہے

وللہ درّہ ؎

ہر کہ ہست از فقیہ و پیر و مرید ۔۔۔ وز زبان آوران پاک نفس

چون بہ دنیا سے درت فرزند آید   بحق وی بہانہ بچو مگس

(دین ابراہیم نعی عنہ)

حق تعالیٰ ان اسباب کی بدولت آپ کی رہنمائی فرمائے۔ اور ان ابواب کو آپ پر آسان کر دے۔ پس فرزند نجیب کی خوش خصالی کا زیادہ خیال مد نظر رکھنا چاہیئے۔ تاکہ وہ والدین کے حق میں دعا کرتا رہے۔ کیونکہ لڑکے کی دعا اپنے والد کے حق میں دنیا اور آخرت کی زیادتی کا موجب ہے۔ اور نیز فرزند نجیب کی اس امر میں اقتدا کرنی چاہیئے۔ جو اس نے دنیا سے اپنے لیے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔ گو لڑکا باپ کے مقابلہ میں **فرع** ہے۔ مگر بعض اوقات اعمال خیر کی زیادتی کی وجہ سے بجائے **فرع** ہونے کے **اصل** قرار پاتا ہے۔ دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:-

یا ابت انی قد جاءنی من العلم ما لم یاتک فاتبعنی اھدک صراطا سویا

"ابا جان! مجھکو خدا کی طرف سے ایسی معلومات حاصل ہوئی ہے۔ جو آپ کو حاصل نہیں ہوئی۔ تو آپ میرے پیچھے ہو لیجئے۔ میں آپ کو دین کا سیدھا رستہ دکھا دونگا"

اور اس امر کی کوشش کرنی چاہیئے کہ قیامت کے دن لڑکے کی توقیر و عزت کی بدولت باپ کے گناہوں کی معافی عمل میں آسکے کیونکہ لڑکا باپ ہی کا لخت جگر ہوا کرتا ہے۔

اور بات تو یہ ہے کہ دنیا داروں کی بڑی حسرت آخرت میں یہ ہوگی کہ وہ اپنے خویش و اقارب اور دوست و احباب کی شفاعت پر بھروسہ کریں گے

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ :۔

فلیس لہ الیوم ھٰھنا حمیم ۰ || "تو آج یہاں اس کا کوئی بھی دوستدار نہیں "

میں اللہ سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ دنیا کو تمہاری آنکھ میں حقیر فرمائے۔ کیونکہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک حقیر و ذلیل ہی ہے۔ اور دین کی عظمت کو تمہاری منظور فرمائے۔ کیونکہ وہ خدا کے نزدیک نہایت وقیع اور باعظمت ہے۔ اور یہ کہ ہمیں اور تمہیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔ اور فردوس اعلیٰ اور اقدس کے باغوں میں تمہیں اتارے۔ انشاء اللہ تعالےٰ

والسلام ۰

+ امام صاحب کے اس نامہ عربیہ کے ذیل میں چند سطریں بزبان فارسی لکھی ہوئی ہیں۔ جو غالباً آپ کے برادر بزرگ امام احمد غزالی کی ہونگی۔ لیکن دو مقام اس میں ایک دوسرے کے متضاد معلوم ہوتے ہیں۔ اور باوجود چند مرتبہ فکر کرنے کے بھی حل نہیں ہو سکے۔ اس لیے وہ عبارت بجنسہٖ یہاں نقل کر دی جاتی ہے۔

" چنین شنیدم کہ قاضی مروان بدار السلام آمدہ بود۔ تا منشورے از دار الخلافت حاصل کند بتولیت قضا از جہت پدر خویش۔ و بخشمت حجۃ الاسلام توسل کردہ۔ در عہدے کہ وے مدرس بغداد بود۔ مگر حجۃ الاسلام بر وے ثنا گفتہ بود۔ و التماس کردہ تا قضا با وے دہند۔ رائے اشرف امامی نبوی چنان تقاضا عزیز کرد۔ کہ گفت۔ تا کسے را ندانیم بر حال و صفات وے مطلع نباشیم۔ قضا بوے ندہیم۔ اما بحکم التماس حجۃ الاسلام قضا بہ پدر وے دہیم کہ حاضر ست۔ قاضی مروان اشارت ادا کرد حق پدر را۔ و التماس کرد از حجۃ الاسلام تا شرح حال بہ پدر وے نویسد۔ حجۃ الاسلام گفت اگر حقیقت حال نویسم عزے

باب چہارم

ان نامہ جات مین جو فقہار اور ائمہ دین کے نام سے لکھے گئے ہین ۔

نامۂ اوّل

موسومہ خواجہ امام احمد عباسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی نے وصیت کی درخواست کی تو آپنے تمام وصیتون کے اصل اصول کو صرف دو کلمون مین جمع فرمایا ۔ یعنی ارشاد فرمایا ۔ کہ :۔

قل ربی اللہ ۔ ثم استقم ‖ "کہدے اللہ میرا رب ہے ۔ پھر اسپر جما رہ ۔"

واضح ہو کہ "ربی اللہ" کی حقیقت یہ ہے ۔ کہ اپنی نیستی کا خیال ملحوظ رکھے ۔ اور خدا کی ہستی کو اسپر غالب سمجھے ۔ اس کے بعد خدا کے سوا جو کچھ ہے ۔ سب کو نیست سمجھے ۔ تا خدا کی ہستی اسپر محدود ہو جاوے ۔ اور خدا کا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نمایند در دار الخلافہ ۔ لکن نامہ علی الاطلاق بنویسیم ۔ و معترض این معنی بکنم ۔ پس این نوشت و بوے فرستاد ۔ مکتوب الیہ چون نامہ بوے رسیدہ بود ۔ و بر حقیقت حال مطلع گشتہ ۔ گفتہ بود کہ خداے را شکر می کنم ۔ کہ قضا بمن نداد ند ۔ تا حجۃ الاسلام بمن این نہ نوشت "

مترجم عفی عنہ

وجود پوری طرح اُس کے ذہن نشین ہوجاوے - جس قدر اُس کا التفات غیرون سے زیادہ منقطع ہوتا جاویگا - اتنا ہی حق تعالیٰ کے وجود کے سیلئے زیادہ لائق ہوتا جایگا - یہان تک کہ اب یہ شخص خدا کے سوا کسی اور کو نہ دیکھے گا - اور اُس کا دل کسی اور شئے پر ہرگز اعتماد نہ کرے گا -

اب رہگیا "استقم" تو یاد رکھو - کہ استقامت کی تین اصلین ہین - ایک دل ہین - دوسری دل کی صفات و اخلاق ہین - اور تیسری اعضاء و جوارح ہین -

پس اعضاء و جوارح کی استقامت یہ ہی - کہ اُس کے تمام حرکات و سکنات سنتہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوجاوین - اور اخلاق مین استقامت یہ ہی - کہ خواہشات کا جوش اُس کے نفس مین باقی نہ رہے - اور جو کچھ رہے - وہ محض دین کے اشارے پر رہے - اور اس امر کی قوت پائے - کہ وہ اپنے ہاتھ پیر اور دیگر اعضاء کو بغیر فرمان الٰہی کے حرکت نہ دے - اور اس بات کا انتظار کرتا رہے - کہ جو خواہش اسکے دل مین پیدا ہو - پہلے عقل اُسکو تولے اور اُس کی مقدار اور وقت اور کیفیت کو سمجھ لے - کہ اُسکی بہتری کیا ہے - اور جب اسکا استقرار ہوجاوے - اور عقل اجازت دیدے - تب حسب ضرورت اُس خواہش کو برانگیختہ کرے -

دیکھو - خواہش نفسانی کی طبیعت اس قسم کی واقع ہوئی ہے - کہ جب کوئی مرغوب شئے اُسکے سامنے آتی ہے - تو وہ حیلہ کرنے لگتی ہے - اور یون کہتی ہے - کہ صرف اِس آرزو کے پورا ہوجانے کے بعد پھر وہ کوئی خواہش نہین کرے گی - اُس کا علاج یہی ہے - کہ اُس سے یون کہے - کہ ایکی دفعہ خاموش اور باادب رہ - دوسری بار اِسکی تلافی کردی جایگی -

اور جب دوسرا موقع پہونچے۔ تب بھی اسی طرح ٹال ٹول کر دے۔ اور پیہم ایسا ہی کرتا ہے۔

لیکن دل کی استقامت یہ ہے۔ کہ خدا کی یاد اس کا قرارگاہ بن جائے۔ اور اس امر کی نگہبانی کرتا رہے۔ بکہ برے خیالات آنے نہ پائیں خطور نکرنے پائیں۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو جائے۔ تو ان خیالات کا گزر آس دل ہی تک محدود رہے۔ خالص دل کے اندر نہ جنے پائیں۔ کیونکہ خالص دل ذکر الٰہی کے لیئے ہی سزاوار تر ہے۔ دوسری ضرورتیں ظاہری دل ہی تک آمد و رفت کرتی رہیں۔ اور اپنے پورے دل کو ذکر الٰہی کے سوا کسی اور دھن میں نہ لگائے۔ اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش ہو جائے۔ کہ کوئی بھاری لشکر سارے دل کو غصب کر بیٹھے۔ تو فوراً دل کو اُدھر سے ہٹا لے۔ اور ذکر الٰہی کی طرف مائل کر دے۔

واذکر ربک اذا نسیت | "اور اگر کبھی بھول جایا کرو تو اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کرو"

اور جب اکثر حالات میں ذکر الٰہی کا دل پر غلبہ رہیگا۔ تو وہ اکثر امور میں خواہشات پر غالب رہیگا۔ اور اس کے جملہ کاروبار سنتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوتے رہیں گے۔ شاذ و نادر ہی کوئی فروگذاشت ہو جائے گی۔ پس اس نوبت پر حسنات کا پلہ وزنی ہو جائے گا۔ اور عفو و نجات کا استحقاق اُسے حاصل ہو جائے گا۔ جبکہ وہ آفات کے ہجوم سے ہمیشہ سلامت رہے۔

والسلام

نامۂ دوم

جس کو امام حجۃ الاسلام نے ابو الحسن مسعود بن محمد بن غانم کے خط کے جواب مین تحریر فرمایا:—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہارا محبت نامہ جو مکارمِ دیرینہ اور تکثیر علم اور وفورِ فضل کو شامل۔ اور دلی اشتیاق کی سوزش کو تسلی دینے والا تھا پہونچا۔ چونکہ تمہارے خط۔ اور ظاہری ملاقات کو طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ اور دل کے اوراق تمہاری طرف نگران تھے۔ اس لئے ہمیشہ تمہاری یاد تازہ رہتی تھی۔ تم نے تحصیل علوم مین جتنی سر توڑ محنت کی۔ اور مصیبتین جھیل کر کامیابی حاصل کی۔ اُس سے بے حد مسرت ہوئی۔ مین نے تمہاری خداداد عقل وفراست سے جس امر کا اندازہ کیا تھا۔ اور تمہاری حسن عقیدت اور متانت و دیانت سے جس بات کو پہلے ہی تاڑ گیا تھا۔ اُس پر مجھے پورا بھروسہ تھا۔ کہ ہر حال مین تم استقامت کے پابند رہوگے۔ اور دینی کامون کے سوا لغو بات مین مستعد نہ ہوگے کیونکہ کامون کی ابتدا کو انتہا پر پہونچانا خصالِ خیر کی دلیل ہے۔ جب تم نے علوم **فقہ اور ادب** مین استقلالی درجہ حاصل کر لیا ہے۔ تو اب مدارجِ فضل پر ٹھہر جانا عاجزون اور پست ہمتون کا کام ہے۔ لہذا تم کو چاہیئے۔ کہ ایسے علوم کی طرف ترقی کرو۔ جو درجات علوم مین سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ اور فرض کفایہ سے فرض عین کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ سادر اُس علم سے۔ کہ جسکا تعلق دینی امور سے وابستہ ہے ایسے علم کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ کہ جسکا پورا تعلق آخرت سے ملحق ہے۔

اس کو بخوبی سمجھ لو - کہ مذہبی علم کا ماحصل جس کا چوتھائی حصہ عبادات سے متعلق ہے - بقیہ تین حصے عام لوگوں اور رسوم کے پابندوں کے لیے قوانین و قواعد ہیں - جبکہ وہ خواہشاتِ نفسانی اور جہالت اور لذائذ دنیوی کی وجہ سے باہمی نزاع میں مشغول ہوں - پس یہ علم اُس علم سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا - جس کا نتیجہ اسرار ربوبیت کی شناخت اور معرفت ہے -

یاد رکھو - کہ علمِ خلافی کا نتیجہ رجم ظنی یعنی عقلی تکّے لڑانا ہے - جو شخص کہ اجتہاد کے درجے کو پہونچتا ہے - اس سے اگر کسی سہو سے کام میں لغزش ہو جاتی ہے - تب بھی ایک چند ثواب سے خالی نہیں رہتا - ورنہ دو چند ثواب پاتا ہے - فان اخطاء فله اجر واحد - وان اصاب فله اجران - جس علم کا استعمال صواب و خطا کے مابین اس سے زیادہ نہ ہوگا - تو اس علم کو اُس علم سے کیا مناسبت ہوگی - جس کا استعمال خطا و ثواب میں ابدی سعادت اور دائمی شقاوت کا موجب ہو - اور یہ جوہر انسانی کے اسرار کی معرفت ہے - کہ اس کی شناخت کی جائے - کہ صفات مہلکہ کیا ہیں - اور منجیات و سعادت کیا کیا ہیں اور یہ وہ کیمیا ہے - کہ اگر کسی جوہر دل پر چمک جائے - تو اسکو اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین پر پہونچا دے -

وہ کون سی راہ ہے - کہ جس کا طے کرنا جوہر انسانی کو اس درجہ پر پہونچاتا ہے - اور اس راستے کے لیے زاد راہ کیا ہے؟ نیز اس راستے کی دشواریاں کیا کیا ہیں؟ اگر خدا کے فرشتے تمہاری رہنمائی کریں - اور اس علم سے ایک ذرا سا حصہ تمہیں مل جائے - تو دوسرے تمام علوم تمہاری نظر میں حقیر اور مختصر ہو جائیں گے - لیکن جب تک یہ ذائقہ نہ چکھو گے - تب تک

نہ سمجھوگے۔ ؎

مرغے کہ خبر ندارد از آبِ زلال

منقار درآبِ شور دارد ہمہ حال

یعنی:۔ جو پرندہ کہ آب شیرین کی لطافت سے ناواقف ہوگا۔ وہ بیچارہ عمر بھر کھاری پانی ہی پر لٹو ہوتا رہے گا۔

لہٰذا اُس یقین کے لحاظ سے جو تمہاری دانائی اور ذاتی جوہر سے مین نے معلوم کرلیا ہے۔ تم ضرور اُن علوم کی تحصیل کے قایل ہو۔ جو اسرار دین سے تعلق رکھتے ہین۔ بنا بران تنبیہاً یہ چند سطرین لکھدی گیئن۔

والسّلام

نامۂ سوم

جسکو امام صاحب نے عنایت و تیمار داری کے متعلق بلا کسی کے نامزد کیے ہوئے تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیھا الا ما کان للہ منھا۔

"دنیا اور جو کچھ دنیا مین ہے سب قابل نفرین ہے۔ مگر جو چیزین کہ حصول رضاے الٰہی کی معاون ہین (وہ البتہ لایق تحسین ہین۔)"

واضح ہو کہ جاہ و مراتب کی ترقی۔ اور مال و ثروت کی افزونی یہ سارے امور ہلاکت کے باعث اور شقاوت کے اسباب ہین۔ مگر جن ذرایع

سے کہ زاد آخرت کی تکمیل، اور ذخیرہ قیامت کی تیاری کی جائے۔ چنانچہ ایسے مال اور دولتمند کے حق میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

نعم المال الصالح للرجال الصالح || "مرد نیکو کار کا عمدہ مال اچھا ہے"

(دیکھو! اس حدیث کے مضمون کو عارف رومی نے کس خوبصورتی سے ادا فرمایا ہے۔ وللہ درہ ؎

مال راگر بہر دین باشد حمول || نعم مال الصالحین گفتہ رسولؐ

(اضافہ مترجم عفی عنہ)

اور سب سے زیادہ عمدہ ثواب، اور سب سے زیادہ پسندیدہ نیکی، اور سب سے زیادہ نیک جگہ پر اس کا استعمال وہ ہوگا کہ اہل علم اور دین دار اور پرہیزگاروں کی معقول طور پر امداد کی جائے۔

والسلام۔

نامۂ چہارم

جس کو امام صاحب نے "اخوانیات" یعنی بھائی چارہ کے معنی میں خواجہ عباس کو اُس زمانہ میں لکھا۔ جبکہ وہ خوارزم میں تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تم پر خدا کا سلام ہو! واضح ہو۔ کہ دینی اُخوت اور علمی قرابت دوسرے تمام وسائل سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔ اگرچہ بظاہر کسی قسم کا تعارف اور شناسائی نہ ہو۔ تب بھی باطنی تعارف زیادہ مؤکد اور دیرپا ہوا کرتا ہے۔

ولا رد ما حر جنود محبته وانظر الى القلوب لا الى القوالب ٥

یعنی اور روندنے پامال کرنے والی فوجیں ہیں اور عام وخاص کی نظریں دلوں ہی کی طرف ہوا کرتی ہیں۔ اجسام کی طرف نہیں ہوتیں"

جب سے آپ کی عالی ہمتی اور خوش اخلاقی کی کیفیت تفصیل سے سنی گئی۔ میرے دل میں بڑی تقویت اور مزید فرحت پیدا ہو گئی۔ جس کے ادائے شکر کے لئے "الحمد للہ" کہتا ہوں۔ کہ دنیا ابھی ایسے برگزیدہ نفوس سے خالی نہیں ہے جو **علوم شرع** اور **سیرت تصوف** اور **اقتدا بصحابہ کرام** کے جامع ہوں۔ کیونکہ ان ہر سہ ابواب میں سے صرف ایک پر قیام کرنا نادرات سے ہے۔ اور ان کل ابواب کو ملا جلا کر ان پر عمل پیرا رہنا نہایت پسندیدہ امر ہے۔ اور اگر اسی کے دوش بدوش آپ **رہنمائے خلق** کا بھی طریقہ اختیار فرماتے۔ اور لوگوں کو مرضیات الٰہی اور سعادت کی طرف بلاتے۔ تو **اقتدا بصحابہ کرام**۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی پوری تکمیل ہوتی

ومن احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین ٥

یعنی اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے۔ اور نیکوکار بھی ہو اور لوگوں سے کہے کہ میں بھی خدا کے فرمانبرداروں میں ہوں"

اسئال الله تعالى ان لا یحرمنا عن برکات انفاسه

یعنی میں حق تعالیٰ سے اس امر کی استدعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ایسے بزرگوار کے انفاس اور ان کی جملہ حرکات کی برکات سے محروم

وبرکاتہ | نہ فرمائے !!

۹

مسکین حسن میگوید ای دوست عشاق تو خوش | گو من از ایشان نیستم در کار ایشان کن مرا

والسّلامُ ۰

نامۂ پنجم

جس کو امام صاحب نے ابن العامل کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

سیدنا محمد اور آپ کی آل پاک اور جملہ متبعین پر خدا کی رحمت نازل ہو!

اے شیخ الامام پر حق تعالیٰ کا سلام اور اس کی رحمۃ و مہربانی اور برکات کا نزول ہو! اس با وقعت سردار کا مکرمت نامہ جو اقسام کی نوازش و عنایت پر مشتمل - اور تکثیر فضل اور وفور علم اور خلوص اعتقاد کو شامل تھا - اس کے ملاحظہ سے اعانت اور تقویت حاصل ہوئی -

میں خدائے برتر سے دعا کرتا ہوں - کہ وہ آپ کے جیسے لوگوں کی زمرۂ علما و فضلا میں زیادتی فرمائے! اور علمی دنیا میں شہرت اور نفع رسانی نصیب فرمائے! اس کو یاد رکھو - کہ جس علم و فضل کا نتیجہ رضائے الٰہی اور متابعت رسالت پناہی کے سوا کچھ اور ہوگا - وہ اس صاحب علم کے حق میں وبال جان ثابت ہوگا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

من ازداد علما ولم یزدد ھدی لم یزدد من اللہ تعالےٰ -	"وہ جس نے علمی ترقی حاصل کی - مگر عملی الکتاب میں پیچھے رہا تو وہ بجائے اسکے کہ خدا سے تقرب حاصل کرتا اس سے

الا بعداً ؎ | وہ بہی دور رہا" (افسوس!)

دیکھو! ہدایت اور رہنمائی کرنے والا وہی علم ہے۔ جو مخلوق سے خالق۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور تکبر سے تواضع۔ اور حرص سے زہد کی جانب۔ اور ریا سے اخلاص۔ اور شک سے یقین۔ اور آسودہ لوگوں کی فراخ عیشی سے پرہیزگاروں کی سیرۃ کی طرف بلائے۔ بہت سارے لوگ یہی سمجھے ہوئے ہین۔ کہ جو شخص تحصیل علم دین مین مشغول ہے۔ وہ راہ دین کا طے کرنے والا ہے۔ اس سمجھ پر افسوس اور تعجب ہوتا ہے۔ مسند مین صحیحین سے مروی ہے۔ کہ:۔

ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال من طلب علماً یبتغی بہ وجہ اللہ لینال بہ عرض الدنیا لم یجد عرف الجنۃ	"بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے خدا کی خوشنودی کے لیے علم حاصل کیا اور پھر اُس کے ذریعہ سے دنیا کمانے لگا۔ تو وہ جنت (مین تو داخل ہونا تو کجا۔ اُس) کی خوشبو بھی نہین سونگھ سکیگا"

اور فی الحقیقت اہل علم کو یہ مصیبت کافی ہے۔ کیونکہ علم وفضل کے اجتماع کا خطرہ مال و دولت کے خطرہ سے بڑہا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے کہ مال و دولت کا تعلق دنیا سے ہے۔ اور اُس سے دنیا طلبی کے اغراض پورے ہوتے ہین۔ لیکن علم دین کا تعلق دین سے ہے۔ جب اُس کو دنیا طلبی کا وسیلہ بنایا جایگا۔ تو یہ منجملہ کبائر کے ایک بڑا گناہ ہوگا۔ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ:۔

من طلب الدنیا باقبح ما یطلب بہ الدنیا کان لہ عند	"جو شخص اُس بُرے طریقے سے کہ جس سے دنیا حاصل کی جاتی ہے دین کی طلب شروع

ممن طلب الدنیا باحسن ما یطلب بہ الآخرة ؁

وہ اُس شخص سے زیادہ تر معافی کے قابل ہے جو اُس اچھے طریقے سے۔ کہ جس سے آخرت حاصل کی جاتی ہے۔ دنیا طلبی شروع کرے۔"

یاد رکھو! کہ دنیا کو تکمیل دین کے لیے پیدا کیا ہے۔ نہ کہ دین کو دنیا طلبی کے لیے لہٰذا دنیا تابع اور خادم ہے۔ اور دین مخدوم اور متبوع جس نے مخدوم کو خادم کا وسیلہ بنایا۔ اُس نے وضع الٰہی کو معکوس اور منکوس کر دیا۔ اس کو بھی سمجھ لو۔ کہ "وضع الٰہی" خود معکوس نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی صورت اور عمل کے لحاظ سے اس عالم میں سرنگون ہو جاتی ہے۔ لیکن ظاہری آنکھیں اُس کے انعکاس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ جب یہ آنکھیں بند ہو جائنگی۔ اور ایک دوسرا عالم نمودار ہوگا۔ جہاں حقائق و معانی کو ثیاب لباس سے برہنہ کر دینگے۔ اور جہاں صورت صفت کی تابع ہو جائیگی اور ہر شخص کو اُس صورت میں۔ کہ جس کے لایق وہ تھا۔ ظاہر کرینگے تب اصلی حقیقت کا انکشاف ہو جائیگا۔ چنانچہ حریص اور لالچی اپنے کو گدھے کی شکل پر دیکھے گا۔ اور متکبر و مغرور تیندوے کی شکل میں نمودار ہوگا۔ اور غصیلا شخص بھیڑئیے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور وہ شخص جس نے علم دین کو اپنے لیے دنیا طلبی کا ذریعہ بنایا ہے۔ افسوس کہ وہ اپنے تئیں اوندھا اور سرنگون دیکھیگا۔

اور فرشتے اُس سے یوں کہینگے۔ کہ:

فکشفنا عنک غطاءک

"جو پردہ تیری آنکھوں پر پڑا تھا۔ اب

فبصرك اليوم حديد ۝ ولو ترى اذ المجرمون ناكسوا رءوسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون ۝

ہم نے تیرے اُس پردے کو تجھ پر سے ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز معلوم ہوتی ہے"

"اور اے پیغمبر! کاش تم مجرمون کو دیکھو کہ قیامت مین حساب اعمال کے وقت اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے ہوئے کھڑے ہین۔ اور عرض کر رہے ہین۔ کہ اے ہمارے پروردگار! اب ہماری آنکھین اور ہمارے کان کُھلے۔ تو ہم کو ایک بار پھر دنیا مین بھیج۔ کہ ہم نیک عمل کرین۔ اور اب ہم کو عاقبت کا پورا پورا یقین ہے"

تب اُن سے جواباً کہا جاوے گا۔ کہ:۔

اولم نعمركم ما يتذكر فيه من تذكر وجاءكم النذير فذوقوا فما للظالمين من نصير ۝

"کیا ہم نے تم کو اتنی عمرین نہین دی تھین کہ جس کو سوچنا منظور ہوتا۔ وہ اتنی عمر مین اچھی خاصی طرح سوچ سمجھ لیتا۔ اور اس کے علاوہ تمھارے پاس ہمارے عذاب سے ڈرانے والا رسول بھی پہونچا۔ تو اب اپنے کئے کے مزے چکھو۔ کہ نافرمان لوگون کا یہان کوئی مددگار نہین"

"پس تمام علما کے لئے یہ بہت بھاری مصیبت ہے۔

واضح ہو۔ کہ علمائے دین تین قسم پر ہین۔ جن مین سے ایک جماعت تو اس مذکورہ مصیبت سے بالکل غافل اور بے خبر ہے اور علماء کے نام سے ان کی

شہرت محض مجازی طور پر ہے۔

اولٰئک ھم الغٰفلون ٥ | "یہی پرلے درجے کے غافل ہیں۔پس

لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الخٰسرون ٥ | ضرور آخرت میں بھی یہی لوگ گھاٹے میں رہینگے"

اور ایک جماعت وہ ہے۔جو اس مصیبت کا ماتم کر رہی ہے۔مگر اُسے ہنوز نجات نہین ملی۔ایسے علمار بھی ہمارے زمانے مین کمیاب ہین۔اور ایک گروہ اِن سے خاص ہے۔

والسّٰبقون السّٰبقون | "اور یہی وہ ہین جو سب سے آگے سامنے بیٹھائے گئے ہین۔سو یہ آگے ہی بٹھانے کے قابل ہین۔کہ یہ بارگاہ

اولٰئک المقربون ٥ | خداوندی کے مقرب ہین"

اور اُن آنکھون کے لیے خوشی ہے۔جنھون نے ان مقدس حضرات کو دیکھا۔یا اُن لوگون کو دیکھا۔جو اِن بزرگون کی ملازمت سے مشرف ہوے تھے۔اے کاش! کیا اچھا ہوتا! کہ ہم اُن کی ملاقات سے اپنی آنکھون کو سرمگین بناتے!! ؎

اے کاش! کہ دربانِ سگان تو شوم گر
ان بخت ندارم کہ سگ کوے تو گردم

ثم اورثنا الکتٰب الذین | "پھر ہم نے اپنے بندون مین سے

اصطفینا من عبادنا ج | اُن لوگون کو اس کتاب کا وارث ٹھیرایا

فمنھم ظالم لنفسہ ج | جن کو ہم نے اہل سمجھکر اُسکی خدمت کے

ومنھم مقتصد ج ومنھم | لیے منتخب فرمایا۔پھر اُن مین سے بعض تو ایسے ہین کہ عمل نہ کرکے اپنی جانون پر ستم

سابق بالخیرات باذن اللہ ط ذلک ھوالفضل الکبیر ٥

کر رہے ہین - اور بعض اُن مین بیچ کی چال چلے جاتے ہین - اور بعض اُنمین سے ایسے بھی ہین - جو خدا کے حکم سے نیکیون مین اورون سے آگے بڑھے ہوے ہین یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے ؎

اب مین خداے بزرگ سے یہ دعا کرتا ہون - کہ وہ ہمین اور تمھین اپنے مخلص بندون مین شامل فرمائے - اور یہ کہ ہم اُسکی جود و سخا اور فضل و کرم کی بدولت کل جہان والون کے غرور سے پناہ مانگتے ہین -

والسلام

نامۂ ششم

جس کو امام صاحب نے اپنے کسی دوست کے نام اس امر کے متعلق تحریر فرمایا - کہ وہ اپنے کسی عزیز کو تحصیل علم کے لیے چھوڑ دیں اور اس نیک کام مین اُس کے مانع اور سد راہ نہ بنین ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس امر کا تعین فرما دیا ہے - کہ طالبان سعادت علم و تقوی کے ذریعے سے بزرگ اور باعزت ہون - دیکھو ہزار ہا نفوس مین بہت ہی کم ایسے لوگ ہوتے ہین - جو دنیوی کاروبار چھوڑ کر تحصیل علوم کی طرف توجہ کرتے ہین - اور پھر ان علما مین ایسون کا شمار بہت ہی کم ہے - جن کی فہم و دانائی علوم کے نکات اور باریکیون کے سمجھنے کے لئے تیار ہوتی ہے - اور پھر ان مین بھی قدر قلیل ایسے ہوتے ہین - جن کی اخلاقی

حالت اسکی مقتضی نہین ہوتی - کہ اُن کا علم - جمعِ دنیا کی حرص کا آلہ - اور حکام دنیویہ کی طلب کا ذریعہ بنے - یہان تک کہ وہ علم و عمل کو یکجا کر کے اتقا اور پرہیزگاری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہین - اور خلایق کی رہنمائی کے لائق ہوتے ہین - یہی وہ مبارک گروہ ہے جس کے بارے مین حق تعالیٰ نے یون ارشاد فرمایا ہے - کہ :-

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بايتنا يوقنون ٥	"اور ہم نے انہین سے دین کے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگون کو ہدایت کیا کرتے تھے - اور یہ منصب امامت اُن کو اُس وقت ملا - جبکہ وہ لوگون کی ایذاؤن پر صبر کیے بیٹھے رہے - اور اسکے علاوہ ہماری آیتون کا یقین بھی رکھتے رکھتے تھے"

۲ وہ علما جن کی شان مین یہ وارد ہوا - کہ :-

واتل عليهم نبا الذي اتينه اياتنا فانسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغوين ٥	"اور اے پیغمبر! ان لوگون کو اُس شخص کا حال پڑھکر سناؤ - جسکو ہم نے اپنی کرامتین دی تھین - پھر اُس سے وہ کینچلی اُتار دی تو شیطان اُس کے پیچھے لگا اور اسکو بہکایا تو وہ گمراہون مین جا ملا"

لہذا یہ گنتی کے لوگ ہین - جن کی زیرکی و دانائی علمی کمال کا استعداد اور ان کی فطرت قبولِ تقوے کی صلاحیت رکھتی ہے - تقدیرِ الٰہی ایسی واقع

ہوئی ہے ۔ کہ ان لوگوں پر شیاطین مسلط کردیے گئے ہیں ۔ تاکہ دواعی پر دواعی اور حوادث کو برانگیختہ کریں ۔ اور جس طرح بن پڑے تکمیل سے پہلے ان کا راستہ کاٹ دیں ۔ چنانچہ من جملہ اُن مواقع کے کچھ تو قرابت و برادری کے تعلقات ہیں ۔ اور کچھ مال و دولت اور پیشہ و تجارت وغیرہ کے بکھیڑے اور کچھ باہمی ضد و عداوت کے جھیلے ۔ یہ سب خرابیاں اس راستہ کے طے کرنے میں شیطان کی طرف سے طالب علم کو آئے دن لاحق ہوا کرتی ہیں ۔

بہرحال فلاں شخص کی نسبت اس قسم کے تردداُت بہت کم ہیں ۔ اور وہ فطرتی طور پر علم اور تقوے کی تکمیل کی استعداد رکھتا ہے ۔ اگر آپ سے ہو سکے ۔ تو اس کے لیے حسب ضرورت فراغت و اطمینان کے اسباب مہیا فرما دیں ۔ تاکہ وہ کمال کی بلندی پر پہونچ جائے جس کا عمدہ نتیجہ دین و دنیا میں سب دیکھ لیں گے ۔ اور اگر ہر گھڑی اس کی واپسی کا تقاضا ہوا کریگا اور اسکے اطمینانی امور میں نقصان واقع ہو گا ۔ تو گویا آپ اپنی فرط شفقت سے عین بے شفقتی کے مرتکب ۔ اور اسکے حق میں قاطع راہ متصور ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ کہ :-

لا تکن عونا للشیطان علی اخیک	" اپنے بھائی کو نقصان پہونچانے میں شیطان کے مددگار مت بنو "

اور اگر تم یہ کہو گے ۔ کہ صلۂ رحمی کی طور پر چند روز کے لیئے اس کا رخصت لیکر وطن جانا اس سلسلہ کے انقطاع کا موجب نہ ہو گا ۔ تو اس کو خوب یاد رکھو ۔ کہ بہت سے لوگ اسی وجہ سے تحصیل علم سے باز رہ گئے ہیں ۔ کہ اسی تہیہ اور ارادہ سے چند روز کے لیے وطن جانے کا قصد کرتے ہیں

اور چونکہ مکان کی دہلیز علی العموم بلند ہوا کرتی ہے۔ اور وطن علائق وعوائق کا آستانہ بنا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ کام ادھورا چھوڑ کر کسی نہ کسی جھگڑے میں وہاں پہونچتے ہی پھنس جاتے ہیں۔ اور عرصہ کی۔ کی کرائی محنت ہ۔ یک لخت پانی پھر جاتا ہے۔ بنابراں جو کچھ کہ منشا نصیحت تھا کہدیا گیا۔

وکل میسر لما خلق له فطوبی لمن خلق للخیر والاعانة علیه ۞

"اور جو شخص جس کام کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ نسبتہ وہ کام اس کے لئے آسان سا ہو جاتا ہے پس اسکے لئے مسرت ہے جو بھلائی اور بھلے کاموں میں مدد دینے کیلئے پیدا کیا گیا"

والسلام

نامہ ہفتم

جس کو امام صاحب نے کسی کے حق میں عنایت و مہربانی کا برتاؤ کرنے۔ اور اس کی غمخواری کے متعلق قاضی امام سعید عماد الدین محمد کے نام تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منتظم اور باخبر لوگوں کے ذریعے سے جو اعتبار حاصل ہوتا ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ کافی ہے۔ اور شمول ایمان (کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہیں[1]) اور قربت علم کے لحاظ سے ہر ایک کی خوشی و غمی میں شرکت واجب ہے۔ اور جو امور کہ علمی حالات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ علمائے

---

[1] المؤمنون کنفس واحدۃ ۱۲

سلف کے اخلاق وعادات سے متعلق ہون گے۔ اور زاد آخرۃ۔ اور ذخیرۂ قیامت۔ اور اقتدار امت کے شایانِ شان ہون گے۔ سب لوگون کو ان امور سے خوش ہونا چاہیئے۔ اور مبارک باد دینا چاہیئے۔ اور جو چیزین۔ کہ ان کے مخالف ہون گی۔ اُن سے بڑی بھاری مصیبت کا سامنا ہوگا۔ تمام لوگون کو اس مصیبت کے غم مین شریک ہونا چاہیئے۔

چونکہ بے فائدہ خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھنا ایک قسم کا تصنع اور رسم ہے۔ اس لیئے بلا ضرورت مین اپنے قلم کی حفاظت رکھتا ہون حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ:۔

لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ط

"ان لوگون کی اکثر سرگوشیون مین نیکی کا تو نام نہین۔ مگر ہان خیرات یا کسی اور نیک کام یا لوگون مین ملاپ کی صلاح دے۔ یہ البتہ نیکی ہے"

چنانچہ اس صحیفہ مین مراسلت اور مکاتبت بھی ظاہر ظہور۔ یا چھپ چھپا کر انکشاف حالات کی مترادف ہے۔

لہذا تحریر ہذا کی غایت یہی ہے۔ کہ مین حامل ہذا کے حال کی تشریح کردون۔ جو زمرۂ فقہا مین کا ایک جیّد فاضل اور مرد میدان۔ اور فضل سے آراستہ ہے۔ جس نے کسی اہم ضرورت کی وجہ سے آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کا قصد کیا۔ اور آپ کی عنایت سے مستغنی نہین ہے جو کچھ آپ اس کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ فرمائینگے۔ وہ آپ کے مکارم و اشفاق اور فضل وحق رسی کے احترام مین۔ ثواب جزیل اور دعاے صالح اور شکر وثناء جانح کے مقابل ہوگا۔

نو مبر ۱۳ مقدم سلطانی عشہ

نامۂ ہشتم

جس کو امام صاحب نے علم آگاہی کے لیے کسی اپنے ایک دوست کے حق مین بر سبیلِ عنایت و شفقت تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ راہ دین کی سڑکین اور گھاٹیان اگرچہ بہت ساری ہین لیکن اُن سب کا ماحصل صرف دو ورقون سے زیادہ نہین ہے۔ ایک ورقِ معاملہ دوسرا ورقِ **معرفت**۔ اب یون سمجھو کہ معاملہ معرفت کا پیش خیمہ ہے۔ اور معاملہ کی ابتدا یہ ہے۔ کہ جائز وسائل سے قوت لایموت حاصل کیا جاے اور معاملہ کی انتہا کل کاروبار مین اخلاص کو مدِنظر رکھنا ہے اور جب بندہ اس درجہ کو پہونچ جاتا ہی۔ تو اُس پر ورقِ معرفت کی ابتدائی سطرین منکشف ہونے لگتی ہین۔ چنانچہ اس ورق کی پہلی سطر لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت ہے جو ایک خاص صنعت سے جلوہ گر ہونے لگتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ کہ :-

اول ما خط اللہ تعالےٰ فی الکتاب الاول لا الٰہ الا انا وسعت رحمتی غضبی ؕ	؎ حق تعالےٰ نے اپنے ید قدرت سے لوح محفوظ مین سب سے پہلے جو عبارت تحریر فرمائی۔ وہ یہ ہے۔ کہ :- ؎ ہمارے سوا کوئی معبود نہین ہے ہماری رحمت ہمارے غضب پر غالب ہوئی

۔ ورقِ معاملہ کا عنوان بھی اسی کلمہ طیبہ سے مزین ہے۔ لیکن عقیدہ ہونا چاہیئے۔ اور وہ بھی کسی صفت کے درجہ پر نہ پہونچا ہوا ہو۔ جب وہ کلمہ

کسی ایسی صفت سے ظاہر ہوگا۔ کہ دوسرے عقیدے تمام اسی اصل کے
توابع ہین تو یہ کلمہ لفظ پرستی کی قید سے باہر ہونا چاہیے گا۔ اور مغز چھلکے سے
ظاہر ہونے لگے گا۔ اور بات تو یہ ہے۔ کہ ورق معرفت سے متعلق جس قدر
ہوسکے۔ اختصار کو کام مین لانا ہی نہایت بہتر ہے۔ کیونکہ راستہ طے کرنیوالا جب
اس ورق کے کسی کلمہ پر پہونچا۔ تو اُس کی شرح سے مستغنی ہوگیا۔ اور جس نے
یہان تک رسائی نہین کی۔ تو اُس کے نزدیک اس کا انکار تعجبات سے ہوگا
تب بغرض ہدایت اس امر مین اُس سے گفتگو کرنا خصومت کا نتیجہ پیدا کریگا۔
لیکن "ورق معاملہ" مین جتنی زیادہ تشریح کی جائیگی۔ اُتنی ہی
زیادہ نافع اور مفید ثابت ہوگی۔ اور چونکہ ہم نے پہلے ہی کہدیا ہے کہ اس
ورق کا ابتدائی جملہ "لقمہ حلال" سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا طلب حلال کی
پرہیزگاری کی چار قسمین ہین:۔

"پہلی قسم" "ورع عدل" ہے جس کے انعدام وازالہ سے شہادت
وروایت اور حکم رانی مین مساوات اور میانہ روی نہین حاصل ہوسکتی اور
حرام وغیرہ مین سے جتنا علمائے شرع کے فتاوی مین حرام ہے۔ اُس
ورع کو باطل کردیتا ہے۔

"دوسری قسم" نیک لوگون کی ورع کا درجہ ہے
کہ اچھے لوگ شبہون کے موقعون سے پرہیز کرتے ہین۔ اگرچہ وہ بظاہر شرعاً
حرام نہ ہون۔ جیساکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی
سے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

استفت قلبک وان افتوک المفتون۔	"اگرچہ مفتی لوگ تمہین فتوی کیون نہ دیدین تاہم تم اپنے قلب سے بھی فتوی طلب کیا کرو"

اور یہ بھی فرمایا۔ کہ:۔

دع ما یریبك الی ما لا یریبك۔

"مشتبہ چیز کو چھوڑ کر صاف اور ستھری شے کی طرف توجہ کرو"۔

واضح ہو کہ۔ ایسی احتیاطین فضایل مین داخل ہین۔ فرائض سے نہین ہین۔

تیسری قسم ورعِ متقیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ کہ:۔

لا یکون المرء من المتقین حتی یدع ما لا باس به مخافة ما به باس۔

"انسان پرہیزگار نہین ہوتا۔ جب تک وہ شبہہ والی چیز کو اس خوف سے نہ چھوڑ دے کہ شاید اسمین ناجوازی کا کوئی اشتباہ ہو"۔

چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ **حضرت صدیق اکبر** رضی اللہ عنہ اپنے دہن مبارک مین کنکر رکھے رہتے تھے۔ تاکہ جائز باتین بھی کسی سے نکرین کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اثناء کلام مین ناجائز الفاظ بھی منھ سے نکل پڑین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک بار اپنی حرم محترم کی چادر مین مشک کی خوشبو آئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آپنے بیت المال مین داخل کرنے کے لیے جو مشک آیا تھا۔ اُسے اپنے دست مبارک سے وزن فرما کر اس چادر سے ہاتھ صاف کر لیے تھے۔ پس آپ نے اس چادر کو مٹی سے رگڑا۔ اور خوب دھویا۔ یہان تک کہ وہ خوشبو اس سے جاتی رہی گو یہ امر قابل مواخذہ نہ تھا۔ لیکن آپنے خوف فرمایا۔ کہ جب راستہ کھل جائیگا تو زیادتی کی طرف جرأت ہونے لگے گی۔

(دیکھو شیخ شیرازی رحمہ اللہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ واللہ درہ)

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبے — بر آورند غلامان او درخت از بیخ
بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد — زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

(اضافہ مترجم عفی عنہ)

چوتھی قسم ورع صدیقان ہے :- کہ وہ تمام جائز اور مباحات کو اپنے پر حرام کر لیتے ہین۔ مگر اسی حد تک جو خدا واسطے ہون۔

وھؤلاء قوم لا یاکلون الا للہ۔ ولا یشربون الا للہ۔ ولا ینطقون الا للہ۔ ولا یسکتون الا للہ۔

اور یہ وہ لوگ ہین۔ جو نہین کھاتے۔ مگر اللہ کے لیے۔ اور نہین پیتے مگر اللہ کے لئے اور بات چیت نہین کرتے۔ مگر اللہ کے لئے اور خاموش نہین رہتے۔ مگر اللہ کے لئے۔

(ع) گر من از ایشان نیستم در کار ایشان کن مرا

یہ مقدس حضرات طعام وغذا اس لئے تناول فرماتے ہین۔ کہ عبادت الٰہی کے لیئے قوت حاصل ہو۔ زوال سے پہلے تھوڑی دیر اس لیئے لیٹ رہتے ہین۔ کہ نماز تہجد مین سہولت پیدا ہو۔ اول شب مین محض اسی خیال سے سو رہتے ہین۔ کہ شب کے اخیر حصہ مین انھین صفائی حاصل ہو۔ اُن کی بات چیت خدا کی یاد۔ اور اُن کی خاموشی خدا کے آثار قدرت مین غور و فکر ہوتی ہے۔ اُن کی نظر عبرت۔ اور اُن کی چشم پوشی ہیبت اور حرمت ہوا کرتی ہے۔ نیز اُن کے تمام حالات اسی قبیل سے ہوا کرتے ہین۔

پس جن لوگون نے ورق معاملہ کے ملاحظہ کے بعد حلال و حرام کی واقفیت بہم پہونچائی۔ وہ تین مقامات مین اُتر آئے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ

سنے ارشاد فرمایا :-

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہٖ ومنھم مقتصدٌ ومنھم سابق بالخیرات باذن اللّٰہ ذلک ھو الفضل الکبیر ۝

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھیرایا جنکو ہم نے اہل سمجھ کر اس کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا - یعنی مسلمانوں کو - پھر ان میں سے بعض تو اس پر عمل نہ کرکے اپنی جانوں پر ستم کر رہے ہیں - اور بعض ان میں سے بیچ کی چال چلے جاتے ہیں - اور بعض اُن میں سے ایسے بھی ہیں - جو خدا کے حکم سے نیکیوں میں اوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں - یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے ؎

لہٰذا جن لوگوں نے ورع عدل کے درجہ پر قناعت کی وہ **مقتصدین** میں سے ہیں - اور جنھوں نے اس اقتصادی حالت کے ساتھ دغا کی - اور اس پر قائم رہنے سے باز رہے - تو یہ لوگ **ظالموں** میں سے ہیں - اور جن لوگوں نے اقتصادی حالت پر قیام نہ کرکے اس کے ماسوا اعلیٰ درجات پر ترقی کی تو یہ **سابقین** میں سے ہیں - اور جنہوں نے درجہ چہارم کے عالی مرتبہ کا قصد کیا - تو یہ **لوگ سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں** حالانکہ یہ درجہ اس **آخر زمانہ میں** یا تو نایاب ہے - یا عزیز و کمیاب لیکن امید رکھنی چاہیے - کہ جو لوگ ان زمانوں میں ورع عدل پر قیام کریں اور اُس کے شرائط بجا لائیں - تو اُنکو سابقین کا درجہ عنایت فرمایا جائیگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں - کہ :-

سيأتي على الناس زمان من تمسك بعشر ما انتم عليه نجا فقيل ولم ذلك؟ قال لانكم تجدون على الخير اعوانا ؀	(عنقریب لوگون پر ایک زمانہ آئے گا جس نے اُس زمانے مین اُس اسلامی طریقہ کے دسوین حصے پر کہ جس پر تم اب قائم ہو پابندی کی۔ تو اُس نے نجات پائی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ اتنی بھاری رعایت اس کے ساتھ کیون ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔ کہ تم اس وقت بھلے کام کرنے کے لیے مددگار پاتے ہوئے اور اس زمانہ مین نیک کامون مین امداد دینے والا کوئی نہ ہوگا)

پس اگر کوئی شخص یہ گمان کرے۔ کہ جس نے گنوارون۔ اور بازاریون کی داد و دہش پر قناعت کی۔ وہ زمرۂ سالقین مین سے ہے۔ اور جو عطیۂ سلطانی قبول کرے۔ وہ ہر حال مین ظالمون مین سے ہے۔ تو اُس شخص کا یہ گمان مبنی بر خطا ہوگا۔ بلکہ جیسا کہ بازاریون کا مال شبہات سے آلودہ اور اُس مین تفصیل ہے۔ ویسے ہی بادشاہون کا مال بھی تفصیل رکھتا ہے۔ چنانچہ اموال شاہی کی تین قسمین ہین ؀

ایک وہ مال - جو غصب اور جُرمانے کے طور پر لیا جائے۔ نیز اراضی کا وہ محصول۔ جو غیر متعلق شخص سے جبراً وصول کیا جائے کہ یہ خالص حرام ہے۔ اور ان اموال کا لینے والا۔ اگر اُن لوگون کو جن کا یہ مال ہے۔ واپس نہ کرے گا۔ تو اس کا شمار ظالمون مین ہوگا۔

دوسرا وہ مال جو ملکی محصول کہلاتا ہے۔ اس کا لینے والا مقتصدین سے ہے نہ ظالمون سے۔ اور اگر ملکی محصول مین کوئی شبہہ واقع ہو جائے۔

تو اس شبہ کی وجہ سے ورع سابقان فوت ہوگی۔ نہ ورع عدول و مقتصدان۔

تیسرا وہ مال جو مغصوب حرام ہے۔ اور اس کے مالک کا پتہ ندارد۔ تو اس کے متعلق شرعی فتوی یہ ہے۔ کہ اس قسم کا مال پادشاہون سے لیکر محتاجون کو تقسیم کر دینا اس سے زیادہ بہتر ہے۔ کہ پادشاہون کے قبض و تصرف مین رہے۔ اور وہ ظلم و فساد کا آلہ بنایئن۔ لیکن لینے والے کو چاہیے کہ وہ خود محتاج ہو۔ اور اپنی ضرورت سے زیادہ نہ لے۔ یا وہ خود آسودہ ہو۔ اور اس رقم کو اپنی ذاتی تصرف مین نہ لائے۔ بلکہ محتاج و مساکین کو پہونچائے۔ اور جو شخص اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے زیادہ نہ لے گا۔ وہ مقتصدین سے ہی۔ اور ظالم نہین ہے۔

اس تمام تمہید کے بعد واضح ہو۔ کہ فلان شخص جو ایک مدت تک ہماری خانقاہ مین مقیم۔ اور نہایت سنجیدہ اور خوش اخلاق تھا۔ اگر اس نے اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے **مدّ اوقاف و خیرات** اور شاہی خزانہ سے کچھ امداد طلب کی ہے۔ تو اولاً شرعی فتوے کو اس پر ظاہر کرنا چاہیے۔ اور زیادہ کاوش نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ محل رخصت پر اختصار فرمانا چاہیے۔ اور اس زمانہ مین ایسا شخص نہایت ہی عزیز ہے۔ جو باوجود کثرت عیال اور تنگدستی کے اپنے احوال و اعمال کو **احکام شرعیہ کی میزان مین** تلا کر رکھتا ہے۔ اس اہلبیت کا شخص اس زمانے مین اس قابل ہے۔ کہ اس کی خبرگیری اور نگہبانی کی جائے۔ اس کا ہرگز مستحق نہین ہے۔ کہ اس کو اپنی جگہ سے دور کیا جائے۔ اور اس پر انکار کیا جائے۔ چنانچہ ہمارا فلان اسلامی بھائی۔ اور فلان فلان دوسرے مشائخ بھی اسی لایق ہین کہ لگے

ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے - اور وہ عزت کی نظر سے دیکھے جائین - (حق تعالیٰ ایسے لوگون کی دین مین کثرت فرمائے !!) آپ کو چاہیئے - کہ اولاً اس حقیقت الحال کو اُس کے احوال سے اپنے طور پر مطابقت فرمالین بعدہ احسان و دلجوئی کے ساتھ اُس سے ملاقات کرین والسلام علے سید المرسلین ٥

اُن فصول و مواعظ مین - جن کا امام صاحب نے تقریراً و تحریراً باوقاتِ مختلف اظہار فرمایا ہے :-

فصلِ اوّل

اس تحریر و انشا مین - جس کو امام صاحب نے وعظ گوئی اور مناظرہ اور آفات علم (اور ان امور سے جو حظ نفس حاصل ہوتا ہے - اور اہل علم کو مناظرہ اور وعظ گوئی کی بدولت جو حق تعالیٰ کی ناراضی اور ابدی شقاوت شیطان لعین کے استدراج و استغوا سے نصیب ہوتی ہے - اُس کی کیفیت) پر مشتمل فرمایا ہے - اور نیز اِسی ضمن مین حق تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا بھی تذکرہ فرمایا ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم -

واضح ہو کہ - نصیحت کرنا - اور نصیحت کی درخواست کرنا - یہ دونون آسان ہین - البتہ نصیحت قبول کرنا - اور اُس پر کاربند ہونا - یہ بڑی ٹیڑھی

کٹھن اور کٹھن منزل ہے - خاصکر اُن لوگوں پر جو طلب علم - اور علمی فضیلت کی تحصیل میں مشغول ہیں - کیونکہ - ان لوگوں کا ظن غالب یہی ہے - کہ صرف تحصیل علم ہی اُن کی نجات کا وسیلہ ہوگا - چنانچہ عموماً یہ لوگ عمل سے بالکل مستغنی اور بے پرواہوا کرتے ہیں - حالانکہ زیادہ تر اسی کی حاجت ہے کیونکہ علم کی وجہ سے ان پر سختی کے ساتھ حجت قائم ہو جاتی ہے -

اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ عالم لم ینتفع بعلمہ

"سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ایسے عالم کو ہوگا - جو اپنے علم سے نفع نہ پا سکے"

دیکھو - شیخ شیرازی رحمہ اللہ اس مفہوم کو کس نفاست سے ادا فرماتے ہیں - وللہ درہ

بہ نزد دانشمند نا پرہیزگار	عالمے نادان پریشان روزگار
وین دو چشمش بود و در چہ افتاد	کان بنابینائی از رہ اوفتاد

(اضافہ مترجم عفی عنہ)

پس اگر تم اخروی سعادت چاہتے ہو - تو ایسا موقع نہ آنے دو - کہ علم تم پر حجت ہو جائے - لہذا حسب ذیل چار امور سے پوری طرح اجتناب اور پرہیز کرتے رہو -

اول یہ کہ مناظرہ مت کرو - کہ اس فن کے لئے مشقت اٹھانے اور اس کی قوت بہم پہنچانے سے طبیعت میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں حاصل ہوتا اور اسمیں بہت ساری آفتیں ہیں - لہذا اس کا گناہ اس کے فائدہ سے بڑھا ہوا ہے - اس لیے کہ مناظرہ بد اخلاقیوں کا منبع اور مخزن ہے - جیسے ریا حسد - اور فخر و مباہات وغیرہ - پس اگر کوئی چیز مشکل ہو - اور تمہیں اسکی

ضرورت ہو۔ کہ جو بات حق ہو۔ وہ سمجھ مین آجائے۔ تو اس نیت سے فن مناظرہ کی تکمیل جائز ہوگی۔ جسکی دو علامتین ہین:۔

(۱) تم اسمین کچھ فرق (امتیاز) نہ کر سکو۔ کہ امر حق تمہاری زبان سے ظاہر ہوتا ہے یا تمہارے مخالف سے۔

(۲) اس قسم کے مباحثہ کو خلوت مین طے کرنا تمہارے پسند خاطر ہو نہ علی الاعلان مجمع مین۔

دوم - یہ کہ وعظ گوئی مت کرو۔ اس کو اپنا پیشہ مت بناؤ۔ اور اس امر سے اندیشہ کرو۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ:۔

یا ابن مریم اعظ نفسک فان اتعظت فعظ الناس والا فاستحی منی ﴾	"اے فرزند مریم! تو اپنے نفس کو نصیحت دے پس جب تو نے اُسے نصیحت دی (اور وہ روبراہ ہو چکا) تب لوگون کو نصیحت کر۔ ورنہ مجھ سے شرما"۔

پس اگر خویش واقارب اور دوست واحباب کی بہبودی کے لیے اس امر مین مجبوراً مبتلا ہو جاؤ۔ تو دو چیزون سے بچتے رہو:۔

(۱) متکلفانہ فصاحت۔ اور لمبی چوڑی عبارتون۔ اور بکثرت قافیہ بندیون سے پرہیز کرتے رہو۔ کیونکہ تکلف کرنے والون کو حق تعالیٰ دشمن رکھتا ہے خاصکر قافیہ کا تکلف جب ایک سے آگے بڑھتا ہے۔ تو دل کی غفلت اور باطن کی خرابی کے لیے دلیل بن جاتا ہے۔ اس لیے۔ کہ وعظ گوئی کے معنی یہ ہین۔ کہ خوف آخرت کی مصیبت کی آگ دل مین بھڑکنے لگے۔ اور انسان کو بے قرار کردے۔ لہذا اس آگ کے جوش۔ اور اس مصیبت کے نتیجے کو

در وعظ ونصیحت کہتے ہیں اس کی مثال یون سمجھو ۔ کہ اگر دریا ۔ یا بارش
وغیرہ کا سیلاب کسی کے گھر کے دروازے پر پہونچے ۔ اور اُس کے اہل وعیال
اور مال ومتاع کو برباد کرنا شروع کردے ۔ اس وقت ایک منادی کرنے والا
شور مچانے لگے ۔ کہ بھاگو ۔ بھاگو ۔ لوٹ آگیا ۔ اس نازک وقت مین اُسکو
کسی قسم کی مقفیٰ اور مسجع عبارت نہ سوجھے گی ۔ یہی مثال لوگون کے سامنے
وعظ گوئی کی ہونی چاہیئے ۔

(۲) واعظ کی دلی خواہش یہ نہ ہونی چاہیئے ۔ کہ میری پھڑکے دار
تقریر اور خوش بیانی سے حاضرین مجلس نعرے لگائین ۔ اور وجد وحال
کرنے لگین ۔ اور مجلس مین شور برپا کرین ۔ تاکہ لوگ یہ کہین ۔ کہ خوب مجلس
گرم رہی ۔ کہ یہ بھی غفلت اور ریا کی دلیل ہے ۔

واعظ کو اس امر کا پورا خیال ولحاظ رکھنا چاہیئے ۔ کہ وہ حاضرین مجلس
کی اصلاح حالت مین حتی الوسع کوشش کرے ۔ یعنی اُن کو دنیا سے
آخرت کی طرف ۔ اور حرص سے زہد کی طرف ۔ اور غفلت سے بیداری کی
جانب متوجہ کرے ۔ چنانچہ بعد ختم وعظ جب لوگ برخاست کرین ۔ تو ان کے
باطنی اوصاف مین ضرور کچھ نہ کچھ انقلاب پیدا ہوجائے ۔ اور جن مرضیات
الٰہی مین کہ وہ سستی کرتے والے تھے ۔ اُن مین راغب ہونے لگین ۔ یا جن
گناہون پر کہ وہ دلیر تھے ۔ اب اُن سے لوٹ جائین ۔ اور تائب ہوجائین
وعظ اسی کا نام ہے ۔ ورنہ کہنے والے اور سننے والے سب پر وبال
کا باعث ہوگا ۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "شفاء العلیل"
مین آداب تذکیر وعظ گوئی کے متعلق ایک مستقل عنوان قائم فرمایا ہے جسکا

ضروری اقتباس مع الزوائد حسب ذیل ہے:۔

(۱) واعظ کا عاقل و بالغ اور متقی و پرہیزگار ہونا ضروری ہے۔ (پس کافر و فاسق اور بدعتی اور دیگر مذاہب باطلہ کے لوگ اس منصب کے اہل نہیں ہو سکتے۔) نیز واعظ کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ محدث اور مفسر ہو۔ حضرات صحابہ اور تابعین و تبع تابعین اور دیگر سلف صالح کے اخبار و سیرت سے حسب ضرورت واقف ہو۔ مناسب ہو۔ کہ واعظ فصیح البیان ہو۔ اس کا طرز بیان عام فہم ہو۔ واعظ کو وجیہ اور ذی مروت اور مہربان بھی ہونا چاہیئے۔ ہر وقت وعظ کہنے کے لیے آمادہ نہ ہوا کرے۔ بلکہ لوگوں کے اشتیاق کی حالت میں ہفتہ وار یا ماہوار یا دو چار روز کے فاصلہ سے۔ اور وہ بھی زیادہ طویل نہ ہوا کرے سع ازان پیش بس کن کہ گویند بس۔ کا لحاظ مدنظر رہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ نری خوش خبریوں ہی پر اکتفا نہ کرے۔ یا اپنے مضمون کو محض خوف و عذاب ہی پر محدود نہ رکھے بلکہ بمصداق سع چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ ست۔ دونوں امور کی رعایت کا خیال رہے نیز واعظ کو سخت گو بھی نہ ہونا چاہیئے۔ اور نام بنام کسی کی شکایت بھی نہ کرنی چاہیئے بلکہ اثناء وعظ میں اس کا مخاطبہ عام رہے۔ واعظ کے لیے یہ امر بھی ضروری ہے۔ کہ وہ ہر جائی اور رکابی مذہب نہ ہو۔ کہ جس محفل میں جائے۔ انھیں کی سی گانے لگے۔ صوفیانہ اعتبارات فاضلانہ اشارات اور شاعرانہ لطائف و نکات کا وعظ میں اظہار کرنا نہایت نامناسب ہے۔ موضوع روایتوں۔ اور جھوٹی حدیثوں اور بیہودہ قصوں کا تذکرہ نہ کرے صحابہ کرام نے قصہ خوانوں کو مارپیٹ کے مساجد سے نکلوا دیا تھا (من جملہ اُن کے چند قصے یہ ہیں:۔

(۱) شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (جوتے سمیت) عرش پر تشریف لیجانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمی نہ تھے۔ بلکہ آپ مادرزاد قاری اور منشی تھے عکاشہ رضی اللہ عنہ والی روایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ سے بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہوئے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی روایت - آنحضرت صلی اللہ علیہ کو شب معراج مین حضرت غوث الاعظم کے کندہا دینے کی روایت - اور ملک الموت سے زنبیل چھین لینے کی حکایت وغیرہ وغیرہ"

نیز واعظ اکو چاہیے کہ وہ نمازون اور دعاؤن وغیرہ کی ایسی فضیلت اور اسناد نہ بیان کرے جس کو اہل حدیث نے موضوعات مین شمار کیا ہو - جیسے یون کہنا - کہ ایک دوگانہ فلان فلان سورت کے ساتھ فلان روز یا شب مین پڑھنے سے تمام عمر کی قضا شدہ نماز دیگا عذاب دور ہوجاتا ہو (علی ہذا صلوۃ الرغائب وصلوۃ نصف شعبان ونماز غوثیہ ونماز ہادل ونماز معکوس ونماز عاشقین وغیرہ) (نماز قضاء عمری جو رمضان کے اخیر جمعہ مین پڑہی جاتی ہو - اسکی تردید مین علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ ردع الاخوان" کے نام سے تحریر فرمایا ہے - اسکو دیکھو) یا دعاے گنج العرش کی فضیلت کہ جو کوئی اسکو پڑہے اسکو سو ہزار شہیدون اور غازیون اور حاجیون اور عابدون وغیرہ کا ثواب ملتا ہے - دعاے عہدنامہ کی مروجہ اسناد - درود تاج مع اسناد دعاے سیفی اور دعاے قدح اور چہل اسماء کے متعلق ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہین کہ ان کی اسناد کے موضوع ومقدوح ہونے مین کلام نہین (دیکھو دیباچہ حزب الاعظم) یا خوف اس قسم کا دلانا - کہ جس نے بھنگ پی - اس نے گویا اپنی ماں سے کعبہ شریف مین فعل بد کیا - حق تعالی اس قسم کی بدتمیزیون اور بے احتیاطیون اور افترا پردازیون سے اپنی پناہ مین رکھے - از انجملہ قصہ کربلا اور وفات کی قصہ خوانی - اور اس کے سوا اور موسمون مین قصہ گوئی اور خطبہ خوانی کرنا (جیسے عشرہ محرم مین شہادت نامہ - ربیع الاول مین دوازدہ مجلس - ربیع الآخر مین یازدہ مجلس وغیرہ) اسواسطے کہ ایسے امور کا رواج قرون سابقہ مین نہ تھا انتہی ملخصاً"

ہمین اپنے اس موجودہ زمانے پر بھی فخر کرنا چاہیے کہ ہم مین اب بھی ایسے اکابر دین

سوجہ دہین جنھین قومی اصلاح وفلاح کے مقابلہ مین اپنی بدنامی کی مطلق پرواہ نہین ہے۔ اور وہ علی الاعلان اپنے آپ کو اس شعر کا مصداق ثابت کرنے کے لیے ہر وقت تیار اور مستعد رہتے ہین کہ ؎ گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان ؛ مانمی خواہیم ننگ و نام را
حضرت حکیم الامۃ مولانا التھانوی نے خود اپنا ایک واقعہ اثناء وعظ مین اسطرح بیان فرمایا۔ کہ:۔

"مین جودھپور گیا تھا۔ وہان وعظ ہوا۔ وعظ سے پہلے ایک صاحب نے میرے کان مین کہا کہ یہان بہت سے مفتری لوگ ہین۔ تم لوگون پر دو تہمتین لگاتے ہین۔ ایک تو یہ کہ تم لوگ وہابی ہو۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے (نعوذ باللہ) فضائل کے منکر ہو۔ اور دوسرے یہ کہ تم غیر مقلد ہو اس لئے مناسب یہ ہے۔ کہ وعظ مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور امام صاحب کے فضائل بیان کئے جائین تاکہ شبہات جاتے رہین۔ لیکن الحمد للہ کہ میری سمجھ مین آگیا۔ کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہم کو اچھا سمجھنے لگین۔ اس سے ان غریبون کا کیا فائدہ ہوا مین نے کہا۔ کہ وعظ طب ہے۔ طبیب دوا وہ تبلائے گا۔ جو مرض کے مناسب ہو۔ کہ اسمین مریض کی مصلحت ہے اگر کوئی طبیب اس بات مین بدنام ہو جائے۔ کہ یہ کڑوی دوا لکھتے ہین۔ تو اگر وہ اس عار کے دھونے کیواسطے حلوا لکھدے۔ جس کی مریض کو ضرورت نہ ہو۔ تو وہ طبیب نہین ہے کیونکہ اس نے اپنی مصلحت کو مریض کی مصلحت پر ترجیح دی۔ اس لیئے مین اسوقت فضائل نبوی اور فضائل امام کو بیان کرنے مین ان مخاطبین کی تو کوئی مصلحت نہین دیکھتا اس لیے اس کا بیان نکرونگا۔ کہ اسمین صرف میری مصلحت ہے۔ کہ میری بدنامی جاتی رہے بلکہ مین وہ امراض بیان کرونگا جو لوگون کے اندر ہین۔ کہ اس مین ان لوگون کی مصلحت تو ہے" انتہی بلفظہ الشریف (دیکھو دعوات عبدیت جلد ششم وعظ دوم صفحہ ۴۲و۴۳)

احقر مترجم کہتا ہے۔ کہ داعظین کو مولانا ممدوح کے اس طرز عمل سے سبق حاصل

کرنا چاہیئے مگر سے این سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۔

مولوی محمد اعزاز علی صاحب مدرس دار العلوم دیوبند کا ایک لطیف مضمون بعنوان "الاحادیث الموضوعہ" عرصہ سے رسائل "القاسم" میں شائع ہو رہا ہے جسکی تمہید کا جزوی اقتباس مناسبت مقام کے لحاظ سے یہان درج کیا جاتا ہے

"مولود کی مجالس مین جس کثرت اور جرات کے ساتھ من گھڑت روایتین اور بے اصل واقعات نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی مقدس ذات کی طرف منسوب کیے جاتے مین اُسکی نظیر دوسری جگہ بمشکل مل سکیگی ۔ اور یہی حال آج کل صورت جہال واعظین کا ہے ۔ کہ وہ جس وقت وعظ کے لیے کھڑے ہوتے ہین ۔ تو گویا وہ قیامت کے مواخذہ سے معافی کا پروانہ حاصل کر چکے ہوتے ہین ۔ اسی لیے علاوہ اور صریح کذب وافترا کے سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتحیات کی ذات مطہرہ پر بھی ایسا افترا کرتے ہین ۔ کہ اُسکو سنکر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان سے نکل جاتا ہے ۔

مولود خوانون اور آج کل کے واعظین کی جماعت مین ایک معقول تعداد اُن جہال کی ہوتی ہے ۔ جو اُردو کی عبارت بھی صحیح نہین پڑھ سکتے ۔ فارسی وعربی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے ۔ اور بیشتر حصہ اُن لوگون کا ہوتا ہے کہ جو اردو عبارت صحیح پڑھ لینے پر بجا فخر کر سکتے ہین لیکن ظاہر ہے ۔ کہ یہ دونون جماعتین ہرگز اس قابل نہین ۔ کہ حدیث کی روایت کر سکین ہان اس جماعت مین اِکا دُکا ایسے لوگ بھی نکل آتے ہین ۔ جو کہ علم کے مدعی علما کے لباس سے آراستہ مصری وشامی جبّون ۔ یا گیروے لانبے لانبے کرتون ۔ اور نیلے تہبندون زینت دہ منبر ہوتے ہین ۔ اسیطرح یہ ہو جاتا ہے کہ ان مین سے بعض کسی مدرسہ کی سند کو اپنی وجاہت بڑہانیکی غرض سے ساتھ ساتھ لیئے پھرتے ہین ۔ یہی لوگ ہین ۔ جو دین محمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے اِنہدام کے ذمہ دار اور شریعت اسلامیہ کی تخریب کے حقیقی مجرم ہین ۔ جب یہ علما صورت جہال تخت یا منبر پر بیٹھ کر اسی قسم کی لغویات

کو شاعرانہ حریت بیانی کا لباس پہنا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تو علماء ربانین کو انکا سنبھالنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔

جن حضرات کو خداوند عالم نے علم دین کا کچھ حصہ بھی عطا فرمایا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ موضوع حدیثوں کی روایت (حصول دنیا کی غرض سے ہو یا دینی محبت سے) کرنا ہی ناجائز اور حرام ہے ہاں اگر اس روایت کو بیان کرنے کے بعد تصریح کر دی جائے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ تو کچھ مضایقہ بھی نہیں۔

یاد رکھو۔ کہ ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کسی غلط واقعہ کا اپنی طبیعت سے گڑھ لینا یا جو بات آپ نے نہ فرمائی ہو اسکو آپ کی ذات مطہرہ کی طرف منسوب کر دینا مطلقاً حرام اور موجب عذاب نار ہے۔ چاہے ایسے دوست نما دشمن اسلام لوگوں کی نیت اس سے بھی کم درجہ نہ ہو کہ کسی ایسی چیز کو جو شریعت نبویہ میں فی الواقع حلال ہے کسی خود تراشیدہ عبارت کو حدیث کہکر حلال ثابت کیا جائے۔ یا کسی ایسے ہی حرام کو حرام ثابت کیا جائے۔ یا اس غرض سے سرور کائنات پر افترا کیا جائے۔ کہ فلاں امر خیر کی طرف لوگوں زمانہ کی توجہ ہو جسکو وہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ حدیث کا نام سنکر خواہ مخواہ رغبت پیدا ہوگی۔ یا لوگوں کو بعض سیآت میں مبتلا دیکھکر ڈرانے کی غرض سے یہ عبارت قائم کی جائے۔ جو ریگ کی عمارت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے۔ بلکہ یہی مضمون خود صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اگر آنکھیں اور قلب اپنا اپنا کام صحیح طور سے انجام دیتے ہوں۔ تو اُن ارشادات نبویہ کا پتہ لگ جانا کچھ بھی دشوار نہیں جن سے ہماری یہ التماس صراحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

اس گذارش کے بعد حضور کی مقدس ذات پر افترا کرنے والوں اور نادانوں کا یہ خیال بالکل ہی گیا گذرا ہو جاتا ہے۔ کہ امور خیر کی طرف لوگوں کو رغبت دلانے یا معاصی سے

ڈرانے کی غرض سے آپکی طرف سے کوئی بات خود تراش کر کہدینا جائز ہے۔ اسواسطے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے علاوہ اسکے اس صورت مین بجز نفع کے کچھ نقصان نہین۔ اور اسکو بھی اچھی طرح سے سمجھ لو۔ کہ جس طرح کسی ایسی بات کو حضور کی طرف منسوب کردینا۔ کہ جسکو آپ نے نہین فرمایا۔ یا کسی ایسے کام کو آپ کا کیا ہوا بتلانا۔ جس کو آپنے نہین کیا ہے۔ تمام کبیرہ گناہون مین بڑے درجہ کا گناہ ہے۔ اسی طرح کسی ایسی فضیلت یا مرتبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا کہ جسکا ثبوت آیات و احادیث صحیحہ سے نہ ہوا ہو۔ اسی درجہ کا گناہ ہی۔

موجودہ زمانے کے واعظین اور لکچرار اس مہلک مرض مین عام طور سے مبتلا ہین کہ جو کچھ چاہا آپکی طرف منسوب کردیا۔ اور خود ہی دل ہی خوش کرلیا۔ کہ چونکہ ہم نے حضور کی فضیلت کا اثبات کیا ہی۔ اسلیئے ہم کو ثواب آخرت حاصل ہو گیا۔ اور خدا کے ان بندون کو اس کا خیال بھی نہین آتا۔ کہ ان نبوی فضائل کے ہوتے ہوئے جن کا ثبوت احادیث معتبرہ صحیحہ سے ہو چکا ہی اسکی ضرورت ہی نہین۔ کہ خواہ مخواہ جھوٹ بولا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بے شبہہ اس قدر ہین کہ ان کا احاطہ کرلینا دشوار اور انکا شمار کرسکنا متعذر ہے۔ باوجود اسکے اس قسم کے لغویات سے کام لینے والا۔ اس شخص سے کم نہین۔ جو طیبات پر قادر ہونے کے باوجود خبائث کیطرف توجہ کرے ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان — بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی

علاقہ بنگال کے ایک جلیل القدر مشہور واعظ صاحب نے اثناء وعظ مین نہایت شائستہ اور موثر الفاظ مین یہ بیان کرنا شروع کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حروف کو مخارج سے ادا نکرسکتے تھے۔ اذان مین ہمیشہ اشہد کی جگہ اسہد کہا کرتے تھے۔ جنکی شکایت دربار نبوی تک پہونچی۔ آپنے کسی دوسرے صحابی کو اذان کے لیے مامور فرمایا۔ چنانچہ عصر کے وقت انہون نے اذان کہی۔ اور نماز عصر جماعت سے ادا کی گئی

اصفرار شمس سے کچھ قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام دربار نبوی مین حاضر ہوئے - اور عرض کیا - کہ یا رسول اللہ! عصر کا وقت مکروہ ہونے کے قریب ہو نچا - اور آپ کے یہان اب تک نماز نہین ہوئی اسکی کیا وجہ ہے ؟ حضور نے فرمایا کہ بہت دیر ہوئی کہ نماز ہو چکی - حضرت جبرئیل نے عرض کیا - کہ یا رسول اللہ جسوقت مسجد نبوی مین اذان کہی جاتی تھی - عالم ملکوت مین آواز پہونچا کرتی تھی - اسی اذان پر سارے ملائکہ نماز پڑھا کرتے تھے - آج ہم تک آواز کیون نہین پہونچی ؟ آپ نے فرمایا - کہ اب تک اذان بلال کے متعلق تھی - آج سے بوجہ اُن کے غلط تلفظ کے یہ خدمت دوسرے کو مل گئی ہے - حضرت جبرئیل یہ سنکر تشریف لے گئے - اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر عرض کیا - کہ پروردگار عالم فرماتا ہے - کہ "بلال کا (س) مجھکو دوسرون کے (ش) سے بدرجہا زیادہ محبوب ہے" چنانچہ اذان کی خدمت پھر بلال کے سپرد کی گئی - اور آخر وقت تک اُنھین کے متعلق رہی" - نشان دیے ہوئے الفاظ کو جسوقت واعظ صاحب نے بیان کیا ہے - اس وقت مجمع پر ایک عجیب حالت طاری تھی کسی جانب سے تکبیر کی آوازین بلند ہو رہی تھین - اور کسی جانب سے تسبیح کی - کوئی رو رہا تھا - کوئی ہنستا تھا"

اب سنو حضرت شیخ ملا علی قاری اپنی موضوعات مین اسکی نسبت یون فرماتے ہین - کہ :-

ان بلالا کان یبدل الشین سینًا - قال المزی فیما نقلہ عنہ البرہان السفاقسی انہ اشتھر علی السنۃ العوام ولم نرہ فی شئ من الکتب -	"بلال (رضی اللہ عنہ) شین کی بجائے (س) پڑھا کرتے تھے - برہان سفاقسی نے امام مزی سے نقل کیا ہے کہ یہ قول عوام کی زبان پر مشہور ہے - مگر ہم نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا"

جب تیتن کی بجائے بیتن پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے تو اس کے بعد کے لغویات تو ہرزہ سرائی سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ (دیکھو رسائل القاسم دیوبند نمبر ۲و ۳ جلد ۷) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ فتاوی عالمگیری کی تعریف فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ خزانۃ الروایات اور خزانۃ المفتیین وغیرہ کتابیں مختلف روایات کی بکثرت معدن ہیں۔ والی اللہ المشتکی وہو المستعان۔ (دیکھو فتاوی عزیزی ج ۲۔ صـــــ)

عام واعظین کی ان فضولیات اور لغویات کی وجہ سے علمائے ربانیین نے اس طرف بھی اشارہ فرمادیا ہے۔ کہ بلا دریافت وتحقیقات اور بغیر اطمینان کئے **عوام کو ہر کسی کے وعظ میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔**

دیکھو **مولانا جامی** قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے واعظین اور قصہ خوانوں کی شکایت کس دردناک لہجہ سے بارگاہ نبوی میں فرماتے ہیں ؎

اے بسرا پردہ یثرب بخواب	خیز کہ شد مشرق ومغرب خراب
تو بدہ از سرکشی ایام را	باز خراں نا خوشی اسلام را
واعظ پر گو کہ بہ پستی ست بند	پایۂ خود کردہ ز منبر بلند
چون نہ بزرگست ز شرعش سخن	منبر او بر سر او خورد کن
بدعتیان نزار رہ سنت نمائے	عزلتیان را در عزلت کشائے
ظلمت بدعت ہمہ عالم گرفت	بلکہ جہان جامۂ ماتم گرفت
کاسش فنند زاوج عروجت جرع	باز کنند نور تمالت طلوع
دیدۂ عالم بہ تو روشن شود	گلخن گیتی بہ تو گلشن شود

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب وصلی اللہ علی محمد والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۱۲ احقر مترجم عفی عنہ

سوم - یہ کہ کسی بادشاہ کو سلام مت کرو - اور ہرگز اُن کے ساتھ مخالطت مت کرو کیونکہ شاہی اختلاط ومجالست کا فتنہ بڑا ہی خطرناک ہوا کرتا ہے - اور چاروناچار اگر کوئی اس بلا مین پھنس جاے - تو اُس کو لازم ہے - کہ بادشاہون کی تعریف وتوصیف اُن کی باقی ماندہ زندگی کے متعلق کیا کرے (یعنی یون ثنا خوان ہو - کہ ہمین ملازمان والا سے ایسی امید رکھنی چاہیئے - کہ جہان پناہ ایسے ایسے عمدہ اور نمایان کارہاے خیر کا انتظام فرمائینگے جس سے مدتون اسلام کو تقویت اور مخلوق خدا کو آرام وآسایش پہونچتی رہیگی - وغیرہ وغیرہ +

فان الله تعالیٰ یغضب اذا مدح الفاسق ومن دعا لظالم بطول البقاء فقد احب ان یعصی الله فی الارض

جب کوئی شخص کسی فاسق کی تعریف کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُسپر غضبناک ہوتا ہے - اور جس نے کسی ظالم کے حق مین اُسکی درازی عمر کی دعا کی تو گویا اُس نے اس امر کو پسند کیا - کہ وہ ظالم (مدتون) زمین پر خدا کی نافرمانی کرتا رہے (اعاذنا الله منہ)

چہارم - یہ کہ بادشاہ سے کسی چیز کا سوال مت کرو - اگرچہ وہ ملال و

+ امام صاحب کیمیاے سعادت مین تحریر فرماتے ہین - کہ بادشاہ کے لئے بجز اس دعا کے اور کوئی دعا جائز نہین ہے یعنی یون کہے - کہ :-

اصلحک الله - ووفقک الله للخیرات - وطول الله عمرک فی طاعتہ

(ترجمہ) حق تعالیٰ تمہین نیکوکار بنائے - اور الله تمہین بھلائیون کی توفیق عنایت فرمائے اور اپنی عبادت کیلیے حق تعالیٰ تمھاری عمر دراز کرے "

کیمیاے سعادت رکن دوم اصل چہارم کا چوتھا باب بغور ملاحظہ کرو ۱۲ مترجم عفی عنہ -

جائز ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اُن کے مال وجاہ میں طمع کرنا اکثر فساد دین کا باعث ہوا کرتا ہے۔ لہسا اوقات اس جاہ مرتبہ کی وجہ سے نفاق اور ظلم وغیرہ کی رعایت کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ سب انسان کی ہلاکت کے اسباب ہیں۔ اور یہ چار خطرناک امور ہیں۔ جن سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کرنے کے لائق کام نہیں ہیں۔ اور جو امور کرنے کے قابل ہیں۔ اُن کے چار اصول ہیں۔ اُنکی اتباع کرنی چاہیئے۔

(۱) جو معاملہ کہ تمہارے اور مخلوق کے مابین واقع ہو۔ اس میں وہ طریقہ اختیار کرو۔ کہ اگر وہی سلوک دوسرا کوئی تمھارے ساتھ کرے۔ تو تم اُس کو اپنے حق میں جائز اور پسند کر سکو۔

لا یکمل ایمان عبد حتی یحب لسائر الناس ما یحب لنفسه	بندے کا ایمان تکمیل نہیں پاتا۔ جب تک کہ وہ تمام لوگوں کے حق میں اُس چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے

(۲) جو معاملہ کہ تمہارے اور حق جل وعلی کے مابین واقع ہو۔ اس کو اِس خوش اسلوبی سے انجام دو۔ کہ اگر اور کوئی خدا کا بندہ خدا کی جناب میں وہی کام کرے۔ تو خداوند کریم اسکو پسند فرمائے۔ اور جو چیز کہ تم اپنے غلام سے اپنے حق میں پسند نہیں کرتے ہو (اور فی الحقیقت وہ تمھارا غلام بھی نہیں ہے) تو اپنی ذات سے حق تعالی کی بندگی میں اُس کو پسند مت کرو۔

(۳) جب تم کسی علم کی تحصیل وتکمیل میں مشغول ہو۔ تو ایسے علم کا شغل اختیار کرو۔ کہ اگر تمہیں اس کا علم ہوجائے۔ کہ آیندہ ہفتہ میں تمہارا اِس جہان سے انتقال ہوجائے گا۔ تو یہ علم وہاں تمہارے لیے کارآمد

ثابت ہوگا - تو یہ نہ علم عروض ہے نہ انشا - نہ علم اختلاف مذاہب اصول
نہ کلام وغیرہ - جس شخص نے یہ سمجھ لیا - کہ آیندہ ہفتہ مین اسکی موت واقع
ہوگی - تب اگر من جانب اللہ اُس کو توفیق نصیب ہوجاے - تو اُسکو
مراقبۂ دل اور صفات الٰہی کی معرفت کے سوا کسی اور کسی علم کی تکمیل مین
مشغول ہونا چاہیے - تاکہ یہ امور اُس کو علائق دنیا - اور جو علاقہ کہ خدا کے
سوا ہے - اُس سے پاک وصاف کردین - اور خدا کی محبت - اور جو صفات
کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہین - اُن سے آراستہ بنادین - اِس کو
یون سمجھو - کہ اگر کسی کو یہ خبر دی جاے - کہ اس ہفتہ مین بادشاہ اسلام
تمھاری ملاقات وسلام کے لیے تشریف فرما ہوگا - تو یہ شخص کسی ایسے
کام مین مشغول نہ ہوگا - جو بادشاہ وقت کے ناگوار خاطر ہو - بلکہ اپنے
جسم ولباس - اور مکان کی ستھرائی وآراستگی مین مصروف رہیگا -

وان اللہ تعالیٰ لاینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم وانما ینظر الی قلوبکم ۔	”اور بیشک حق تعالیٰ تمھاری شکلون اور عملون کو نہین دیکھتا - بلکہ وہ تمھارے دلون پر نظر فرماتا ہے“

پس علم احوال دل کو ہماری کیمیا - یا احیاء - یا کیمیاء - یا جواہر قرآن
کے ربع مہلکات ومنجیات سے حاصل کرو - اور سمجھو - کہ یہی علم مہتم اور
فرض عین ہے - اور باقی علم یا تو فضیلت مین کسی پر غلبہ حاصل کرتا ہے
جیسا علم اختلاف مذاہب - یا غیر ضروری اور بیکار - جیسے علم عروض
وانشاء -

(۴) مال دنیا صرف اتنا ہی حاصل کرو - کہ جب تم آسانی
سے اُس جہان مین جانے لگو - تو وہ مال تمھین کفایت کرسکے - دنیا کی ہیچ

وذلك قدر الكاف له الذى ارتضاه رسول الله صلى الله عليه وسلم لاهل بيته اذ قال اللهم اجعل قوت آل محمد كفافا - وقال عليه الصلوٰة والسلام من اخذ من الدنيا فوق ما يكفيه اخذ جيفة وهو لا يشعر -

"اور یہ اسی قوت لایموت کی مقدار ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کے لیے پسند فرمایا چنانچہ آپ نے یہ دعا فرمائی - کہ - اے اللہ! تو محمد کے اہل وعیال کا خرچ حسب ضرورت فرما دے -!!

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ضرورت سے زیادہ دنیا طلبی شروع کی تو گویا اس نے ناواقفی کی حالت میں مردار سڑی ہوئی چیز ہاتھ میں لی"

فصل دوم

اس مضمون کو امام صاحب نے کسی کے حق میں فرمایا ہے - جس کو بدایۃ الہدایۃ[+] میں آن شرائط اور اوصاف کی حقیقت میں لکھا تھا - جو طالب علم کو چاہئیں - تاکہ وہ اس کی قابلیت پیدا کرے - کہ بدایۃ الہدایۃ پڑھ سکے -

+ امام صاحب نے اس نام کا ایک مختصر رسالہ عربی میں تصنیف فرمایا ہے - جس کا اردو ترجمہ بنام "نہایۃ السعادۃ" مولوی غلام احمد صاحب (منتظم کمشنری قرضہ ملاقہ سرکار نظام) نے اعلیٰ درجہ کی قابلیت سے فرما کر ۱۳۱۹ھ میں مطبع محبوب شاہی واقع حیدرآباد دکن میں طبع کرایا تھا - جس کے اجزا کی تھوڑی سی عبارت جس سے

(باقی صفحہ آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ - ہم نے اس کتاب مین جو کچھ لکھا ہے - وہ ہدایت کے ابتدائی مدارج ہین - نہ انتہائی - اور نشان ہدایت وہ ہے - کہ تم پاک نفس - اور

(بقیہ صفحہ ۲۲۲) رسالۂ مذکور کے کل مضامین پر اجمالی طور سے روشنی پڑتی ہے حسب ذیل ہے:
ویے المختصر یہان تک جن ابواب کا ذکر ہو چکا ہے - وہ بدایت ہدایت کے لئے کافی ہے اگر بالفرض کچھ باقی ہے - تو صرف یہی ہے - کہ ان کا تجربہ کیا جاے بدایت ہدایت کے متعلق گویا تین باتین بیان ہوئین ہین - آداب طاعات - ترک معاصی - مخالطت خلق ان تینون چیزون کے مجموعہ کو تقویٰ - دین کامل - زاد آخرت سے بھی تعبیر کرتے ہین - پس اگر ان امور کی طرف طبیعت کا میلان ہو - اور نفس مین ان کے حصول اور عمل کی جانب رغبت پائی جائے تو سمجھئے کہ جادۂ عبودیت ہے - امید ہے کہ خدا سے تعالیٰ ایمان کامل سے دل کو منور کر دے -

چونکہ اس کتاب مین بدایات و نہایات دونون باتون کا ذکر ہو چکا ہے - تو نہایت ہدایت کے بعد اسرار و غوامض اور علوم باطنہ اور مکاشفات کا مرتبہ - جس کا ذکر احیاء العلوم مین موجود ہے - اگر شوق ہو تو اُس کی طرف رجوع کرو - اور اگر صرف انہین اعمال و وظائف کا اختیار کرنا - جو اس کتاب مین مذکور ہوے ہین گران معلوم ہو اور تنفر پایا جائے - اور نیز یہ خیال پیدا ہو - کہ بھلا اس علم سے ہمین مناظرہ وغیرہ مین کیا مدد ملے گی - اور ابناء جنس پر کیا سرسائی ہو سکے گی - حصول تقرب بارگاہ سلاطین و مناصب عمدہ دنیا مین اس سے کیا تائید مل سکے گی - تو سمجھ لو کہ شیطان تمہین غارت کیا چاہتا ہے اور آخرت کی بھلائی سے محروم رکھنے کے درپئے ہے اور تمکو ایسے علوم کی ترغیب دیا چاہتا ہے - کہ جسکو تم اپنے خیال مین مفید سمجھتے ہو - مگر یقین جانو کہ وہ سرمایہ تباہی و بربادی کا ہے - اور نعیم دائم یعنی جوار رب العالمین سے باز رکھتے

(باقی [illegible])

یاک ہمت اور یک اندیشہ اور یک دیدار ہو جاؤ۔

"یک نفس" وہ شخص ہے۔ جو واقعات گذشتہ اور آیندہ میں اپنے دل کو متعلق نہ رکھے۔ اور اُسکو روز گذشتہ اور فردا سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ نہ امور گذشتہ پر اُسے تاسف ہو۔ اور نہ پیش آنے والے واقعات کی کوئی فکر و تدبیر کرے۔ بلکہ سوا اس ایک سانس کے جو فی الوقت نقد ہے۔ اور کسی چیز کی رعایت نہ کرے۔ کیونکہ گذشتہ واقعات یقینا نابود ہو چکے اور مستقبلات کے لیے بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اُن سے سابقہ نہ پڑے۔ پس یقینا جو کچھ ہے۔ وہ سوا اس ایک دم کے اور کچھ نہیں ہے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

غافل ز احتیاطِ نفس یک نفس مباش   شاید ہمیں نفس۔ نفسِ آخرین بود)

اور "یک ہمت" وہ شخص ہے۔ جس کا اس موجودہ دم میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی قبلہ اور مقصد نہ ہو۔ اور وہ اُسی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور اُس کے ذکر کو۔ بلکہ اُس کے شہود کو (نہیں نہیں) بلکہ اُس کے دیدار کو اپنے پہ لازم کرلے۔ اور ان سب کا ایک اور دوسرا درجہ ہی۔

اور "یک اندیشہ" وہ شخص ہے۔ جو اپنے کو نہایت ہی ہلکے بوجھ والا بنالے۔ تاکہ جو خیال کہ حق تعالیٰ کے سوا ہے۔ اور اُس کام کے سوا جس کا تعلق خدا سے ہی۔ ان سب کی اپنے قلب سے نفی کر دے۔

(بقیہ صفحہ ۲۲۳) کی تدبیر ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والحمد للہ اولاً و آخراً وظاہراً و باطناً۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم" ۱۲ مترجم عفی عنہ

الدنیا ملعونة ملعون ما فیها الا ذکر اللّٰہ وما والاہ۔

"دنیا - اور جو کچھ دنیا مین ہے - سب ملعون ہے - مگر خدا کی یاد - اور جو چیزین خدا کی یاد مین مدد دین" (وہ البتہ مقبول اور پسندیدہ ہین)

جو کچھ کہ خدا کے سوا ہے - وہ اسی معنی مین ہے -
اور "دیک دیدار" وہ ہے - کہ دنیا مین جو کچھ دیکھے - حق کو اُس کے ساتھ ہم دیکھے (ہمہ از دست) کیونکہ اپنے وجود مین حقیقتہً اُس کے سوا کچھ نہین ہے - ماسوا اُس کے جو کچھ موجودات ہین وہ سب "دنیست ہست نما" ہین - اور ان سب کے لیے ایک اور درجہ ہے -

ھم درجات عند اللّٰہ

"اور اللہ کے ہان لوگون کے الگ الگ درجے ہین"

جو شخص ان مذکورہ مدارج مین سے جس درجہ مین ہوگا - وہ ابتدائی ہدایت سے انتہائی ہدایت پر پہونچ جائیگا - والسلام

فصل سوم

اباحتیان زندیق کے بارہ مین - اور اُن کی گمراہیون کے بیان مین - اور یہ کہ شیطان نے اُن پر کس طرح غلبہ حاصل کیا - اور اسکی تفصیل - کہ یہ لوگ بدترین خلایق ہین -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - کہ میری امت کے (۷۳)

فرقے ہون گے - اور ان سب مین نجات پانے والا صرف ایک گروہ ہوگا - اور دوسرے سب کے سب ہلاک ہون گے - +

پس واضح ہو - کہ اس نا اتفاقی کا سبب یہ ہے - کہ دراصل امت مین تین گروہ ہوگئے ہین - بہترین - اور بدترین - اور میانہ - بہترین امت صوفیان باصفا ہین - جنہون نے اپنی تمام مرادون اور خواہشون کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دیا - اور بدترین فاسقان وہ ہین - جنہون نے ظلم کئے - شرابخواری کی - زنا کے مرتکب ہوے - شہوت نفسانی کی باگ چھوڑ دی اور مغرورانہ طور پر یون کہنے لگے - کہ خداے تعالی کریم و رحیم ہے - اور اس پر اعتماد کر بیٹھے - ان دونون مین میانہ درجہ کے لوگ وہ ہین جو عامۂ خلائق مین اہل صلاح کہلاتے ہین - پس ان تین قسمون مین سے ہر ایک قسم (۲۴) اقسام پر منقسم ہے - اور یہ سب باہم مل جل کر (۷۲) فریق ہوگئے ہین *

+ ستفترق امتی بثنتین وسبعین فرقة - الناجیة منها واحدة ۱۲ —

* ہ جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ   چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

علامہ جوزی رحمہ اللہ نے تلبیس ابلیس مین اس عنوان پر ایک مستقل باب اور اسمین متعدد فصلین قائم کرکے بہت ساری تفصیل کے ساتھ کئی صفحات مین اس مضمون کو ختم فرمایا ہے - جو قابل قدر اور لائق ملاحظہ ہے - یہان ملخصاً کچھ اشارہ کردیا جاتا ہے :-

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ یہودی تو (۷۱) یا (۷۲) فرقون مین متفرق ہوے تھے - اور اسی قدر نصاری بھی - اور میری امت (۷۳) فرقون مین متفرق ہوگی - ایک فریق کے سوا یہ سب فرقے فی النار ہین -

(بقیہ صفحہ ۲۲۶) اصحاب رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس نجات والے فرقہ کی کیا ملت ہوگی۔ فرمایا کہ وہ فرقہ اسی بات پر ہوگا۔ جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں۔ اگر پوچھا جائے۔ کہ بھلا اس امت کے یہ گمراہ فرقے جنکی خبر حدیث میں دیگئی ہے۔ ہماری پہچان میں بھی آگئے ہیں۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ اتنی بات تو ہم نے قطعی پہچان لی ہے۔ کہ امت میں پھوٹ پڑگئی۔ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم جس اتفاق وجماعت پر تھے اس جماعت سے پہلے پہل خارجیوں کے ٹکڑے پھوٹ کے علحدہ ہوگئے۔ پھر معتزلہ اور روافض وغیرہ کی ٹکڑیوں نے جماعت کو چھوڑکر اپنی ٹکڑی علحدہ کرلی۔ اور ہم کو ان پھوٹے ہوئے فرقوں کی اصلیں بھی پہچان پڑتی ہیں۔ بلکہ یہ بھی پہچان لیا گیا۔ کہ خود ہر فرقہ جو جماعت اعظم سے پھوٹ کر جدا ہوا تھا۔ خود اس کے پھٹ سے ٹکڑے ہوگئے۔ اگرچہ ہم کو ان سب فرقوں کے نام اور گمراہی کے مذہب الگ الگ تفصیل کے ساتھ معلوم نہ ہوں۔ اور دیکھو۔ کہ بدعتی فرقوں کی اصلوں میں سے مفصلہ ذیل ہم کو ظاہر میں معلوم ہوگئی ہیں "حروریہ۔ قدریہ جہمیہ۔ مرجیہ۔ رافضہ۔ جبریہ" یہ چھ ظاہر ہیں۔ اور بعض اہل علم نے کہا کہ بدعۃ ضلالت کی جڑ یہی چھ فرقے ہیں۔ اور ہر فرقہ کی ۱۲ شاخیں ہیں تو کل ۷۲ شاخیں ہوئیں۔ جو جماعت سے پھوٹ کر فرقہ فرقہ ہوگئے۔

باوجودیکہ ان گمراہ فرقوں کی اس کثرت سے شاخیں ہوگئیں۔ اور اہل سنت والجماعت صرف ایک فرقہ ہے۔ لیکن ہر زمانے اور ہر صدی میں ابتدا سے اسوقت تک یہ مبارک فرقہ بکثرت زائد رہتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ جب فرقہ سنت وجماعت دس حصہ مانا جائے۔ تو اس وقت میں یہ بہتر گمراہ فرقے ایک کروڑ بھی ہرگز نہ ہوئے۔ بلکہ اگر دعا کروڑ تو کجا شاید دس لاکھ ہوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہمیشہ بندگان حق اہل توحید سے متواتر پیدا جائے۔ کیونکہ جب تک فرقہ جماعۃ اس قدر زائد نہ ہو جب تک

اور ان اهتمام کی زیادتی کا سبب وہ تھا۔ کہ شیطان نے صوفیون پر جو کہ بہترین خلق اور معاصی وشہوات سے آلودہ نہ تھے۔ اُن پر حسد کیا۔ اور فاسقون کے بارہ مین بھی ازراہ حسد یون کہا۔ کہ اگرچہ یہ بدترین امت ہین۔ لیکن امید ہے۔ کہ یہ آیندہ چل کر اپنی اس رسوائی کو سمجھین۔ اور نقصان کی نظر سے اپنے تئین دیکھین۔ اور توبہ کرین۔ اور حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے۔ جیساکہ خود اُسی نے ارشاد فرمایا ہے:-

وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدی ۵

"اور جو شخص گناہون سے توبہ کرے۔ اور ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرے۔ اور پھر راہ راست پر قائم بھی رہے۔ تو ہم اُس کے گناہون کے بھی بڑے بخشنے والے ہین"

پس کوئی ایسا حیلہ تراشنا چاہیئے۔ تاکہ پاک لوگ (یعنی صوفیان باصفا) گناہون سے آلودہ اور ملوث ہوجائین۔ اور فاسقان ناپاک اندھے ہوجائین۔ تاکہ اپنی رسوائی اور آلودگی کو نہ دیکھ سکین۔ پس اُس نے ارادہ کیا کہ صوفیون اور فاسقون مین ایک ترکیب قایم کرے۔ چنانچہ صوفیون کو یون ورغلایا۔ کہ اب تم آرام سے چین کرو۔ اور بے فائدہ اپنے کو تکلیف مین نہ ڈالو۔ حق تعالیٰ کو تمھاری طاعت وعبادت کی کچھ حاجت نہین ہے۔ اور نہ تمھاری نافرمانی ومعصیت سے اُس کا کچھ نقصان ہوتا ہے۔ اور یہ کہ حق تعالیٰ رحیم وکریم اور آمرزگار ہے۔ اور تکالیف شرعیہ سے مقصود صرف عامۂ خلائق کا انضباط وانتظام ہے۔ تاکہ دنیا کے مال ومنال مین خصومت

(بقیہ صفحہ ۲۲۷) قطعی متواتر نہین رہ سکتا تھا۔ بلکہ دو تین صدی کے بعد ان بدعتیون کے بہت سے فرقے تو کالعدم ہوگئے۔" ۱۲ مترجم عفی عنہٗ

اور بدنظمی نہ کرنے لگین - اور طاعت وعبادت سے مقصود حق تعالیٰ کی قربت
ومعیت ہے اور یہ تقرب بیقین حاصل ہوچکا ہے - پس بنفس کو ستانا - اور
دنیا کے عیش و آرام سے دست برداری کرنا حماقت اور نادانی
کے سوا کیا ہو سکتا ہے - جب اس قسم کے خیالات اور وسوسے
اس گروہ کے قلب مین اثر پذیر ہونے لگے - اور ان کی طبیعتین
دنیوی شہوات کی طلب کے لیے معاون ہونے لگین - تب یہ سب
لوگ اس ارادہ مین راسخ اور مستحکم ہوکر معاصی اور ناجائز امور
مین مبتلا ہوگئے - اپنے اہل وعیال کو عام اجازت دیدی -
کہ جسکا جو جی چاہے - کیا کرے - باوجود ان سب بدعنوانیون
کے یہ لوگ صوفیانہ لباس سے آراستہ اور وزن دار باتین کیا
کرتے تھے - مگر انھون نے یہ نہ جانا - کہ حق تعالیٰ کریم ورحیم ہونیکے
علاوہ شدید العقاب بھی ہے - اور ان کا خدائی تقرب پیغمبرون کے درجہ
اور قربت سے زیادہ نہین ہے - حالانکہ تمام پیغمبرون نے طاعت وعبادت
سے کبھی ہاتھ نہین روکا - اور اس شبہ پر کبھی مغرور نہین ہوسے پس
جب شیطان نے اس درخت کو اچھی طرح ان کے دل مین نصب کردیا -
تب اس کام سے بخنت اور فارغ ہوگیا - اور سمجھ لیا - کہ اس کے بعد اب
یہ روبرالانہ ہونگے - اور قابل علاج نہین رہین گے - اس لیے کہ اب
یہ لوگ دنیا بھر کی خواہشات کے اسیر اور پابند ہوچکے ہین - اور صوفیانہ لباس
مین زندگی بسر کرتے ہین - اور اپنے کو مقربان بارگاہ عزت سے سمجھتے ہین -
دیکھو - شیخ شیرازی رحمہ اللہ اسی کے متعلق کیا خوب فرماتے ہین - ؎

(بہ نزدیک من شب رو راہزن — بہ از فاسق پارسا پیرہن)

پس اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ لوگ بدترین خلق۔ اور بدترین امت اور مایوس العلاج ہین۔ اِن کے ساتھ مناظرہ کرنا۔ یا اِن کو نصیحت کرنا بالکل بے سود اور بیکار محض ہے۔ بلکہ اِن کا استیصال۔ اور ان کی بیخ کنی کرنی چاہیئے۔ اور اِن کی خونریزی کرنا واجب ہے۔ اس کے سوا اِن کی اصلاح کا اور کوئی طریقہ نہین ہے۔ +

یفعل الله بالسیف والسنان مالا یفعل بالبرهان والقرآن۔

"جب کوئی گمراہ فرقہ دلیل اور قرآن سے سرتسلیم خم نہین کرتا تو حق تعالیٰ تلوار اور نیزہ سے اسکی خبر لیتا ہے"

فصل چہارم

در نصیحت

امام احمد غزالی فرماتے ہین۔ کہ مین نے سنا۔ کہ ایک شخص دور دراز مقام سے حجۃ الاسلام کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور نصیحت کی درخواست کی۔ چنانچہ حجۃ الاسلام نے اس کو اس طریقہ سے نصیحت فرمائی:—

+ علامہ جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس کے دسوین باب کو صوفیون کے حالات سے مختص فرماکر متعدد فصلون مین اِن کے نامُلائم حرکات کا اظہار کیا ہے۔ اور بعض مشاہیر صوفیہ پر بہت کچھ لے دے کی ہے۔ چنانچہ خود امام صاحب کی نسبت لکھتے ہین۔ کہ: "ابو حامد غزالی نے آکر قوم صوفیہ کے طریقہ پر کتاب احیاء العلوم تصنیف کی۔ اور اُسکو باطل حدیثون سے بھر دیا جنکا بطلان وہ خود نہین جانتے۔ الخ" پوری تفصیل دیکھنی ہو۔ تو اصل کتاب کی طرف رجوع کرو ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

" دیکھو۔ حق تعالی فرماتا ہے۔ کہ :۔

وذکر فان الذکری تنفع المومنین ٥	" ہاں سمجھاتے رہو۔ کہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ بخشتا ہے "

پس اگر تم راہ سعادت کے طالب ہو۔ تو جان لو۔ کہ سعادت کے یہ تین اصول ہین۔ ملازمت۔ اور مخالفت۔ اور موافقت

"ملازمت" سے یہ مراد ہے۔ کہ ہر حالت مین حق تعالی کی یاد تازہ رکھی جائے۔ اور حتی الوسع اس سے خالی نہ رہو۔

"مخالفت" کے یہ معنی ہین۔ کہ نفس امارہ اور خواہشات نفسانی کے مخالف رہو۔ تاکہ یہ دونون قوتین عاجز ہوکر تمھاری اسیر بنی رہین۔ اور تمھین یاد خدا کی ملازمت سے باز نہ رکھین۔ کیونکہ اگر یہ قوتین غالب ہوجائینگی تو تمھین اپنا قیدی بنالین گی اور اُس طرف مشغول رکھین گی جس طرف کہ اُنکی خواہش ہوگی اور حق تعالی سے حجاب ہوجائیگی۔

"موافقت" کا یہ مطلب ہے۔ کہ اپنے تمام ظاہری حرکات و سکنات مین اور تمام اندیشون اور خیالات مین حدود شرعیہ اور سنن و آداب کے پابند رہو۔

جب ان تینون امور کی توفیق تمھین نصیب ہوئی۔ اور تمھارا باطن ذکر الٰہی سے معمور۔ اور ظاہری اعضا مطیع فرمان الٰہی ہوگئے۔ اور کل خواہشات نفسانی مقہور ہوگیئن۔ تب سعادت کا راستہ طے ہوچکا۔ اور سب سے زیادہ بھاری فضیلت حاصل ہوگئی۔ پس اسکے بعد اگر ابتدائے احوال مین تمھین کوئی شے دکھلائی دے۔ یا کوئی صورت نمودار ہو۔ یا کوئی نورانی جھلک نظر آنے لگے۔ تو اُسکی طرف دل مت لگاؤ۔ اور نہ اُسکی جانب

التفات کرو۔ بلکہ اُسکی ذرا بھی وقعت مت سمجھو۔ اور اگر ان مین کوئی شئے نظر نہ آئے۔ تو اپنے دل کو اُسکی طرف متعلق مت کرو۔ لہذا یہ تین اصول سمجھا دیے گئے۔ خوش رہو!! والسّلام

فصل پنجم

در نصیحت

جسکو امام صاحب نے شہاب الاسلام کے حق مین بالمشافہ بیان فرمایا۔ جبکہ وہ قلعہ ترمذ کی نظربندی سے رہائی حاصل کرکے طوس مین نزول فرما ہوے تھے :۔

واقعہ یہ ہے۔ کہ بروز جمعہ۔ جامع مسجد مین بعد فراغ نماز جمعہ حجۃ الاسلام اُن کے قریب تشریف لے گئے۔ اور مزاج پرسی کے بعد اس طرح تقریر فرمائی۔ کہ :۔

"سنو۔ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے۔ کہ :۔

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

"اور قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے ہم ان کو ایک ایسے عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائینگے۔ جو اسی دنیا مین ان پر عن قریب نازل ہوگا۔ تاکہ یہ لوگ ہماری طرف رجوع کرین"

پس واضح ہو۔ کہ حق تعالی کی مہربانیان اور نوازشین اپنے

دوستون کے حق مین بہت ساری ہین - اور علیٰ ہذا اُس کے اقسام سے
کمراُس کے دشمنون کے بارے مین بہت کچھ ہین -

ومکروا مکرا ومکرنا مکرا | وہ غرض وہ ایک داؤ چلے - اور ہم بھی ایک داؤ
وھم لایشعرون ٥ | چلے - اور ہمارے داؤ کی اُن کو خبر بھی نہ ہوئی

دیکھو - چار سو سال تک فرعون کو درد سر کی بھی تکلیف نہین ہوئی
یہان تک کہ اُس کی گمراہی اِس حد کو پہونچی - کہ اس نے علی الاعلان
یہ دعویٰ کیا - کہ :-

انا ربکم الاعلیٰ | وہ مین تمھارا سب سے بڑا پروردگار ہون

بخوبی سمجھ لو - کہ قلعہ ترمذ وغیرہ کی ناگوار تکلیفین اقسام کی تنبیہین اور
اشارات ہین - جو حق تعالیٰ کے مکارم والطاف کے پھندے ہین - جنکے
ذریعے سے وہ اپنے خاص بندون اور دوستون کو اپنے نزدیک بلاتا ہے
لعلھم یرجعون - تاکہ وہ اس حیلہ سے ابدی شقاوت سے مخلصی
پائین - اور چونک جائین - اور جب تمھارے حق مین یہ کمند ڈالا گیا - اور
ظاہر بھی ہوگیا - تو تمھارے تمام اعضا وجوارح پر اس تنبیہ اور آگاہی کا
اثر بھی ظاہر ہونا چاہیے - چنانچہ اس تنبیہ کا اثر جب آنکھ پر ظاہر ہو - تو
وہ خدا کی یگانگت اور اُس کی الوہیت اور نشانیون کو بنظر عبرت دیکھنے لگے
اور اگر زبان پر ظاہر ہو تو وہ ہمہ اوقات ذکر الٰہی سے تر ہے - اور اگر وہی
اثر دل پر غالب ہو - تو وہ تمام تر شہود حق ہی مین محو ہو جائے - اور جو
امور کہ غیر حق ہون اُن سے اعراض کرنے لگے - اور اُن کی طرف ملتفت
نہ ہو - اور یہی اثر اگر قدم مین ظاہر ہو - تو وہ راہِ حق کے سوا کسی اور جانب
نہ اُٹھنے پائے - پس اگر من جملہ اِن آثار کے کوئی چیز کسی عضو پر ظاہر ہو -

اور ساتھ ہی اسکے تنبیہ مذکورہ بھی جاگزین ہو۔ تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے ورنہ اپنے جسم کو ہلاکت کے لیئے تیار۔ اور سخت سے سخت سزا کا منتظر رکھنا چاہیئے۔ دون العذاب الاکبر۔ اور وہ آتش دوزخ کا عذاب نہین ہے۔ بلکہ روحانی آگ کے ساتھ دلی کوفت اور سوہان روح ہے

نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئدة | "اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ۔ جو تلوون سے لگ کر دلون تک کی جا خبر لے گی"

یہ امر بارگاہ الٰہی سے حجاب کا باعث ہو جاتا ہے۔

کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون ٥ ثم انهم لصالوا الجحیم ٥ | "سنو جی! یہی لوگ ہین۔ جو اس دن اپنے پروردگار کے سامنے نہین آنے پائینگے پھر یہ لوگ ضرور جہنم مین داخل ہونگے"

حق تعالی تمہاری زبان اور قلب پر اس امر کا القا فرمائے۔ جو دونون قسم کے عذابون سے نجات کا سبب بنے۔ اور سعادت ابدی کا موجب۔ اور رضاء و قربت الٰہی کا ذریعہ ہو سکے!!

فصل ششم

دعاے استسقا اور نماز استسقا مین اخلاص پیدا کرنے کے متعلق ترغیب و تحریص دلانے مین:-

دیکھو۔ آفتین ہجوم کر رہی ہین۔ اور آسمانی بلائین پے در پے نازل ہو رہی ہین۔ لوگون کے دل پریشان ہین۔ باوجود ان تمام حوادث کے ہماری ہمتین دنیا کے کاروبار مین مشغول اور ہمارے خیالات الا ماشاء اللہ حق سے برگشتہ۔ اور حصول دنیا اور اسکی آرایش و تزئین مین ہو

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم	"جو نعمت کسی قوم کو خدا کی طرف سے حاصل ہو جب تک وہ قوم اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے - خدا اُس نعمت مین کسی طرح کا تغیر و تبدل نہین کیا کرتا "

۵

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہین بدلی نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
جب لوگ پوری طور پر دنیا کی طرف جھک پڑے - اور اُس کو اپنا
قبلہ بنالیا - تو دنیا نے یکبارگی اپنی پیٹھ اُن کی طرف کردی -

کل متبوع ممنوع - والحریص محروم -	" ہر پسندیدہ چیز دور رکھی گئی ہے - اور لالچی بے نصیب ہے "

لہذا علاج کا طریقہ وہ ہے - کہ طاعت و عبادت الٰہی پر مواظبت
کرین - اور اس کام مین مشغول ہو جائین - اور دنیا - اور طلب دنیا سے اعراض
کرین - اور جب عبادت الٰہی مین مشغول ہون - تو اس سے حصول دنیا
اور نیک نامی - اور ثواب کی امید نہ رکھین - بلکہ خدا واسطے کرین - اور
اُن کی عبادت مخلصانہ طور پر ہو - تب حق تعالیٰ کی خوشنودی سے نزدیک
اور بارگاہ الٰہی کے لائق بنین گے - اور ارواح و روحانیات کے مابین ایک
خاصی مناسبت متحقق ہو گی - اسوقت اگر کوئی دعا کرین گے - یا حق تعالیٰ
سے کسی امر مین درخواست کرین گے - تو آثار اجابت فوراً ظاہر ہون گے

"ادعونی استجب لکم"	" ہم سے دعائین مانگتے رہو - ہم تمھاری دعا قبول کرین گے "

کا وعدہ اسی قوم کے حق مین ثابت ہے - ورنہ ان شرائط کے بغیر

دعا کرنا ایک لغو اور بیہودہ سی حرکت ہے والسلام +

تمت

+ علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی "منبہات" میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں نے آیہ کریمہ "ادعونی استجب لکم" کے متعلق حضرت ابراہیم ادہم بلخی رحمہ اللہ سے دریافت کیا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ ہم دعا کرتے ہیں۔ اور وہ قبول نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ دس چیزوں کی وجہ سے تمہارے دل مردہ ہوگئے۔

(۱) تم نے خدا کو پہچانا۔ مگر اس کا حق نہیں ادا کیا۔

(۲) خدا کی کتاب پڑھی۔ لیکن اس پر عمل نہیں کیا۔

(۳) ابلیس لعین سے دشمنی کا دعویٰ کیا۔ مگر پھر اس کے ساتھ دوستانہ مراسم قایم رکھے۔

(۴) محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تم نے دعویٰ کیا۔ مگر آپ کے طریقے اور سنت کو چھوڑ بیٹھے۔

(۵) خواہش جنت کا دعویٰ کیا۔ لیکن اس کے لیے اچھے عمل نہیں کیے۔

(۶) خوف دوزخ کا بھی تم نے دعویٰ کیا۔ مگر گناہوں سے باز نہ رہے۔

(۷) موت کے حق ہونیکا بھی تم اقرار کرتے رہے لیکن اس کے لیے آمادہ نہیں ہوئے

(۸) لوگوں کے عیب گنتے رہے۔ مگر اپنے عیوب پر کبھی نظر نہیں ڈالی۔

(۹) خدا کا رزق کھاتے رہے۔ مگر اس کی شکرگزاری نہ کی۔

(۱۰) روزمرہ اپنی میتوں کو دفن کرتے رہے مگر انکے احوال سے عبرت نہ لی۔

پس ان حالات کے لحاظ سے تمہاری دعا کیسے فوراً قبول ہوتی؟ ۱۲ مترجم عفی عنہ

یارب صل وسلم دائماً ابدا
علی نبیک من زانت بہ العصر،

خدائے وحدہ لاشریک کا بے تعداد شکر ہے ۔ کہ اُس نے مجھ ضعیف البنیان سے اس سترگ کام کو حسب دلخواہ انجام کو پہونچادیا فحمداللہ ثم حمداللہ،

غالباً ہفتم ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ھ سے متوکلاً علی اللہ مین نے اس ترجمہ کی ابتدا کی ۔ اور آج بافضال الٰہی مابین ظہر و عصر اسکی تکمیل سے فرصت ہوئی ۔ جہان تک ممکن تھا الفاظ کی مراعات رکھی گئی ۔ تاہم غلطیون کا پایا جانا غیر اغلب نہین ۔ جسکے لیئے عفو درکار ہے ۔

مجھے اپنے استاذ حضرت مخدومی مولوی محمد یعقوب صاحب طوروی+ مدظلہ العالی کا بے حد رہین منت ہونا چاہیے ۔ کہ بہت سارے مغلق مقامات مین انکی دستگیری نے میری رہنمائی کی ۔ الغرض

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ۔ و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ۵ ۔

+ یعنی قصبۂ طور و تحصیل مردان ۔ ضلع پشاور ۱۲ ۔ مترجم عفی عنہ

(ناظرین کرام سے حُسن خاتمہ کا طالب)
احقر فیض احمد ۔ وفقہ اللہ لما یحب و یرضیٰ
دہم رجب المرجب سنہ ۱۳۳۶ ہجریہ مقدسہ
دوشنبہ مقام اورنگ آباد دکن

پڑھیے! پڑھیے!! اس کو ضرور پڑھیے!!

تشنگانِ ہدایت کے لیے ایک نئی سبیل یعنی مجموعہ خطب السقایۃ لعطشان الہدایۃ
رسالی فاضل لاثانی مولانا مولوی الحاج الحافظ محمد عبدالحی لکھنوی رح کے خطبات عربیہ کا
... در مطلب خیز سلیس اردو ترجمہ جس کو مولانا مولوی حافظ فیض احمد صاحب اورنگ آبادی
... ترجمہ کیا جو علاوہ عام فہم ہونے کے جتنا خطیبوں اور واعظوں کے کارآمد ہوگا اس سے
... بچے جوان اور بوڑھوں تک یکساں مفید ثابت ہوگا۔ اور طلبا کو بہت سے دینی مفاد اور
... تی محاسن کا سبق اس سے حاصل ہوگا۔ وعظ سکھانے والی کتابیں جو ہمارے ملک میں
... ہیں ان میں اسکا شمول حق بجانب ہوگا۔ فاضل مترجم نے اس شان سے ترجمہ کیا ہے
... کی سلجھی ہوئی عبارت سے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہ کسی کتاب کا ترجمہ ہے یا کوئی جدید تالیف ہے
... اس کے اکثر مقامات پر حسب مناسب دیگر اسلامی رسائل جیسے النجم لکھنؤ دالرشاد سہارنپور
... سے بھی اقتباسات اسمیں درج کیے گئے ہیں موقع بموقع فارسی اور اردو اشعار کا بھی اچھا
... اضافہ کیا گیا ہے۔ غرض کہ عام فہم دلچسپ بنانے کے لیے پوری کوشش کی گئی ہے جس کا
... بیان سے زیادہ پڑھنے میں آسکتا ہے جو نہایت آب و تاب سے اسکا پہلا حصہ محرم سے
... ی الآخر تک دوسرا حصہ رجب المرجب سے ذی الحجہ تک یعنے کامل ۱۲ ماہ کے خطبوں کا ترجمہ
... نازک زمانہ میں جبکہ کاغذ کی گرانی انتہا درجہ کو پہونچ گئی ہے ہم نے محض قومی اصلاح
... ردی کے خاطر مصارف کثیر برداشت کرکے کم مقدار میں اسکی جلدیں طبع کرائی ہیں جو ہاتھوں ہاتھ
... ت ہو رہی ہیں اس لیے فوراً طلب کیجیے ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ باوجود ان تمام خوبیوں
... کاغذ گلیز قیمت دو روپیہ ایضاً کاغذ دیسی سوا روپیہ۔ دیسی مجلد عہ/ تعداد صفحات ہر دو حصہ کامل
... تقریباً ۵۰۳ ٹائٹل بیج خوشنما مطلا۔ تحفۃ الموحدین اردو از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۲/
... ۲/ مجموعہ خطب نبویہ مترجم منظوم عہ/ مجموعہ خطب رشیدیہ مترجم منظوم عہ/ —
خطب ابن نباتہ مترجم منظوم عہ/ مجموعہ خطب قدسی مترجم منظوم اردو عہ/ —
خطب خاندان عزیزیہ مترجم منظوم ۱۲/ مجموعہ خطب حرمین شریفین مترجم ...
... الموتی والقبور از مولانا مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور قیمت ۴/

اشتہار

یہ کتب مفیدہ جدید الطبع قابل دید و لائق شنید خاص و عام برادران
اسلام میں اخوان ملت کا فرض ہے کہ ان کتابوں کو ضرور پڑھیں
کہ جنکی قیمت بھی افادہ عام کے لحاظ سے نہایت معمولی اور برائے
... رکھی گئی ہے کہ مصارف طبع سہل ہو جایا کریں کوئی دنیا کمانا مقصود نہیں ہے نعوذ باللہ۔
... ن ملت عام طور پر شریعت معلومات دینی و مطالبات مذہبی سے بہرہ وافر حاصل کریں خود
... مستفیض ہوں اور احباب و اخوان کو فائدہ پہونچائیں بلکہ ذی ثروت اصحاب زیادہ تعداد
... طلب فرماکر عوام غربا میں تقسیم کرکے ذخیرۂ آخرت حاصل کریں اس سلسلہ کتب دینی
... راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے سینوں میں عشق و محبت کی نسیم روح افزا کی بہاریں لوٹے
... کر آئی ہیں دل کو محبت الٰہی و محبت رسالت پناہی سے دفعتاً ایک گہرا تعلق پیدا
... ہے عاشقان دین متین و دلدادگان شرع مبین کے لیے عجیب فرحت و سرور کا

سامان ہے فیضان آلہی کا وہ عالم قلب پر وارد ہوتا ہے کہ بیساختہ زبان سے حمد و نعت کے ترانے نکلنے لگتے ہیں جذبات کی صدائیں آنے لگتی ہیں ع ذوق این مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی ۔ حظ قلب ملاحظہ کتب پر منحصر ہے ان جواہر آبدار ولآلی شاہوار سے مطالعہ فرماتے ہی آپ کہہ اٹھینگے کہ ؎

جمادی چند دادم جان خریدم　　بحمد اللہ عجب ارزان خریدم

؎ جینی سہانی صبح ہے ٹھنڈک جگر کی ہے　　کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

قیمت تین آنے (۳ ر)

مجموعہ حج بیت اللہ

مشتملہ ۳ رسائل مناجات کی مناجات مدنی ۔ جمال مدینہ ۔ بیت اللہ شریف یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی منظوم تصویر دلچسپ نظم زیارات حرمین الشریفین کا خاکہ اتارا گیا ہے قابل دید ولایق شنید حضرت مصنف علامہ دام ظلہم العالی نے لباس نظم پہنانے میں کمال کیا ہے جسکے دیکھنے سے آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے قیمت ۲ ارشاد احمد حسین پیغمبر علیہ السلام کے اقوال زرین اور ارشادات منظوم از مولانا مولوی عاشق حسین صاحب سیماب قیمت ۲۰ ر

مجموعہ مدحیات غوثیہ رض

مشتاقان جمال غوثیہ و عاشقان کمال غوثیہ متوسلان بارگاہ عالیجاہ قادریہ کے لیئے خصوصاً اور عام مومنین کے لیئے عموماً ہدیہ عجیب و تحفہ غریب ہے جسمیں حضرت غوثیہ مآب قدس سرہ کے مدائح جلیلہ و قصائد عظیمہ کے علاوہ اور مضامین و عنوانات پر نظمیں صوفیانہ و عاشقانہ و واعظانہ درج ہیں چنانچہ عرفان کے چار پھول، مناجات و نعتیہ، مخمس درود شریف انتخاب کلام صوفیانہ، درود شریف حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم قدس سرہ مع استمداد غوثیہ مضامین قابل استفادہ ہے قیمت باینہمہ خوبی ۳۰ ر

طرۂ اہل ایمان

المعروف بہ گلدستہ فیضان، نعتیہ و غزلیات، جسمیں کا ہر ہر شعر عرفان محمدی و مشاہدہ عرفانی جسکا ایک ایک جملہ چشم مشتاقان میں گوہر آبدار ہو کر چمکتا ہے اور مسرت تجلی و رحمی عطا کرتا ہے قیمتی تحفہ ارباب حین ترجمہ اردو بستان المحدثین از حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قیمت عہ ر

ملنے کا پتہ سے حاجی محمد محی الدین سوداگر و تاجر کتب نمبر ۲۹۹ متصل مسجد ابراہیم صاحب ... کتب (۲۹۹) موچی بازار ... بنگلور